نفحات الهدی والایمان

من مجالس رمضان

مجالس شهر رمضان 1430ھ

تالیف:

شیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

پہلی مجلس

سورہ بقرہ: آیات (142-252)

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول اللّٰه وعلى اله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

*سورہ بقرہ کے اندر موجود اصول ایمان اور احکامات دین:

سورہ بقرہ ایک عظیم سورت ہے جو بہت سارے احکامات دین، اصول ایمان و عقائد، اوامر ونواہی، تشریعات، حلال وحرام، طلاق کی شرطیں اور اس سے متعلق دیگر امور، اور اس سے پہلے حج اور جہاد کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

ایمان وعقائد کے بارے میں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ) ترجمہ: نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کو (قبلہ سمجھ کران) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (خدا کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں

اور زکوٰۃ دیں۔ اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں۔ اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں (البقرہ:177)۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اعمال قلوب کا ذکر کیا ہے جیسے کہ ایمان وعقائد، اسی طرح اعمال جوارح کا بھی ذکر کیا ہے، اور یہ کہ ایمان قول وعمل اور اعتقاد کا نام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ)۔

یہی تمام اصول ایمان کی اساس اور بنیاد ہے؛ یعنی اللہ پر ایمان لانا، اسے ایک جاننا، عبادت کو اسکے لئے خالص کرنا، اسکی ذات اور اسکے اسماء وصفات پر ایمان لانا، اسکی عبادت اسی طرح کرنا جیسا اس نے مشروع قرار دیا ہے، شرک سے اجتناب کرنا جو کہ ایمان اور توحید باللہ کے مخالف ہے، سو ایمان باللہ کے اندر ضروری ہے کہ اللہ کے وجود پر، اسکے اسماء وصفات پر ایمان لایا جائے اور یہ کہ وہ ہر چیز سننے والا اور دیکھنے والا ہے، ہر چیز جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ کہ وہ عرش پر مستوی ہے، اور یہ کہ وہ آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے، انکے علاوہ دیگر ان تمام صفات پر ایمان لانا ضروری ہے جو کتاب وسنت کے اندر وارد ہوئے ہیں۔

اسی طرح آخرت کے دن پر ایمان لانا اور اس دن پیش آنے والے بعث ونشور، جزاء وسزا، پل صراط، جنت ودوزخ، اور جنت کی نعمتوں پر ایمان لانا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت ساری آیتوں میں ذکر کیا ہے، اسی طرح دوزخ اور اسکے عذاب الیم پر ایمان لانا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو کافرین کیلئے تیار کر رکھا ہے، ان میں اہل بدعت بھی شامل ہوں گے جو اپنی بدعت اور دین حق سے انحراف اور مخالفت کے بقدر عذاب پائیں گے۔

چنانچہ اس بارے میں سخت وعید وارد ہی ہے جیسا کہ حدیث افتراق کے اندر آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کے ساتھ ہو بہو وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آ چکی ہے، (یعنی مماثلت میں دونوں برابر ہوں گے) یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس فعل شنیع کا مرتکب ہوگا، بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کون سی جماعت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے“۔ (سنن ترمذی: 2641)۔

اس حدیث کے اندر شاہد یہ ہے کہ ان تمام فرقوں کو دوزخ کی وعید ہے؛ کیونکہ ان سب نے اللہ کے منہج کی مخالفت کی ہے، اور یہ مخالفت عقائد میں، احکامات میں اور عبادات میں پائی جاتی ہے؛ اس لیے اللہ تبارک وتعالی نے انہیں وعید سنائی ہے؛ کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول کو چھوڑ دیا اور اللہ کے اس حکم کی نافرمانی کی جس میں اللہ تعالی نے اپنے رسول کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ انہوں نے نہ تو رسول کی اتباع کی اور نہ ہی کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھاما؛ اسی لیے وہ بہت سارے عقائد اور عبادات میں اختلافات کا شکار ہوئے جس کی بنیاد پر عذاب نار کا مستحق ٹھہرے، اور اس طرح بہت سارے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ بنی، اور جہاں تک کافر اور مشرک کے علاوہ دوسرے لوگوں کا تعلق

ہے تو وہ سب اللہ رب العالمین کی مشیئت کے تحت ہوں گے۔

چنانچہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے اور دیگر گنہگار لوگ اور اہل بدعت یہ سب اللہ کی مشیئت کے تحت ہوں گے؛ اللہ اگر چاہے گا تو ان مستحقین عذاب کو عذاب میں مبتلا کرے گا اور اگر چاہے گا تو ان پر احسان کرتے ہوئے ان کے گناہوں کو اپنے فضل و کرم سے معاف کر دے گا اور انہیں دوزخ میں نہیں ڈالے گا، مگر کفر اور شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا [النساء:48]۔

چنانچہ شرک اور کفر دونوں ایسے گناہ ہیں جن کی معافی نہیں ہے البتہ دیگر گناہ خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ انہیں اللہ معاف کر دے گا برخلاف خوارج کے اور جو ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے وہ مخلد فی النار ہوگا یعنی دوزخ میں ہمیشہ ہمیش رہنے والا ہوگا، یہ خوارج کی فکر ہے، ان کے برخلاف غالی مرجئہ کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد کوئی بھی گناہ نقصان نہیں پہنچائے گا- اللہ ان کا برا کرے- اس طرح یہ تمام اوامر اور نواہی کو ساقط کر دیتے ہیں۔

سو ضروری ہے کہ ایک مومن صراط مستقیم پر قائم رہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ) ترجمہ: اور یہ کہ یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔ [الانعام:153]۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي

شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کرلیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ [الانعام:159]۔

اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہاں اپنے دین کو بانٹنے والوں سے مراد اہل بدعت ہیں، اسی طرح یہود ونصاری سے بھی تفسیر کی گئی ہے حالانکہ یہ آیت دونوں کو شامل ہے؛ یہود ونصاری کو بھی شامل ہے اور ان اہل بدعت کو بھی شامل ہے جنہوں نے اللہ کے دین کو بانٹ رکھا ہے ارشاد باری تعالی ہے: (وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ [31] مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ) ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ [31] ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔ [الروم:32]۔

اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ چیز اس امت کے اندر واقع ہو چکی ہے حالانکہ کتاب اللہ بالکل واضح ہے، اس کی آیتیں بالکل سورج کی طرح سے روشن ہیں جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے: (قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ) ترجمہ: میں نے تم کو ایک ایسے صاف اور روشن راستہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس راستہ سے میرے بعد صرف ہلاک ہونے والا ہی انحراف کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ:43)۔

سو ہم پر واجب ہے کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھام لیں اپنے تمام امور میں خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے یا سارے اعمال سے، تمام میدانوں میں ضروری ہے کہ ہم اوامر کو بجالائیں اور نواہی سے اجتناب کریں اور اللہ کی دی ہوئی شریعت کے مطابق زندگی گزاریں۔

*** (وَأَقَامَ الصَّلَاةَ - اور نماز قائم کرے):**

اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کا ذکر کیا، یہ دونوں ارکان اسلام میں سے بنیادی ارکان ہیں، جو ان دونوں کے ساتھ کفر کرے یا کسی ایک کے ساتھ تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، جنت اور دوزخ کے ساتھ کفر کرنے والا کافر اور ملحد ہے جیسے کہ کمنسٹ اور بہت سارے مشرکین، پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا (اور جو نماز قائم کرے)، نماز اسلام کا بنیادی ستون ہے اور شہادتین کے بعد اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔

*** آگے فرمایا: (وَآتَى الزَّكَاةَ - اور زکوٰۃ دے):**

یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے، جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا "، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: " أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ "، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: " أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ، فَإِنَّهُ يَرَاكَ "، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: مَا

الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا، قَالَ:" أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ، يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ"، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ.

ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا: ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا۔ اس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر سفر کا کوئی اثر دکھائی دیتا تھا نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا حتیٰ کہ وہ آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیے، اور اپنے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیے، اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، نماز کا اہتمام کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر اللہ کے گھر تک راستہ (طے کرنے) کی استطاعت ہو تو اس کا حج کرو۔" اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) کہا: ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ آپ سے پوچھتا ہے اور (خود ہی) آپ کی تصدیق کرتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: "یہ کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخری دن (یوم قیامت) پر ایمان رکھو اور اچھی اور بری تقدیر پر بھی ایمان لاؤ۔" اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ (پھر) اس نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" اس نے کہا: تو مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: "جس سے اس (قیامت) کے بارے میں سوال

کیا جا رہا ہے، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔" اس نے کہا: تو مجھے اس کی علامات بتا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: " (علامات یہ ہیں کہ) لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے اور یہ کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاج، بکریاں چرانے والوں کو دیکھو کہ وہ اونچی سے اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر وہ سائل چلا گیا، میں کچھ دیر اسی عالم میں رہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: "اے عمر! تمہیں معلوم ہے کہ پوچھنے والا کون تھا؟" میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ آگاہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ جبرئیل رضی اللہ عنہ تھے، تمہارے پاس آئے تھے، تمہیں تمہارا دین سکھا رہے تھے۔" (مسلم)۔

اس حدیث کے اندر آپ نے ارکان اسلام کا ذکر کیا ہے پھر اس کے بعد ارکان ایمان کا ذکر کیا ہے پھر اس کے بعد احسان کے بارے میں سوال کیا جو کہ دین کا اعلی مرتبہ ہے اور اللہ کیلئے اخلاص و مراقبت اور نگرانی کا انتہا درجہ ہے، اللہ تعالی بندوں کا محافظ اور ان کا نگراں ہے، ان کے سینوں کے بھیدوں کو، ان کے صدق و اخلاص کو اچھی طرح جانتا ہے؛ اس لیے چاہیے کہ ایک مسلم بندہ اللہ کے لیے مخلص ہو اور اللہ کی عبادت میں دوسری چیزوں کی طرف مشغول نہ ہو، بلکہ اسے یہ احساس رہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالی سے مناجات کر رہا ہے جو کہ آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، یہ مقام احسان ایک عظیم مقام اور دین کا اعلی مرتبہ ہے۔

پھر اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا ہے۔ پھر اس کے بعد قیامت کی نشانیوں کے بارے میں سوال کیا تو اپ نے فرمایا: اسکی نشانیاں یہ ہیں کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے اور یہ کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاج، بکریاں چرانے والوں کو دیکھو کہ وہ اونچی سے اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں۔"

یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے ورنہ قیامت کی نشانیاں بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ کا ذکر اس حدیث کے اندر آیا ہے، اور انہی میں سے دجال کا قرب قیامت میں آنا ہے، اسی طرح قرب قیامت میں عیسی علیہ السلام کا دنیا میں واپس آنا ہے، جانور کا نکلنا اور ان کے علاوہ دوسری بڑی نشانیاں ہیں۔

یہاں اس حدیث سے اصل مقصود اور شاہد یہ ہے کہ ایک مومن بندے پر واجب ہے کہ وہ ایمان کے تمام ارکان کو بجالائے اور اسی طرح اسلام کے تمام ارکان پر عمل کرے۔

-(وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ - اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے):

فرشتوں پر اور رسولوں پر ایمان لانا واجب ہے؛ جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہو جائے گا اور دین اسلام سے نکل جائے گا بلکہ تمام انبیاء کی ملت سے باہر ہو جائے گا۔

-(وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ - اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں):

ان سب کا تعلق اعضاء و جوارح کے اعمال سے ہے جبکہ مذکورہ چیزوں کا تعلق ارکان ایمان سے تھا جیسے کہ اللہ پر ایمان لانا، آخرت کے دن پر ایمان لانا، کتاب پر ایمان لانا اور نبیوں پر ایمان لانا۔

اور ارکان ایمان کے تعلق سے حدیث جبریل کو یہاں جو ذکر کیا گیا ہے تو اس طرح کی آیتوں کی توضیح اور تفسیر کے لیے ہے جس کے اندر ارکان ایمان کے علاوہ نماز کی پابندی کرنے، زکوۃ ادا کرنے اور اس طرح کی دیگر چیزوں کا ذکر ہے جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

سو یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اللہ تعالی نے جبرائیل علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

بھیجا تھا تاکہ وہ اس دین کو واضح کر دیں جسے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا نام دیا تھا کہ جبرئیل تمہارے پاس آئے تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے۔

یہ دین کی بنیادیں اور اس کے ارکان ہیں، ان کے ساتھ ساتھ ان محرمات سے بچنا بھی ضروری ہے جنہیں اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے جیسے کہ شراب نوشی، زنا کاری، چوری اور دیگر معاصی؛ خواہ وہ کبیرہ ہوں کہ صغیرہ جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک میں تم سے یکسو رہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (اور سوالات وغیرہ نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہوگئیں۔ پس جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو۔“ (بخاری:7288)۔

یہاں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت اور فرمانبرداری کو استطاعت اور طاقت کے ساتھ جوڑ دیا ہے یعنی دین کے اندر طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بنایا جاتا ہے کہ جس سے بندہ عاجز آجائے، چنانچہ واضح طور پر ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ:" صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ".

ترجمہ: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے بواسیر کا مرض تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو۔ (بخاری: 1117)۔

یعنی جب آپ سفر میں ہوں تو اللہ تعالی نے مہربانی کرکے چار رکعت والی نمازوں کو کم کرکے دو کر دیا ہے؛ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حالت سفر میں ہوتے تو نماز کو قصر کرکے پڑھا کرتے تھے یعنی چار رکعت والی نمازوں کو، جہاں تک تین رکعت والی نماز مغرب ہے یا دو رکعت والی نماز فجر ہے تو اس کے اندر کوئی قصر نہیں ہے، قصر صرف چار رکعتوں والی نمازوں ظہر، عصر اور عشاء میں ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہی نمازوں میں قصر کیا کرتے تھے سفر میں آتے وقت اور جاتے وقت، یہ وہ رخصتیں ہیں جنہیں اللہ تعالی نے مشروع قرار دیا ہے، سو مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے، اسی طرح کہا گیا کہ کھڑے ہو کر پڑھو اگر کھڑا ہونے کی طاقت ہے اور اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو پھر پہلو کے بل پڑھو، یہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں داخل ہوگا کہ جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے اجتناب کرو اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت بھر بجالاؤ۔

اور اسی طرح اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ) ترجمہ: اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے

ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ [البقرہ:286]۔

یہاں پر اللہ تعالی نے یہ خبر دی ہے کہ وہ کسی کو بھی اس کی وسعت اور طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا ہے، اور ہمیں یہ سکھلایا کہ ہم اس سے یہ دعاء کریں کہ وہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالے جس کی ہمارے اندر طاقت نہیں ہے، یہ دین اسلام کی نرمی اور رواداری سے ہے کہ یہ انسان کو انہی چیزوں کا مکلف بناتا ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے؛ اس لیے مومن پر ضروری ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے، اس کا تقوی اختیار کرے اور اس کے پاس جتنی طاقت ہو اسے بجالائے اور جس سے وہ عاجز ہو تو یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالی اسے طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بنائے گا بلکہ اس کے لیے اسی قدر تخفیف کر دے گا۔

مثال کے طور پر آپ مسافر ہیں، آپ کے لیے جائز ہے روزہ رکھیں اور یہ بھی جائز ہے کہ روزہ نہ بھی رکھیں یعنی آپ روزہ نہ رکھیں بلکہ بعد میں اس کی قضا کرلیں گے؛ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت سفر میں ہوتے رمضان کے مہینے میں، آپ کے بعض صحابہ روزہ رکھتے اور بعض صحابہ روزہ نہیں رکھتے مگر روزے دار روزہ نہ رکھنے والے پر کوئی نکیر نہیں کرتا تھا اور نہ ہی روزہ نہ رکھنے والا روزہ دار پر کوئی نکیر کرتا، اس سے بھی اس شریعت کی نرمی اور رواداری کا پتہ چلتا ہے اس لیے واجب ہے کہ ہم اللہ تعالی کا شکر ادا کریں اور نیکیوں کے حصول کی کوشش کریں اور اقوال و اعمال کے ذریعے انہیں بجا لائیں جن میں امر بالمعروف اور نہی المنکر کا فریضہ بھی ہے جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ) ترجمہ: تم میں سے جو شخص منکر (ناقابل قبول کام) دیکھے اس پر لازم ہے

کہ اسے اپنے ہاتھ (قوت) سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے (اسے برا سمجھے اور اس کے بدلنے کی مثبت تدبیر سوچے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے)۔(مسلم:49)۔

اس طرح یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار منکر کے تین مراتب بیان کیے ہیں:

1- **پہلا مرتبہ: ہاتھ سے نکیر کرنا**، اور یہ حق ہر شخص کو ہے جو صاحب اقتدار ہو جس کے ہاتھ میں طاقت ہو، اسی طرح وہ شخص جو اپنے گھر میں مالک ہو اور اسی ضمن میں وہ شخص بھی آئے گا جو کسی ادارے کا ذمہ دار ہو۔

2- **دوسرا مرتبہ: زبان سے نکیر کرنا**، اور یہ مرتبہ اکثر لوگوں کو حاصل ہے کہ جو بھی کسی منکر یعنی برائی کو دیکھے تو اس پر نکیر کرے، وہ کسی منکر کے بارے میں سنے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ زبان سے اس پر نکیر کرے۔

3- **تیسرا مرتبہ: اس شخص کے لیے** ہے کہ اگر وہ اس پر نکیر کرے ہاتھ یا زبان کے ذریعے تو اسے مار پیٹ اور قید و بند اور دیگر سختیوں کا خوف ہے اس لیے اس پر واجب ہے کہ وہ اس منکر پر نہ تو اپنی زبان سے نکیر کرے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے بلکہ ایسی صورت میں اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے دل سے اس پر نکیر کرے یعنی وہ اس منکر کو اپنے دل میں برا جانے، معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کسی منکر پر ہاتھ سے نکیر کر سکتے ہیں ایسی صورت میں اس پر واجب ہے کہ اس منکر کو وہ ہاتھ سے یعنی طاقت سے ختم کرے، کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی زبان سے کسی منکر پر نکیر کر سکتے ہیں ایسی صورت میں اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان سے اس پر نکیر کرے؛ کیونکہ وہ اس کی طاقت رکھتا ہے لیکن جو نہ اس کی طاقت رکھے نہ اس کی طاقت رکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس منکر پر اپنے دل سے نکیر کرے، ایسے شخص پر پہلے کے دونوں فریضے ساقط ہو جاتے ہیں لیکن یہ جو تیسرا فریضہ ہے اس کے بعد ایمان کی حد ختم ہو جاتی ہے۔

یہاں مقصود اور شاہد یہ ہے کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم اسلام کے تمام ارکان کو بجالائیں اور عمل کریں، اسی طرح ارکان ایمان اور ان عقائد کو بجالائیں جنہیں اللہ تعالی نے مشروع قرار دیا ہے جن کا تعلق اللہ سے ہے، فرشتوں سے ہے، کتابوں سے، رسولوں سے، آخرت کے دن سے اور تقدیر سے ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں دین اسلام کے تمام اعمال وعقائد کو بجالانے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہم سب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتر متبع اور پیروکار بنائے کہ جن کی اطاعت اور تابعداری کرنے کا اللہ نے ہم سب کو حکم دیا ہے کہ جنہوں نے گمراہ فرقوں کو دوزخی قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا،صحابہ کرام نے پوچھا تھا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا تھا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس منہج اور طریقے پر قائم ہوں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے تمام عقائد اور عبادات میں اور دیگر اعمال اور امور زندگی میں بھی اسی منہج اور طریقے پر ثابت قدم رہیں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ قائم تھے۔

اللہ تعالی ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رہنے اور اس پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے؛ یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے،وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

سوالات وجوابات

سوال نمبر 1: امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا: ایمان ایک ہی ہے اور ایمان کے اس اصل میں اہل ایمان برابر ہیں۔ امام طحاوی کے اس قول کا کیا مطلب ہے؟

جواب: میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہے؛ کیونکہ ایمان کے کچھ اصول ہیں اور اس کے کچھ فروع بھی ہیں اور ایمان کے اندر لوگ مختلف اور متفاوت ہوتے ہیں، علامہ طحاوی رحمہ اللہ کا یہ قول دراصل ایمان کی تعریف سے متعلق ہے جس کے اندر ایمان بالتصدیق شامل ہے یعنی اس کے اندر سارے لوگ برابر ہیں، اعمال میں یہاں کوئی تفاوت اور اختلاف اور تفاضل کی بات نہیں ہے جبکہ اہل سنت کے نزدیک ایمان قول وعمل اور اعتقاد کا نام ہے جو کہ نیکی سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے، اور اس کے اندر لوگ مختلف اور متفاوت ہوتے ہیں نیز ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں جب کہ فقہائے مرجئہ کے یہاں ایمان دراصل زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔

چنانچہ یہاں پر علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے جو یہ بات کہی ہے کہ ایمان کے اصل میں اہل ایمان برابر ہیں، اس کا مطلب یہی ہے کہ زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے میں سب مشترک اور برابر ہیں جبکہ ایمان کے بہت سارے اعمال ہیں ان میں اعضاء و جوارح کے اعمال اور دلوں کے اعمال سب شامل ہیں، دلوں کے اعمال میں خوف، رجاء، محبت، رغبت یعنی ڈر اور توکل سب ہے؛ چنانچہ اہل سنت والجماعہ کے یہاں ایمان قول وعمل اور اعتقاد کا نام ہے جو نیکی سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے جبکہ غالی مرجئہ اور کرامیہ کے نزدیک ایمان دراصل زبان سے بول دینے اور دوسروں کے نزدیک صرف معرفت کا نام ہے اگر وہ اللہ کو پہچان لے تو یہی اس کے لیے کافی ہے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو ان کے اس مذہب اور عقیدے کے مطابق ابلیس بھی مومن ٹھہرے گا حالانکہ اللہ تعالی نے فرعون اور

اس جیسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے: (وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ) ترجمہ: اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل ان کا اچھی طرح یقین کر چکے تھے، پس دیکھ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ [النمل: 14]۔ یعنی انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالی ہی سارے جہاں کا رب ہے اور وہی سارے لوگوں کا خالق بھی ہے، وہی آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اس میں انہیں ذرا بھی شک نہیں ہے لیکن ان کے تکبر اور گھمنڈ اور غرور نے انہیں دشمنی اور انکار پر مجبور کر رہا ہے۔

اس طرح مرجئہ کے مذہب کے مطابق فرعون، نمرود اور اس جیسے دیگر کفار حتی کہ جو توحید ربوبیت کے بھی منکر ہیں وہ سب اس ایمان میں داخل ہوں گے، ان کے نزدیک یہ سب مومن ہوں گے، حالانکہ یہ کھلی ہوئی گمراہی ہے، اہل سنت نے ان سب کے تعلق سے سختی دکھائی ہے اور ان کے اسی خبیث مذہب کی وجہ سے ان کی تکفیر کی ہے۔

مرجئہ کی ایک دوسری قسم بھی ہے جسے مرجئۃ الفقہاء کہتے ہیں جس میں امام ابو حنیفہ کے بعض اصحاب اور بعض مشائخ شامل ہیں، یہ سب ایمان کی تعریف میں اہل سنت کے ساتھ ہیں اس بات میں کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے خواہ وہ زبان کے ذریعے اقرار کرنے اور دل سے اعتقاد رکھنے سے ہو، البتہ ان کے یہاں عمل ایمان میں داخل نہیں ہے مگر یہ لوگ اہل سنت کے ساتھ ہیں اس بات میں کہ عمل کو یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں اگر چہ اسے ایمان کا حصہ نہ مانیں، چنانچہ یہ کہتے ہیں کہ جن اعمال کو اللہ تعالی نے واجب قرار دیا ہے اگر انہیں بندہ انجام نہیں دے گا تو وہ سزا کا مستحق ہوسکتا ہے۔

اہل سنت والجماعہ کے نزدیک ایمان کہتے ہیں زبان سے اقرار کرنے دل سے اعتقاد رکھنے اور اعضاء وجوارح سے عمل کرنے کو، اللہ تعالی نے اسے بہت ساری آیتوں میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ

زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ[2] الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ[3] أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ) ترجمہ: (اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ [2] وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ [3] یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔ [الانفال:4]۔

یہاں پر اللہ تعالی نے دلوں کے اور اعضاء و جوارح کے اعمال کا ذکر کیا ہے، معلوم ہوا کہ اعضاء و جوارح کے اعمال بھی ایمان کا حصہ ہیں جن کا یہ لوگ انکار کرتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو مبالغہ سے کام لیتے ہوئے دلوں کے اعمال کا بھی انکار کرتے ہیں جبکہ بعض مرجئۃ الفقہاء دلوں کے اعمال کو ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں البتہ اعضاء و جوارح کے اعمال جیسے کہ صوم وصلاۃ اور زکوۃ و حج وغیرہ ان کے نزدیک ایمان کا حصہ نہیں ہیں جو کہ بڑے افسوس کی بات ہے؛ اسی لیے سلف نے ان پر سخت نکیر کی ہے اور لوگوں کے لیے یہ واضح کیا ہے کہ ایمان قول و عمل اور اعتقاد کا نام ہے اور سلف نے اسی لیے خوارج پر رد کیا ہے؛ کیونکہ یہ مرتکب کبیرہ کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ خوارج اہل سنت کے ساتھ ہیں ایمان کی اس تعریف میں کہ ایمان قول و عمل اور اعتقاد کا نام ہے، اختلاف صرف اس بات میں کرتے ہیں کہ یہ عمل میں کوتاہی کرنے والے اور مرتکب کبیرہ کو کافر سمجھتے ہیں جبکہ اہل سنت اسے کافر نہیں سمجھتے ہیں اور نصوص اسی بات کو ثابت کرتے ہیں، احادیث شفاعت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو دوزخ سے نکالا جائے گا، انہیں توحید اور ایمان ہی کی وجہ سے نکالا جائے گا۔

سوال نمبر 2: سلفی نوجوانوں کے لیے اپ کی کیا نصیحت ہے؟

جواب: ہم سلفیوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھام لیں، آپس میں متحد ہو کر رہیں اور اخوت اور بھائی چارگی کا مظاہرہ کریں، کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں ان تمام اعتقادات، عبادات اور اعمال کی بجا آوری کریں، اللہ کی خاطر ایک دوسرے کے ساتھ اخوت اور بھائی چارگی کا مظاہرہ کریں اور مذکورہ تمام اصولوں اور بنیادوں پر ایمان لائیں اور اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں؛ اگر کسی سے غلطی ہو جائے وہ غلطی چھوٹی ہو یا بڑی اسے حکمت اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ نصیحت کریں۔

کچھ لوگ سلفیت کا دعوی کرتے ہیں مگر باطل طریقے سے اور ظلم اور افترا پردازی کے ذریعے تشدد سے کام لیتے ہیں وہ ایسی جگہوں پر تشدد کرتے ہیں جو تشدد کی جگہیں نہیں ہوتی ہیں، ان کے یہاں حکمت نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی اور نہ ہی کوئی رحمت ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ بعض لوگ حقیقی سلفیوں کو اسی طرح کے غلو اور شدت سے موسوم کرتے ہیں جبکہ یہ بڑا ظلم ہے، اللہ کی قسم! ہم تو اس شدت اور تشدد سے لڑائی کرتے ہیں وہ شدت جو خوارج میں پائی جاتی ہے اور ان کی شدت تو خوارج کی شدت سے بھی بڑھ کر ہے، ہم ایسے لوگوں پر سخت نکیر کرتے ہیں جو تشدد اپناتے ہیں، اسی طرح ہم ان صلح کلیوں پر بھی نکیر کرتے ہیں جو اہل بدعت کی حمایت اور ان کے تحفظ کی خاطر جھوٹے اور بے کار اصول بناتے ہیں، ہم شدت پسندوں پر بھی نکیر کرتے ہیں اور سب کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس منہج اور طریقے کی طرف بلاتے ہیں جو سلف صالحین کا تھا خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو اعمال سے ہو کہ اخلاق سے۔

ہر طرح کے غلو کرنے والے خواہ وہ رواداری کے نام پر ہو یا تبدیع وتکفیر کے نام پہ ہو یہ سب صراط مستقیم سے ہٹ کر دور از کار راستے ہیں، حالانکہ اللہ نے ہمیں اعتدال، عدل و انصاف اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے، کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو غیروں کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ

کرتے ہیں، وہ آپ سے کہتے ہیں کہ فلاں عالم چوٹی پر پہنچا ہوا ہے، فلاں شہید ہے، کچھ لوگ آ کر ایسے لوگوں کا دفاع بھی کرنے لگتے ہیں، یہ سب رواداری کے نام پر کرتے ہیں جبکہ ہم ان سب کے خلاف ہیں، اس میں اللہ کے دین کا ضیاع ہے، عقائد اور مناہج کا ضیاع ہے، ان کے اندر شدت کا پایا جانا تحریف، غلو اور حذف واضافہ ہے، اور یہ سب اصول وقواعد گڑھ کر کرتے ہیں؛ اس لیے ہم تمام سلفیوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھام لیں، اور ان کے اندر جن عبادات اور اقوال و اعمال کے بجالانے کا حکم ہے ان کی پابندی کریں اور ان پر ثابت کرنا رہیں، آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارگی کا مظاہرہ کریں اور یہ جان لیں کہ عصمت صرف اور صرف انبیاء کو حاصل ہے ان تمام چیزوں میں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہیں؛ کیونکہ یہ انہیں پورا پورا پہنچا دیتے ہیں ان کے اندر ذرہ برابر بھی حذف واضافہ نہیں کرتے ہیں۔

اور جہاں تک دوسرے انسانوں کا تعلق ہے تو وہ خطا کار ہیں؛ اگر ان کا تعلق سلفیوں سے ہے تو حکمت کے ساتھ ان کا علاج کیا جائے اور اگر غیر سلفیوں سے ہے تو ان کی بدعتوں اور گمراہیوں پر حجت و برہان اور دلائل کی روشنی میں حکمت وموعظت کے ساتھ رد کیا جائے، کچھ لوگ بدتہذیبی اور بدکرداری کا مظاہرہ کرتے ہیں، اسلامی اخلاق اور اسلامی منہج سے پہلوتہی برتتے ہیں حالانکہ اسلامی منہج اور اخلاق ایمان کے اہم اعمال کا حصہ ہیں جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے مبعوث ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کردوں۔(مسند احمد:8952)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:(وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ) ترجمہ:اور بیشک آپ بہت بڑے

(عمدہ) اخلاق پر ہیں [القلم:4]۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آیا ہے: عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ ".

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو زینت بخش دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نرمی نکال دی جاتی ہے اسے بدصورت کر دیتی ہے۔“ (مسلم:2594)۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے: عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا عَائِشَةُ: " إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ ".

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی کی بنا پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو درشت مزاجی کی بنا پر عطا نہیں فرماتا، وہ اس کے علاوہ کسی بھی اور بات پر اتنا عطا نہیں فرماتا۔“ (مسلم:2593)۔

اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم ان عظیم اخلاق و آداب کو بجالائیں جن پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب کرام اور دیگر ائمہ ہدایت قائم تھے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو سنت پر ثابت قدم رکھے اور ان تمام چیزوں کی توفیق بخشے جن سے وہ راضی اور خوش ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں سے دور رکھے جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ وصلی اللہ تعالی علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

دوسری مجلس

(سورہ بقرہ:253-سورہ آل عمران:92)

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول اللّٰه وعلى اله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

آپ نے سورہ بقرہ کی آخری آیتوں کو اورسورہ آل عمران کی شروع کی آیتوں کو سنااور دیکھا کہ ان کے اندرکس طرح عقائد، احکامات، شرعی قوانین، توحیداور ایمان کابیان ہے اوراسی طرح بعض انبیاء کے واقعات بھی مذکور ہیں بطور خاص ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ جوکہ چنندہ نبیوں میں سے ہیں، اور آپ کا وہ مناظرہ جوآپ نے کافرنمرود سے کیا تھااوراللہ کی خاطراس سے بحث ومجادلہ کیا تھا، اورآپ نے یہ بھی دیکھا کہ کیسے ابراہیم علیہ السلام نے اس پرحجت تمام کردی تھی اوراس کافرنےجس ربوبیت کادعوی کیااس کے اس بے بنیاد دعوے اورافترا پردازی کو باطل ٹھہرادیااوراسے چیلنج کیاکہ اللہ تعالی سورج کومشرق سے نکالتاہے اگرتیرے اندرطاقت ہےتو تو اسے مغرب سے نکال دے، یہ سن کرکافر دم بخود ہوگیا، اس طرح ابراہیم علیہ السلام نےاس پرحجت تمام کردی اوراس پرغالب آگئے۔

اللہ تعالی نے آپ کو بات کرنے کااسلوب اورطریقہ سکھارکھا تھا چنانچہ آپ مضبوط اورقوی دلیلوں اور حجت و براہین کے ذریعے اہل باطل کومبہوت کردیتے تھے، اوراسی لیے آپ کو اللہ تعالی نے بعد میں آنے والوں کے لیے قابل نمونہ امام بنایا ہے جیساکہ فرمایا:(وَمَنۡ يَرۡغَبُ عَنۡ مِلَّةِ إِبۡرَاهِيمَ إِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهُ وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنَاهُ فِي الدُّنۡيَا وَإِنَّهُ فِي الۡآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ) ترجمہ: دین ابراہیمی سے وہی بے رغبتی کرے گاجومحض بے وقوف ہو، ہم نےتواسے دنیامیں بھی برگزیدہ کیا تھااور

آخرت میں بھی وہ نیکو کاروں میں سے ہے[البقرہ:130]۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ) ترجمہ: جب ابراہیم ﴿علیہ السلام﴾ کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنادوں گا، عرض کرنے لگے: اور میری اولاد کو، فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں[البقرہ:124]۔

اسی طرح سے اللہ تعالی نے صدقات کے بارے میں گفتگو کی ہے، نیکیوں اور بھلائیوں پر ابھارا ہے، سود اور قرض پر کلام کیا ہے، اسی طرح سورہ بقرہ کے آخر میں اللہ تعالی نے ایمان پر مشتمل کچھ آیتوں کو بھی ذکر کیا ہے، ساتھ ہی ہم نے سورہ آل عمران کی آیتوں کو سنا اور دیکھا کہ کس طرح ان کے اندر توحید کی باتیں ہیں، انبیاء کے قصے ہیں جن میں خاص طور سے زکریا، عیسی اور مریم علیہم السلام کے واقعات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

امید یہی ہے کہ ان سب سے آپ نے پوری طرح استفادہ کیا ہوگا؛ اس لیے کہ کتاب اللہ کے لیے ضروری ہے کہ بندہ اسے حاضر قلبی کے ساتھ سماعت کرے، اس میں غور وفکر اور تدبر سے کام لے، اسی میں اس کے لیے بھلائی ہے؛ کیونکہ زیادہ فائدہ اسی کو حاصل ہوگا جو کتاب اللہ میں غور وفکر کرے گا اور پھر جو کچھ سیکھا ہے اس پر عمل کرنے کے لیے پختہ عزم کرے گا۔

* آیت الکرسی اور توحید کا بیان:

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آیت الکرسی جن معنوں پر مشتمل ہے ان پر اختصار سے گفتگو کروں؛ کیونکہ کتاب اللہ کے اندر یہ سب سے عظیم آیت ہے جس کی فضیلت اور عظمت میں بہت ساری حدیثیں وارد ہیں؛ انہی میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے:

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: " يَا أَبَا الْمُنْذِرِ، أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قَالَ: قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ، " أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قَالَ: قُلْتُ: اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ سورة البقرة آية 255 "، قَالَ: فَضَرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: وَاللَّهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ.

ترجمہ: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابومنذر! کیا تم جانتے ہو کتاب اللہ کی کونسی آیت، جو تمھارے پاس ہے، سب سے عظیم ہے؟” کہا: میں نے عرض کی: اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔آپ نے (دوبارہ) فرمایا: ”اے ابومنذر! کیا تم جانتے ہو اللہ کی کتاب کی کونسی آیت جو تمہارے پاس ہے، سب سے عظمت والی ہے؟” کہا: میں نے عرض کی: ”اللّٰہُ لَا إِلٰه إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ” کہا: تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارااور فرمایا: اللہ کی قسم! ابومنذر! تمھیں یہ علم مبارک ہو۔” (مسلم:810)۔

صحابی رسول رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم تھا کہ یہ آیت کتاب اللہ کے اندر سب سے عظیم ہے؛ اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اسی علم اور سمجھ پر آپ کو مبارکباد دی اور جو کچھ اللہ کے رسول سے آپ کو ملا ہے وہ کتاب اللہ کے اندر فقہ اور سمجھ حاصل کرنے کی وجہ سے ہے چنانچہ آپ نے اس کا صحیح صحیح جواب دیا جو کہ آپ کے فہم کی گہرائی اور کتاب اللہ کے اندر غور وفکر اور تدبر پر دلالت کرتا ہے؛ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ علم آپ کو مبارک ہو۔

اس آیت کریمہ کے اندر اللہ تبارک وتعالی نے توحید کی تینوں قسموں کا ذکر کیا ہے یعنی توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحید اسماء اور صفات، اسی طرح سے اپنی عظمت وجلال کا ذکر کیا ہے، (اللہ لا الہ الا ھو) اس کے اندر توحید الوہیت کا اثبات ہے اللہ رب العالمین کے لیے، اسی توحید کی خاطر اللہ تعالی نے

تمام پہلے کے لوگوں اور تمام بعد میں آنے والے لوگوں کو پیدا کیا اور جس کی خاطر اللہ تعالی نے جنت و دوزخ کو پیدا کیا اور جس کی خاطر اللہ نے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل کیا۔

*لا الہ الا اللہ کا معنی: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔

اس قدر مختصر اور جامع معنی کو اہل بدعت اور گمراہوں نے ضائع کر دیا اور اسے چھوڑ کر باطل معنی کو اپنا لیا جس سے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا چنانچہ اہل بدعت اور ان کی کتابوں سے تحذیر کی گئی کہ جنہوں نے لا الہ الا اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق اور کوئی رازق نہیں ہے، انہی سے بہت سارے نفس پرست اہل بدعت متاثر ہوئے اور توحید الوہیت کہ جس کی خاطر تمام انبیاء کو اللہ نے بھیجا تھا اور جسے لے کر انہوں نے تمام مشرکوں اور گمراہ قوموں کا سامنا کیا تھا ان ظالموں نے اس کی واضح تفسیر کو مٹا دیا اور اس کی تفسیر (لا خالق لا رازق) سے کر دی۔

ہاں ہمارا رب خالق و رازق ہے اور اس پر بہت ساری آیتیں بھی شاہد ہیں لیکن لا الہ الا اللہ کا یہ معنی نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے کہ جس سے تمام قسم کے بتوں درختوں پتھروں انس و جن اور فرشتوں کی عبادت اور پرستش کو باطل ٹھہرایا گیا ہے اور صرف اور صرف اللہ وحدہ لا شریک کے لیے عبادت کو خاص کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ ساری عبادتیں خواہ وہ نماز ہو زکوۃ روزے حج دعاء توکل خوف رغبت رہبت یہ سب ایسی عبادتیں ہیں کہ جن میں سے ذرہ برابر بھی غیر اللہ کے لیے پھیرنا جائز نہیں ہے نہ ہی انبیاء کے لیے اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے؛ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس توحید کو سمجھیں اور اس کے تعلق سے اچھی معلومات حاصل کریں کہ جسے دے کر تمام انبیاء کو بھیجا گیا، چنانچہ ضروری ہے کہ ہم اسی توحید کی لوگوں میں اشاعت کریں اس لیے کہ اہل بدعت اپنے باطل کو پھیلا رہے ہیں، بہت ساری ایسی جماعتیں اور مکاتب فکر اور مدارس پائے جاتے ہیں جو اسی باطل تفسیر پر قائم ہیں، یہ لوگوں کو اس عظیم کلمہ لا الہ الا اللہ

کے معنی میں گمراہ کرتے ہیں جس کی فضیلت اور شان میں بہت کچھ کہا گیا اور یہ بتایا گیا کہ اسی کی خاطر تمام رسولوں کو بھیجا گیا، تمام کتابوں کو نازل کیا گیا، اسی کی خاطر جنت و دوزخ کی تخلیق ہوئی ہے لوگوں سے قبروں میں سوال کیا جائے گا تمہارا رب کون ہے وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے تمہارا نبی کون ہے وہ کہے گا میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ یہ ایسا جملہ ہے جس کے گرد تمام رسالتیں گھومتی ہیں، قرآن کریم کے اندر بہت ساری آیتیں اسی کے ارد گرد گھومتی ہیں ۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے اپنے لیے" الحی القیوم" صفت لائی ہے، الحی سے مراد دائمی حیات ہے کہ جس سے پہلے کوئی عدم نہ ہو اور نہ ہی اس کے بعد کوئی عدم ہو، وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، وہ ساری چیزوں سے پہلے ہے وہ ہر چیز پر ظاہر ہے وہ باطن ہے کہ جس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اس طرح سے یہ صفت" الحی" تمام اسماء اور صفات کو شامل ہے؛ کیونکہ اس سے حیات کاملہ مراد ہے جو تمام صفات کمال کو لازم ہے؛ اس سے مراد صفت سمع و بصر ہو، قدرت و ارادہ ہو یا دیگر تمام صفات ۔

القیوم کا مطلب یہ ہے کہ جو بذات خود قائم رہنے والا ہو اور ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہونا، وہی تمام آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے، ساری کائنات کی وہی تدبیر کرتا ہے اور ساری چیزوں پر اسی کا تصرف ہے، ہر چیز کو وہ قائم رکھنے والا ہے وہ ہر نفس کو قائم رکھنے والا ہے، وہ ساری چیزوں کو جانتا ہے، ساری چیزیں اس کے احاطہ علم میں ہیں، سب کی وہ سنتا ہے، سب کو دیکھتا ہے، ہر چیز پر وہ قدرت رکھتا ہے، اس کا ارادہ سب پر غالب ہے، اس طرح صفت قیوم تمام صفات افعال کو شامل ہے، اور اسی طرح توحید ربوبیت کو بھی شامل ہے، اسی طرح صفت خلق و رزق، مارنے اور جلانے اور اس کے مشابہ تمام صفات کو شامل ہے ارشاد باری تعالی ہے: (فعال لما يريد) ترجمہ: وہ جو چاہے کرنے والا ہے ۔ (هود:107) ۔

اس کے بعد اللہ تعالی نے اس حیات اور قیومیت کے اندر اپنے کمال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: (لا تأخذہ سنة ولا نوم) اسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اس سے اللہ تعالی کی حیات اور اس کی قیومیت کے اندر کمال کا پتہ چلتا ہے کہ وہی ہے جو ساری کائنات کی تدبیر کرتا ہے اور اسے منظم رکھتا ہے، وہی آسمانوں کو روکے ہوئے ہے کہ وہ زمین پر نہ گر سکیں، سو اسے نہ تو کبھی اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، وہ تمام کمیوں سے بالاتر اور پاک ہے؛ کیونکہ یہ چیزیں کمزوروں کی صفات ہیں یہ اوصاف اس کے کمزور مسکین اور محتاج بندوں میں پائے جاتے ہیں تاکہ انہیں تھکان سے راحت حاصل ہو سکے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا) ترجمہ: اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا[النبا:9]۔

- (لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے):

یہاں پر اللہ تعالی نے اپنے وسیع مملکت اور بادشاہت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ ساری کائنات اسی کی ملکیت ہے سب کچھ اسی کے ساتھ خاص ہے اس میں ذرہ برابر بھی کوئی شریک نہیں ہے، آسمان و زمین، عرش و کرسی، جنت و دوزخ اور ساری مخلوقات سب اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہیں، جس نے تنہا انہیں پیدا کیا ہے اور وہی تنہا ان کا مالک ہے، اس کی بادشاہت بڑی عظیم ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے[آل عمران:26]۔

وہی بادشاہ ہے کہ قیامت کے دن تنہا وہی مالک ہوگا، ارشاد باری تعالی ہے: (يَوْمَ هُمْ

بَارِزُونَ لَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ) ترجمہ: جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے،، بہت دبدبے والا ہے۔ [غافر:16]۔

سوان آیتوں کے ذریعے اللہ تعالی کی عظمت کو یاد کرو اور اس کی کما حقہ تعظیم کرو، اس کی ہیبت اور رجاہ وجلال سے خوف کھاؤ، ان تمام حقوق کو پورا کرو جنہیں اس نے تمہارے اوپر واجب کیا ہے جو کہ تمہاری ہی مصلحت میں ہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، یہ ساری عبادات ان کے اندر بندوں کے لیے ہی مصلحتیں مضمر ہیں؛ ایک انسان وضو کرتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں کو دھلتا ہے تو اس سے وہ سارے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں جنہیں اس نے اپنے ہاتھوں سے کمایا تھا، جب وہ اپنے چہرے کو دھلتا ہے تو وہ سارے گناہ ختم ہو جاتے ہیں جن کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور جب وہ وضو ختم کر کے یہ دعاء پڑھتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اس کے لیے جنت کے سارے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، کیا آپ وضوء کی اس عظیم مصلحت کو نہیں دیکھ رہے ہیں؟! یہ تو وضوء کا معاملہ ہے! پھر نماز کا کیا حال ہوگا؟! زکوۃ کا کیا حال ہوگا؟! اسی طرح دیگر تمام عبادتوں کا کیا حال ہوگا؟!

چنانچہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے حق میں جو چیز بھی واجب اور فرض کرتا ہے اس کی کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہوتی ہے جو بندے ہی کے حق میں ہوتا ہے، اللہ تعالی بہت زیادہ مہربان اور بندوں پر کریم ہے۔

عبادت سے ناراض وہی لوگ ہوں گے جو کافر اور منافق ہیں جہاں تک اللہ کے مومن بندے کا تعلق ہے تو وہ عبادت کے اندر لذت محسوس کرتا ہے، وہ اللہ تعالی کے عفو و کرم اور اس کے جود وسخا کا حریص ہوتا ہے، انبیاء اللہ کی عبادت کرتے ہیں خوف ومحبت کے ساتھ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

:(إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ)
ترجمہ: بے شک وہ نیکیوں میں بہت جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے ہی لیے عاجزی کرنے والے تھے۔ [الانبیاء:90]۔

جبکہ گمراہ صوفیاء کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی عبادت اس کی جنت کی خاطر نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے دوزخ کے خوف سے کرتے ہیں، اس طرح انہوں نے خود کو انبیاء سے اوپر کرلیا، دیکھیں اس گمراہی کو کیسے شیطان انہیں اس قدر گھٹیا درجے تک پہنچا دیتا ہے کہ ایک طرف تو انبیاء اللہ کی عبادت اس کی جنت کی چاہت اور اس کے دوزخ کے خوف کی وجہ سے کرتے ہیں اور کوئی بھی بندہ مومن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ وہ اللہ سے خوف نہ کھائے اور ہر آن اس کا مراقبہ نہ کرے، عبادتوں کے اندر اصل بنیاد خوف ہے اگر کسی انسان کے اندر سے اللہ کا خوف نکل جائے تو وہ اللہ کے دین سے بھی نکل جائے گا، اگر وہ اللہ سے خوف نہیں کھائے گا اور اللہ کی نعمتوں کی چاہت نہیں رکھے گا تو اس کے دین سے نکل جائے گا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ لوگو! اللہ کی قسم! میں تم سے کہیں زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم میں کہیں زیادہ میں اسکے لئے تقوی شعار ہوں۔ (متفق علیہ)۔

چنانچہ جب آپ نماز میں داخل ہوتے تو آپ کے سینے سے ویسے ہی آواز آتی جیسے ہانڈی میں کھولنے والے پانی کی آواز آتی ہے، اس قدر آپ اللہ سے ڈرتے تھے! اور اللہ سے وہی خوف کھائے گا جو اس کی کما حقہ قدر کرتا ہے اور کما حقہ اس کی تعظیم کرتا ہے، ہم ایسے شیاطین سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

-(مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ: کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟):

یقینا وہ اللہ کی عظیم الشان ذات ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ[23] هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ [23] وہ اللہ ہی ہے جو خاکہ بنانے والا، گھڑنے ڈھالنے والا، صورت بنا دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں، اس کی تسبیح ہر وہ چیز کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ [الحشر: 24]۔

اللہ کی ذات سب سے بلند و بالا تر ہے، وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، وہ جبار ہے، ساری کبریائی اسی کے لیے ہے، وہ کبھی اس بات سے راضی نہیں ہوگا کہ کوئی اس سے آگے بڑھے یہاں تک کہ شفاعت بھی اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کوئی کر نہیں سکتا، تمام انبیاء قیامت کے دن شفاعت کرنے سے معذرت کر لیں گے، میدان محشر میں قیامت کے روز تمام لوگ پریشان اور بے حال ہوں گے، کربناکی اور ہولناکی کے پہاڑ ان پر ٹوٹ رہے ہوں گے وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ چلو اپنے دادا آدم علیہ السلام کے پاس چلتے ہیں، چنانچہ وہ سب آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے جیسا کہ تفصیل سے حدیث شفاعہ میں آیا ہے:

عَلَيْكُمْ بِآدَمَ، فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، فَيَقُولُونَ لَهُ: أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا، فَيَقُولُ آدَمُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ، فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ،

فَيَأْتُونَ نُوحًا، فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ، إِنَّكَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ، فَيَقُولُونَ: يَا إِبْرَاهِيمُ، أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ..... الحديث۔

ترجمہ: بعض لوگ بعض سے کہیں گے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ سب لوگ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے آپ انسانوں کے پردادا ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی طرف سے خصوصیت کے ساتھ آپ میں روح پھونکی۔ فرشتوں کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اس لیے آپ رب کے حضور میں ہماری شفاعت کر دیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں۔ آدم علیہ السلام کہیں گے کہ میرا رب آج انتہائی غضبناک ہے۔ اس سے پہلے اتنا غضبناک وہ کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غضب ناک ہوگا اور رب العزت نے مجھے بھی درخت سے روکا تھا لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی، پس نفسی نفسی، نفسی مجھ کو اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے نوح! آپ سب سے پہلے پیغمبر ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے اور آپ کو اللہ نے "شکر گزار بندہ" (عبد شکور) کا خطاب دیا۔ آپ ہی ہمارے لیے اپنے رب کے حضور میں شفاعت کر دیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام بھی کہیں گے کہ میرا رب آج اتنا غضبناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک نہیں تھا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غضبناک ہوگا اور مجھے ایک دعا کی قبولیت کا یقین دلایا گیا تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔

نفسی، نفسی، نفسی آج مجھ کو اپنے ہی نفس کی فکر ہے تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور اللہ کے خلیل ہیں روئے زمین میں منتخب، آپ ہماری شفاعت کیجئے، آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں... الحدیث۔ (متفق علیہ)۔

اس طرح آدم علیہ السلام معذرت کریں گے اور اپنے گناہوں کو یاد کریں گے چنانچہ کہیں گے کہ اللہ نے مجھے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اللہ کی نافرمانی کی یعنی آپ نے اس درخت کا پھل کھالیا تھا حالانکہ آپ نے اس کے بعد اس گناہ کی وجہ سے ایک عظیم توبہ کی تھی اور اللہ نے اسے قبول بھی کرلیا اس کے باوجود آپ اللہ سے حیا کریں گے اور اللہ کے پاس جانے سے شرمائیں گے یعنی ایک بندہ جو اللہ سے توبہ کرے اور سینکڑوں سال اس کی عبادت کرے اس کی طرف رجوع کرے کیونکہ دنیا میں آپ ایک لمبی مدت تک تھے اس کے باوجود آپ اللہ سے حیا کر رہے ہیں اس بات سے کہ آپ جا کر کے اللہ سے لوگوں کے لیے سفارش کردیں محض اس وجہ سے کہ اللہ نے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا مگر آپ نے کھالیا اور وہ بھی اللہ کی ہدایت کو بھول کر کے شیطان کے بہکاوے میں آکر، ایک مومن اسی طرح ہوتا ہے۔

اسی طرح نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک رات و دن خلوت اور جلوت ہر حال میں توحید کی طرف دعوت دی مگر وہ لوگ اپنے کفر گمراہی اور سرکشی میں بڑھتے ہی رہے تو نوح علیہ السلام نے ان پر بددعا کردی چنانچہ اللہ نے انہیں ہلاک کردیا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا نوح علیہ السلام کہتے ہیں کہ مجھے ایک مقبول دعا ملی تھی جسے میں نے استعمال کرلیا، یعنی اللہ نے انکی دعاء سن کر انکے دشمنوں سے انتقام لے لیا، اس مقبول دعاء کو بھی آپ نے بطور عذر پیش کیا، حیاء اللہ کی طرف سے بڑی عجیب شے ہے، اس کا شمار پہلی نبوتوں میں ہوتا ہے جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ".

ترجمہ: سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اگلے پیغمبروں کا کلام جو لوگوں کو ملا اس میں یہ بھی ہے کہ جب شرم ہی نہ رہی تو پھر جو جی چاہے وہ کرے۔" (بخاری:6120)۔

معلوم ہوا کہ حیاء بھی ایک عظیم اخلاق ہے ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسے ضرور اپنائے۔ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں نے تین جھوٹ بولا۔حالانکہ یہ اللہ کی راہ میں توریہ تھا حقیقی جھوٹ نہیں تھا ابراہیم علیہ السلام نے ایک جھوٹ اس وقت بولا تھا جب ان بتوں کو توڑنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا جنہیں ان کی قوم نے اللہ کو چھوڑ کر اس کا ہمسر بنا رکھا تھا، یہ بہت ہی عظیم عمل تھا اس میں سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ابراہیم علیہ السلام کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا جنہوں نے بتوں کو توڑ دیا تھا اور اس وقت آپ نے کہا تھا کہ میں بیمار ہوں اور جب ان کی قوم کے لوگ چلے گئے تو آپ نے ایک پھاوڑا لے کر ان کے بتوں کو توڑ دیا جیسا کہ قرآن میں اس کا ذکر آیا ہے:(فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ) ترجمہ: پھر تو (پوری قوت کے ساتھ) دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے پر پل پڑے[الصافات: 93]۔اللہ تعالی نے آپ کے قصے کو متعدد سورتوں میں نقل کیا ہے یہاں شاہد یہ ہے کہ آپ نے اسے جھوٹ شمار کیا اسی وجہ سے قیامت کے روز آپ اللہ سے سفارش کر کرنے سے حیا کریں گے۔

دوسری جھوٹ: جس وقت آپ اپنے ملک عراق سے فلسطین جارہے تھے تو راستے میں ایک جابر بادشاہ سے گزر ہوا اس کے ذلیل حاشیہ برداروں نے اس سے کہہ رکھا تھا کہ یہاں پر ایک شخص ایک ایسی خوبصورت عورت کے ساتھ ہے کے جو صرف آپ ہی کے لیے مناسب ہے، ابراہیم علیہ السلام کو اس بارے میں علم ہوگیا تو آپ نے اپنی بیوی سارہ سے کہا کہ جب تم اس کے پاس جانا تو اس سے کہنا میرے

تعلق سے کہ وہ میرے بھائی ہیں- کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوچ رکھا تھا کہ اگر اسے پتہ چل جائے گا کہ یہ میری بیوی ہے تو مجھے قتل کر دے گا- اور آپ نے اس لیے ان سے بھائی کہنے کے لیے کہا تھا کیونکہ وہ ان کے دینی بھائی تھے، کیونکہ ان دونوں کے علاوہ اس وقت کوئی بھی مسلمان نہیں تھا۔

آپ نے اسے بھی جھوٹ شمار کیا جس سے قیامت کے دن حیا کریں گے، آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان اپنی زندگی میں کتنی جھوٹ بولتا ہے مگر سب کو بھول جاتا ہے- ہم جھوٹ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں- جو کہ بہت ہی خبیث صفت ہے بلکہ یہ کفر باللہ کے ارکان میں سے ہے، اور ابراہیم علیہ السلام نے حقیقت میں کوئی جھوٹ بات نہیں کہی تھی بلکہ یہ توریہ تھا اور یہ سب کے سب اللہ کی خاطر تھے پھر بھی آپ نے شفاعت سے معذرت کر لی۔ جیسا کہ مزید آگے حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى، فَيَأْتُونَ مُوسَى، فَيَقُولُونَ: يَا مُوسَى، أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، فَضَّلَكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، فَيَأْتُونَ عِيسَى، فَيَقُولُونَ: يَا عِيسَى، أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَيَقُولُ عِيسَى: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ قَطُّ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ، فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا، فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ، أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ

الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ، وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ، ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَقُولُ: أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ، أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى".

ترجمہ: میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں موسیٰ علیہ السلام پاس کے جاؤ۔ سب لوگ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف سے رسالت اور اپنے کلام کے ذریعہ فضیلت دی۔ آپ ہماری شفاعت اپنے رب کے حضور میں کریں، آپ ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ بہت غضبناک ہے، اتنا غضبناک کہ وہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ اللہ کی طرف سے مجھے اس کا کوئی حکم نہیں ملا تھا۔ نفسی، نفسی، نفسی بس مجھ کو آج اپنی فکر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے۔ اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم علیہا السلام پر ڈالا تھا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں، آپ نے بچپن میں ماں کی گود ہی میں لوگوں سے بات کی تھی، ہماری شفاعت کیجئے، آپ ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہو چکی ہے۔ عیسیٰ بھی کہیں گے کہ میرا رب آج اس درجہ غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک ہوا تھا اور نہ کبھی ہوگا اور آپ کسی لغزش کا ذکر نہیں کریں گے (صرف) اتنا کہیں گے، نفسی، نفسی، نفسی میرے سوا کسی

اور کے پاس جاؤ۔ ہاں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ سب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اللہ کے رسول اور سب سے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں، اپنے رب کے دربار میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر میں آگے بڑھوں گا اور عرش تلے پہنچ کر اپنے رب عزوجل کے لیے سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور حسن ثناء کے دروازے کھول دے گا کہ مجھ سے پہلے کسی کو وہ طریقے اور وہ محامد نہیں بتائے تھے۔ پھر کہا جائے گا، اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول ہو جائے گی۔ اب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا۔ اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! میری امت پر کرم کر، کہا جائے گا اے محمد! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں ہے، جنت کے داہنے دروازے سے داخل کیجئے ویسے انہیں اختیار ہے، جس دروازے سے چاہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جنت کے دروازے کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں ہے یا جتنا مکہ اور بصریٰ میں ہے۔ (بخاری:4712)۔

موسیٰ علیہ السلام معذرت کر لیں گے اس لیے کہ انہوں نے ایک ظالم کافر قبطی کا قتل کیا تھا، اللہ کی اجازت کے بغیر اسے قتل کر دیا تھا چنانچہ انہوں نے اسے گناہ سمجھا اور شفاعت کے لیے آگے بڑھنے سے حیا کرنے لگے گے، چنانچہ اس کے بعد وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوگوں کو بھیج دیں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے کہ میں ہی اس کا مستحق ہوں، چنانچہ آپ عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑیں گے اور اللہ تعالی سے لمبی دعاء کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالی آپ کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا؛ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: کون ہے جو

شفاعت کرے؟ یعنی اللہ عزوجل کے پاس کون یہ طاقت رکھتا ہے جو اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے، اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی یہ طاقت نہیں رکھتا ہے کیونکہ شفاعت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ) ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لیے ہے تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے [الزمر:44]۔

اسی لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ شفاعت مردوں سے طلب کی جائے یا ان لوگوں سے جو سامنے حاضر نہ ہوں بلکہ شفاعت صرف اور صرف ایسے شخص سے طلب کی جا سکتی ہے جو سامنے حاضر ہو زندہ ہو جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو مر چکے ہیں اگر ان سے کوئی شفاعت طلب کرتا ہے تو یہ گویا ایسے حق کو طلب کر رہا ہے جو اللہ کے لیے خاص ہے یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کی اجازت دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (کہہ دیجئے کہ تمام شفاعت صرف اللہ کے لیے ہے)۔ آپ دیکھیں گے کہ روافض اور قبر پرست مردوں سے شفاعت طلب کرتے ہیں بلکہ ان کے لیے ذبیحہ کرتے ہیں، ان سے استغاثہ کرتے ہیں، مدد طلب کرتے ہیں بلکہ ان مردوں کے تعلق سے ان کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ غیب کی باتیں بھی جانتے ہیں کائنات میں تصرف کرتے ہیں یہ صرف توحید الوہیت ہی میں شرک نہیں کرتے ہیں بلکہ توحید ربوبیت میں بھی شرک کرتے ہیں، چونکہ غیب کی باتوں کو صرف اللہ جانتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ) ترجمہ: کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟ [النمل:65]۔

حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے سب سے افضل اور اقرب نبی کے بارے میں کہتا ہے: (قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ

میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں ۔(الانعام:50)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ) ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں[الاعراف:188]۔

چنانچہ وہ ولیوں اور بزرگوں میں عقیدہ رکھتے ہیں حتی کہ ایسے لوگوں میں بھی ان کا اعتقاد ہوتا ہے جو بزرگ بھی نہیں ہوتے، دین سے دور ہوتے ہیں بلکہ بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو انسان تک نہیں ہوتے بلکہ وہ ان کا شمار حیوانوں میں ہوتا ہے یہ سب گمراہوں اور ملحدوں کی سازشیں ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی گدھے کو زمین میں دفن کر دیا یا کسی دوسرے جانور کو اور وہاں پر قبر بنا دی اور پھر آ کر لوگوں نے مشہور کر دیا کہ یہ کسی ولی بزرگ کی قبر ہے یہاں تک کہ بہت سارے جاہل بیوقوف اور احمق لوگ اور گمراہ صوفیاء اس قبر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس کی تقدیس کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ اس کا طواف کرنے لگ جاتے ہیں اور اس سے ایسی چیزیں طلب کرتے ہیں جو صرف اللہ ہی سے طلب کی جا سکتی ہیں، یہ سراسر اللہ کی توحید کے منافی ہے۔

یہاں شاہد یہ ہے کہ ساری شفاعت اللہ کی ملکیت ہیں چنانچہ شفاعت اللہ کو چھوڑ کر کسی سے طلب نہیں کرنا چاہیے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء قیامت کے دن اللہ کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کریں گے ارشاد باری تعالی ہے:(وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَى)

ترجمہ: اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے [النجم:26]۔

انہی میں جبرائیل اور میکائیل، اسی طرح پہاڑوں کا فرشتہ اور انہی میں وہ فرشتہ بھی ہوگا جس کے بارے میں نبی کو اجازت ہے بات کرنے کی کہ وہ اس قدر عظیم ہوگا کہ اس کے کانوں اور اس کے کندھے کے درمیان اتنی دوری ہوگی جتنی دوری آسمان اور زمین کے درمیان ہے، اسی طرح وہ فرشتہ بھی ہے کہ جو پہاڑوں کو اٹھا کر ایک دوسرے پر رکھ دے جیسا کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ مجھے جو چاہے حکم دیں، اگر آپ مجھے کہیں تو میں کفار مکہ کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں، یہ بڑے بڑے فرشتے ہوں گے جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو بازو ہوں گے جو آسمان اور زمین کو ڈھک لیں گے اس کے باوجود یہ ساری مخلوق خوف ڈر اور تعظیم کے ساتھ اللہ کی عظمت کے سامنے خود کو کمزور، ناتواں اور حقیر سمجھیں گے۔

یہ فرشتے بھی اللہ کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر کسی کے حق میں شفاعت نہیں کریں گے، جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل یہ شفاعت جاہلوں و احمقوں اور گمراہوں اور بدعتیوں کے یہاں ایک کھیل بنا ہوا ہے، ہم اللہ سے عافیت کے طلبگار ہیں۔

*توحید کا ضائع کرنا امت کے ضیاع کا سبب ہے:

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم توحید کا اہتمام کریں، اللہ کی قسم! یہ امت اسی وقت ضائع ہوئی ہے اور اس پر یہود و نصاری مجوس اور ملحدین وغیرہ جیسے کافر دشمن اسی وقت مسلط ہوئے ہیں جب اس نے توحید کو ضائع کر دیا تو اللہ تعالی نے ان پر بھی ذلت کو مسلط کر دیا اور اللہ تعالی اس وقت تک ان سے خوش نہیں ہوگا جب تک کہ یہ اسی اسلام کی طرف واپس نہیں ہو جائیں گے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ

کرام قائم تھے حدیث کے اندر وارد ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے گایوں بیلوں کے دم تھام لو گے، کھیتی باڑی میں مست و مگن رہنے لگو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا، جس سے تم اس وقت تک نجات و چھٹکارا نہ پا سکو گے جب تک اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ گے"۔ (سنن ابی داود: 3462)۔

آپ دیکھیں گے اس وقت دنیا کے اندر بہت ساری دعوتیں اٹھ رہی ہیں مگر آپ ان میں سے کسی کو نہیں دیکھیں گے جو خالص توحید کی طرف دعوت دے رہا ہو، ایک جماعت ہے اس کے اپنے اصول ہیں اس کے اپنے منہج ہیں جو اللہ کے منہج سے اور نبیوں کی منہج سے الگ ہے وہ ایسے منہج کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے مخالف ہے، اس کا طریقہ اور منہج انبیاء کے طریقوں سے مختلف ہے۔

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو صرف توحید کی طرف ساڑھے نو سو برس تک دعوت دی، یہ لوگ سیلفیوں سے کہتے ہیں: تم قبر والوں سے مقابلہ کرنے آئے ہو جبکہ ہم محل والوں سے مقابلہ کرنے نکلے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے بتوں سے مقابلہ کرو، کیا تمہاری دعوت انبیاء کی دعوت سے بھی عظیم ہے؟! وجہ یہی ہے کہ آج تک انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی، اللہ رب العالمین فرماتا ہے: (وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا [22] سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا) ترجمہ: اور اگر تم سے کافر جنگ کرتے تو یقیناً پیٹھ

دکھا کر بھاگتے پھر نہ تو کوئی کارساز پاتے نہ مددگار[22] اللہ کے اس قاعدے کے مطابق جو پہلے سے چلا آیا ہے، تو کبھی بھی اللہ کے قاعدے کو بدلتا ہوا نہ پائے گا[الفتح:23]۔

یہی اللہ کی سنت ہے اہل توحید کے بارے میں جو انبیاء کے پیروکار ہیں لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان ہر جگہ قتال کر رہے ہیں، لیکن انہیں ہر جگہ ہزیمت، شکست ذلت اور رسوائی ہی میسر آرہی ہے وہ کہیں بھی کامیاب نہیں دکھائی دے رہے ہیں، انہوں نے افغانستان میں قتال کیا، چیچنیا میں قتال کیا، وہاں قتال کیا یہاں قتال کیا، فلسطین میں 60 سال سے قتال کر رہے ہیں لیکن سوائے شکست ذلت اور رسوائی کے کچھ حاصل نہیں ہو رہا ہے؛ اس لیے کہ یہ اس وعدے کے مستحق نہیں ہیں جسے اللہ نے متعدد آیتوں میں کیا ہے چنانچہ ایک جگہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔[محمد:7]۔

لہذا جو وطن پرستی کی طرف دعوت دے گا وطن کی خاطر قتال کرے گا وطن پرستی کی خاطر لڑائی کرے گا اور توحید کو بھول جائے گا کہ اللہ اس کی کیسے مدد کر سکتا ہے؟! کہتے ہیں کہ عیسائی ہمارے بھائی ہیں، حتی کہ یہاں تک کہنے سے بھی نہیں شرم آتی کہ یہود دو طرح کے ہیں: ایک اصلی یہود ہیں اور ایک صہیونی یہود ہیں، جو ہمارے دشمن ہیں وہ صہیونی یہود ہیں، انہوں نے ہماری زمین کو چھینا ہے ہم ان سے اسی بنیاد پر لڑائی کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے افغانستان میں کمیونسٹوں کے خلاف لڑائی کی اور جب وہاں پر اہل توحید آئے جہاد کے لیے توحید کو عام کرنے کے لیے تو یہ اہل توحید کے خلاف بھی لڑائی کرنے لگے، افغان جہاد کہاں چلا گیا تھا اس وقت، کتنے نوجوان اس جنگ میں ضائع ہو گئے، اس کا نتیجہ کیا نکلا؟! کہاں ہے اس کا پھل اور ثمرہ؟!

روسی فوج نکل گئی اور اس کے پیچھے مغربی ممالک آپہنچے، یہ سن لو! اللہ تعالی اس امت کی مدد اسی

وقت کرے گا جب یہ امت حق کے ساتھ سچائی کے ساتھ اور یقین کے ساتھ کتاب وسنت کا علم بلند کرے گی توحید کا علم بلند کرے گی لیکن جب تک یہ کتاب وسنت سے دور ہو کر اپنے بنائے ہوئے من گھڑت طریقوں اور منہجوں کے علم کو بلند کرتی رہے گی بلکہ جاہلی نعروں کو پکارتی رہے گی تو یہ اللہ کے یہاں مزید رسوائی اٹھائیں گے اور دشمن ان پر مسلط رہیں گے اور یہ اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ یہ اس اصلی دین کی طرف واپس نہ ہو جائیں جسے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے۔

اللہ کے نزدیک دین اسلام صرف ایک ہی ہے اور یہ وہی دین ہے جسے تمام انبیاء اور خاتم النبیین لے کر کے آئے اور آپ نے اس پر چلنے کا طریقہ بھی اور منہج بھی سکھایا کوئی مرغنی نقشبندی یا دوسرے گمراہ صوفی فرقوں کا طریقہ مقبول نہیں ہے، اللہ کا جو برحق دین ہے اسی کو آج تمام مسلمانوں کو تھامنے کی ضرورت ہے آج ہمیں اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے، کتاب وسنت کو تھامنے کی ضرورت ہے، اللہ کی قسم! اگر یہ اللہ کے حقیقی دین کی طرف واپس آجائیں تو اللہ ان کی ضرور مدد کرے گا یورپ پر اور امریکہ پر اور تمام ملکوں کے خلاف ان کی مدد کرے گا، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ) ترجمہ: اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے اگر چہ مشرک برا مانیں [التوبہ:33]۔

یقینا یہی لوگ اس مدد اور کامیابی کے مستحق ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہ تھے جن کی اللہ نے مدد کی تھی جن کے ذریعے سے اللہ تعالی نے اپنے دین کو غالب کیا تھا ارشاد فرماتا ہے اللہ تعالی: (وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ

ذَٰلِكَ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) ترجمہ: تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جمادے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اورکفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں [النور:55]۔

یہ ساری صفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے درمیان موجود تھیں اس لیے اللہ تعالی نے انہیں خلافت ارضی عطا کی، وہ اسی اسلام اور اسی توحید کے ساتھ دنیا کے حاکم رہے جس دین اور توحید کو لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے، آج ہم دیکھتے ہیں روافض کو جو کھلا شرک کر رہے ہیں اور اپنی کفریہ اور شرکیہ حکومت کو اسلامی حکومت کا نام دیتے ہیں، ان کے یہاں کس قدر شرک کفر اور گمراہیاں پائی جاتی ہیں اس کا کوئی شمار نہیں پھر بھی ہم دیکھتے ہیں بہت سارے لوگوں کو جو اس رافضی حکومت کو اسلامی حکومت کا نام دیتے ہیں خاص کر اخوان المسلمین جو علم جہاد بلند کرنے کا ڈھونگ رچتے ہیں انہی میں حماسی بھی شمار ہوتے ہیں جو اس گمراہ حکومت کے ڈگڈگی بجاتے ہیں، وہ گمراہ جو یہود ونصاری سے بھی زیادہ گمراہ ہوں گے جو ہمیشہ سے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرتے رہے ہیں، اور یہ جو بھی مزاحمت کاری مسجد اقصی کے نام پہ کی جارہی ہے یہ سب جھوٹ کا تسلسل ہے مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور انہیں بھٹکانے کا ایک ذریعہ ہے، یہ بظاہر دکھاتے ہیں کہ ہم یہودیوں کے خلاف ہیں تاکہ یہ حزب الشیطان جسے یہ عرب ممالک میں حزب اللہ کے نام سے مشہور کر رکھے ہیں اس کو ہائی لائٹ کریں اور اسی طریقے سے فلسطین کے اندر حماسی تنظیم کو ہائی لائٹ کر کے پیش کریں ورنہ یہ صرف اور صرف مسلمانوں کو بانٹنے توڑنے اور انہیں مزید آزمائش میں مبتلا کرنے کا ذریعہ اور سبب ہیں۔

حماس پر ضروری ہے کہ وہ توحید کا علم بلند کرے روافض کا پیچھا چھوڑ دے اسے توحید نہیں کہتے ہیں اور نہ ہی سنت خواہ وہ کتنا ہی دعوی کیوں نہ کرلے، پہلے یہ دعوی کرتے تھے کہ ہم سلفی ہیں، ہم نے دیکھ لیا کہ یہ کس قدر منحرف ہیں! اور اللہ نے بھی انہیں رسوا کر دیا، انہوں نے کہا کہ یہی طائف منصورہ ہیں حالانکہ ضروری تھا حماس پر بلکہ تمام امت اسلامیہ پر کہ وہ دین حق کی طرف واپس آئیں اسی دین کی طرف جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم تھے۔

نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس توحید کی طرف بلاتے رہے، ابراہیم علیہ السلام مرتے دم تک توحید کی طرف دعوت دیتے رہے، موسی علیہ السلام مصر کے اندر تھے بنو اسرائیل فراعنہ کے ظلم کو برداشت کر رہے تھے انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم وطن پرستی کے لیے لڑائی کریں گے، ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:(قَالُوا أُوذِينَا مِن قَبْلِ أَن تَأْتِيَنَا وَمِن بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ) ترجمہ: وہ بولے کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم کو اذیتیں پہنچتی رہیں اور آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو(الأعراف:129)۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے انہیں صبر کی تلقین کی ہے، کہتے ہیں کہ جب بھی وہ شکایت کرتے موسی علیہ السلام ان سے کہتے کہ صبر کرو، فرعونی ان کے بچوں کو ذبح کرتے تھے ان کی عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، موسی علیہ السلام نے فرعون کو توحید کی طرف دعوت دی، اس نے آپ کی بات نہ مانی، جب اللہ تعالی نے اجازت دی تو موسی علیہ السلام وہاں سے راتوں رات نکل گئے، آپ اگر چاہتے تو ڈٹ کر مقابلہ کرتے بنی اسرائیل کو لے کر فرعون کے خلاف قتال کرتے لیکن کیا ہوتا؟! مصر میں خون کی ندیاں بہہ جاتیں، بنی اسرائیل مارے جاتے، یہ بھی ہوسکتا تھا فرعون بھی مار دیا جاتا فرعونی بھی اس لڑائی میں بڑی تعداد میں

مارے جاتے اوراس طرح مصر کی سرزمین خون سے رنگین ہوجاتی لیکن اللہ نے یہ نہیں چاہا بلکہ اللہ کا مقصد توحید کی سربلندی تھا؛ اسی لیے موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر وہاں سے نکل آئے صحرائے سینا میں داخل ہو گئے. بنی اسرائیل کو آپ نے جہاد کے لیے بلایا مگر انہوں نے کمزوری دکھائی دراصل فراعنہ کی تربیت کے آثار ان میں پائے جاتے تھے؛ اس لیے ان کے ہاتھ پر بیت المقدس فتح نہ ہو پائی بلکہ بعد میں یوشع بن نون کے ہاتھوں بیت المقدس کو فتح کیا گیا جو موسی اور ہارون علیہما السلام کے بعد بنی اسرائیل میں نبی بن آئے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ مکہ کے اندر 13 سال تک توحید کی طرف دعوت دیتے رہے اور اہل مکہ کی تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے، وہ انہیں مارتے ستاتے تھے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کبھی نہیں کہا کہ بغاوت کے لیے نکل جاؤ انقلاب کے لیے کھڑے ہو جاؤ بلکہ آپ نے ہمیشہ کہا: صبر سے کام لو، اے آل یاسر! صبر کرو، حالانکہ یاسر رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کی بیوی قید میں تھے بلکہ ان کی بیوی کو قتل کر دیا گیا تھا مگر جب اللہ تعالی نے ہجرت کا حکم دیا تو آپ وہاں سے نکل گئے اور مدینہ کے اندر مضبوطی حاصل ہوئی اس وقت مسلمانوں کو قتال کا حکم دیا گیا۔

لیکن جہاں تک اس وقت کا معاملہ ہے تو اس وقت کوئی قتال توحید کی بنیاد پر نہیں ہو رہا ہے اور نہ ہی دین کی خاطر کہیں لڑائی ہو رہی ہے بلکہ جہاں بھی لڑائی ہو رہی ہے زمین اور وطن کے لیے، صحابہ نے ہجرت کی تھی توحید کی خاطر، انہوں نے اپنے گھر بار اور دولت کو چھوڑا تھا توحید کی خاطر، انہوں نے قتال کیا تھا توحید کی خاطر، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ) ترجمہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (متفق علیہ)۔

جو اہل توحید فلسطینی ہیں وہ تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کر رہے ہیں، انہیں ستایا جاتا ہے اور در بدری کی زندگی گزارنی پڑ رہی ہے، وہاں پر رفض و تشیع بھی پھیلایا جا رہا ہے اور نصرانیت کو بھی عام کیا جا رہا ہے، کیا اسلامی حکومت اسی طریقے سے ہوتی ہے؟!

ہم نے ان امور پر تفصیلی گفتگو اس لیے کر لی کیونکہ یہ وقت کی ضرورت تھی تاکہ توحید کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے جس کی خاطر اس کائنات کو اللہ نے پیدا کیا ہے، آسمان و زمین، جنت و دوزخ کو اسی کے لیے پیدا کیا ہے، تمام رسولوں کو اسی کی خاطر بھیجا گیا ہے، کتابوں کو اسی کی خاطر نازل کیا گیا ہے، اس لیے اللہ کی توحید کی اہمیت کو سمجھ لو اور کتاب اللہ سے اسے حاصل کر لو، سنت رسول سے اسے سیکھ لو، ائمہ توحید: ابن تیمیہ ابن قیم اور ابن عبد الوہاب رحمہم اللہ جمیعا کی کتابوں سے اسے سیکھ لو، توحید کو حاصل کرو اسی طریقے سے دین کے سارے امور کو حاصل کرو خواہ اس کا تعلق نماز سے ہو زکوۃ سے ہو روزے سے ہو اور اسی طرح تمام عبادات سے ہو۔ ہم ان سارے امور کو کتاب اللہ اور سنت رسول سے حاصل کرتے ہیں؛ کیونکہ ان سب کا تعلق توحید سے جڑا ہوا ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو حق پر، بھلائی اور ہدایت پر قائم رکھے، ان لوگوں کے لیے نیک صالح سچے موحد مخلص داعیان دین نصیب فرمائے تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالی انہیں ذلت و رسوائی سے نکال کر عزت اور کامیابی کی راہ پر گامزن کرے، سوائے نوجوانو! دین کو اہل علم سے حاصل کرو اور اسی کو اپنی زندگی کا محور بنا لو، اگر اللہ تعالی نے تمہارے ذریعے صرف ایک ہی آدمی کو ہدایت نصیب کر دی تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوگا جیسا کہ ایک حدیث کے اندر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے خاندان اور اپنے سماج کی اصلاح کرے اپنی طاقت کے بقدر دین کی خدمت کرے، دعاء ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو حق پر ثابت قدم رکھے اور ہم سب کو صحیح راہ کی طرف رہنمائی کرنے والا بنائے، اللہ تعالی سب کی دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

تیسری مجلس

سورہ آل عمران: آیت 93 - سورہ النساء: آیت 23

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى اله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

*عبادت میں نبوی مشقت:

ہمارا حال یہ ہے کہ چار راتوں میں قرآن کے چار پارے پڑھتے ہیں جبکہ یہ نبوی طریقہ نہیں ہے ہمیں درج ذیل حدیث یاد آتی ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ ، قَالَ: " صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ، ثُمَّ مَضَى، فَقُلْتُ: يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ، فَمَضَى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا، إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا، تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ.

ترجمہ: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا: ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورہ بقرہ کا آغاز فرمایا، میں نے (دل میں) کہا: آپ سو آیات پڑھ کر رکوع فرمائیں گے مگر آپ آگے بڑھ گئے میں نے کہا: آپ اسے (پوری) رکعت میں پڑھیں گے، آپ آگے پڑھتے گئے، میں نے سوچا، اسے پڑھ کر رکوع کریں گے مگر آپ نے سورہ نساء شروع کر دی، آپ نے وہ پوری پڑھی، پھر آپ نے آل عمران شروع کر دی، اس کو پورا پڑھا، آپ ٹھہر ٹھہر کر قرائت فرماتے

رہے جب ایسی آیت سے گزرتے جس میں تسبیح ہے تو سبحان اللہ کہتے اور جب سوال (کرنے والی آیت) سے گزرتے (پڑھتے) تو سوال کرتے اور جب پناہ مانگنے والی آیت سے گزرتے تو۔ (اللہ سے) پناہ مانگتے، پھر آپ نے رکوع فرمایا۔ (مسلم:772)۔

یہ سب آپ نے صرف ایک ہی رکعت میں پڑھی ہے؛ اس لیے کہ آپ عبادت کی لذت کو محسوس کر رہے تھے، جب آپ کسی ایسی آیت سے گزرتے جس کے اندر دعا ہوتی تو آپ دعا کرتے، اور جب ایسی آیت سے گزرتے جس میں استغفار کا ذکر ہوتا تو آپ استغفار کرتے اور یہ سب آپ نے ایک ہی رکعت میں پڑھی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا) ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے [الاحزاب:21]۔

آج امت ایسا نہیں کرسکتی یا یہ کہہ لیں کہ اکثر لوگ ایسا نہیں کر سکتے، ہاں البتہ ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنی طاقت اور استطاعت بھر قرآن پاک کو زیادہ سے زیادہ پڑھیں اور اس کی تلاوت میں دلچسپی لیں اسے یاد کرنے میں، اسے سمجھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کی کوشش کروں، اسی طرح سے میں درج ذیل یہ حدیث بھی یاد کرتا ہوں جس کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَيْقَظَ، فَتَسَوَّكَ، وَتَوَضَّأَ، وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لأُولِي الأَلْبَابِ سورة آل عمران آية 190 فَقَرَأَ هَؤُلَاءِ الآيَاتِ حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ وہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ہاں سوئے پس (تہجد کے وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی اور وضو فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت مبارکہ پڑھ رہے تھے: "یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن رات کی آمد و رفت میں خالص عقل رکھنے والوں کے لئے اسباق ہیں۔" سورہ آل عمران کے ختم تک یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ (مسلم:763)۔

سو انسان کے لیے مناسب ہے کہ وہ رات میں سوتے وقت اپنا ایک ورد اور وظیفہ بنا لے کہ جب وہ سو کر آدھی رات میں اٹھے تو ان آیتوں کی تلاوت کرے اور اگر طاقت ہو تو نفل نماز بھی پڑھے۔

سورہ آل عمران کے اندر ہمارے لیے بہت ساری نصیحتیں اور عبرت آموز اسباق ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے جہاد کی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ کیسے فرشتے اتر کر ان کی مدد کرتے تھے اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ اللہ تعالی کافروں کے خلاف کیسے مومنوں کی مدد کرتا ہے، اس سورت کے اندر اللہ تعالی نے منافقوں کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے اور یہ کہ کیسے منافقین جہاد سے بھاگتے اور بزدلی دکھاتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی اس سورت کے اندر بہت کچھ بتایا گیا ہے جنہیں آپ لوگوں نے پڑھا اور سنا ہوگا۔

*کما حقہ اللہ کا تقوی اختیار کرنا:

ان شاء اللہ اس سورت سے دو یا تین آیتوں کے بارے میں گفتگو کریں گے اور وہ اللہ کا یہ قول ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ[102] وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم

تک مسلمان ہی رہنا[102] ۔اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ [آل عمران:103]۔

ان آیتوں کے اندر رب ذوالجلال نے ہمیں اپنے تقوی کو اختیار کرنے پر ابھارا ہے کہ ہم کما حقہ اس کا تقوی اختیار کریں؛ چنانچہ اللہ تعالی کے اس قول (اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ) کی تفسیر ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ کی ہے کہ کما حقہ اللہ کا تقوی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے یاد رکھا جائے کبھی اسے بھولا نہ جائے، اس کا شکر بجا لایا جائے کبھی اس کی ناشکری نہ کی جائے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے کبھی اس کی نافرمانی نہ کی جائے ۔(تفسیر طبری:7 /64)۔

یقیناً اس آیت کی یہ بڑی عظیم تفسیر ہے کہ اللہ کو یاد کیا جائے کبھی اسے بھولا نہ جائے، اس کا شکر بجا لایا جائے کبھی اس کی ناشکری نہ کی جائے اور اس کی اطاعت وہ فرمانبرداری کی جائے کبھی اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔

اس لیے اللہ تبارک وتعالی کی کما حقہ اطاعت وفرمانبرداری کرو اور کما حقہ اس کا تقوی اختیار کرو اور کما حقہ اس کا شکر بجا لاؤ اور مسلمان ہو کر ہی مرو۔ یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ انسان اپنے لیے اس چیز کا مالک نہیں ہے لیکن اس کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ اسباب کو اپنائے، اس زندگی کے اندر وہ استقامت اختیار کرے کما حقہ اللہ کے دین پر قائم رہے اور کما حقہ اللہ کی اطاعت کرے اور اس کا شکر بجا لائے، ساتھ ہی اللہ تعالی سے اس دین پر ثابت قدمی کی دعا کرے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے رسول تھے اور فرماتے تھے: اے دلوں کو الٹنے پلٹنے والے!

میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم اللہ کے حقوق کو کماحقہ بقدر استطاعت پورا کریں، اسی طرح درج ذیل ان تینوں امور کو پورا کرنے کی کوشش کریں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے اس ایت کی تفسیر میں جن تین چیزوں کا ذکر کیا ہے؛ وہ یہ کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالی کا ذکر کریں۔

مخلوق کے اندر اللہ تعالی کی یہ سنت رہی ہے کہ انسان جس چیز پر جیتا ہے اسی پر مرتا بھی ہے، اور جب انسان کسی چیز پہ مرجاتا ہے تو اسی پر اسے اٹھایا بھی جاتا ہے، چنانچہ آپ جب اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری، اس کی شکرگزاری اور اس کے ذکرواذکار میں اپنی زندگی گزاریں گے تو اللہ تعالی آپ کا ان شاء اللہ خاتمہ بالخیر فرمائے گا، آپ کی موت ایمان اور اسلام پر ہوگی، بس اسکے لئے ہمارے او پر ضروری ہے کہ ہم ان اسباب کو اپنائیں جو ہمیں بہتر نتیجہ اور بڑا افائدہ فراہم کرے تاکہ ہماری موت اسلام پر ہو لیکن جب ہم گناہوں اور بدعتوں میں اپنی زندگی گزاریں گے تو یہ برے خاتمے اور بری موت کا سبب بنے گا، ممکن ہے ایسے شخص کی موت اسلام پر نہ ہو؛ کیونکہ بدعات اور بڑے گناہ برے خاتمہ کا سبب بنتے ہیں، والعیاذ باللہ۔

اس لیے گناہوں سے اور بدعتوں سے پوری طرح دور رہو، اگر کوئی بدعتوں میں یا بڑے گناہوں میں ملوث ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالی سے توبہ کرنے میں جلدی کرے، اگر اہل باطل نے اسے کسی بدعات میں یا کسی معصیت میں دھوکا دے کر ملوث کر دیا ہو تو اسے چاہیے کہ فوری طور پر اس سے دور ہو جائے اور اللہ تعالی سے توبہ کرنے میں جلدی کرے، اس پر اپنی شرمندگی اور ندامت کا احساس جتائے پھر اس کے بعد اللہ تعالی کی اطاعت اور فرمانبرداری پر باقی رہے؛ کیونکہ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم اور جود وسخا اور عدل وانصاف سے عمل کرنے والوں کا عمل ضائع نہیں کرتا ہے۔

* اختلاف امت: اسباب وعلاج:

اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو۔

اللہ تعالی کی طرف سے یہ خطاب پوری امت کو ہے اور یہ خطاب قیامت تک کے لیے ہے، امت محمدیہ پر یہ واجب ہے یہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں کوئی اس سے پیچھے نہ ہٹے، اس حکم الہی کا مکلف ہم میں سے ہر ایک ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ ہم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں؛ کیونکہ لفظ (جمیعا) کے اندر پوری امت اور تمام مسلمان شامل ہیں جیسے کہ ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً) ترجمہ: ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ (البقرہ:208)۔ یعنی اسلام میں سے کوئی چیز بھی نہ چھوڑو پورے طور پر اسے مضبوطی سے تھام لو اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

آگے اللہ تعالی نے فرمایا: (وَلَا تَفَرَّقُوا) یہاں بھی ساری امت کو اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ سب متحد ہو جاؤ اور آپس میں تفرقہ نہ پھیلاؤ۔ یعنی ایسے اسباب پیدا نہ کرو اور کسی ایسی چیز کا ارتکاب نہ کرو جس سے امت میں اختلاف پیدا ہو یا جو امت میں اختلاف کا باعث ہو؛ کیونکہ یہ بڑا جرم ہے اور بڑا ہی سنگین معاملہ ہے۔ سو ہم سب پر واجب ہے کہ ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دینے اور اختلاف و انتشار سے ڈرانے کی کوشش کریں، اگر کوئی شخص کسی بدعت کا ارتکاب کر لے یا کسی منکر امر میں پڑ جائے تو اسے ہم آگاہ کریں؛ کیونکہ اس سے امت میں اختلاف ہوتا ہے اور یہی اختلاف و انتشار کا سبب بنتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: (إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ) ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ (الانعام:159)۔

یہاں پر اللہ تعالی نے اپنے رسول کو ان لوگوں سے بری کر دیا ہے جو امت میں اختلاف برپا کرتے ہیں اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں، بدعتوں کی سنگینی اور ان کی خطرناکی پر یہ بہت بڑی دلیل ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اور دوسرے صحابہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے چنانچہ بعض لوگوں نے اسے کفر سے تفسیر کیا ہے اور بعض لوگوں نے بدعت سے حالانکہ آیت دونوں کو شامل ہے؛ کفر کو بھی شامل ہے اور بدعت کو بھی شامل ہے۔ (تفسیر طبری: 12/ 270)۔

اللہ تعالی نے متعدد جگہوں پر اختلاف وانتشار برپا کرنے سے ڈرایا ہے جیسا کہ اس آیت میں گروہ بندی کرنے والوں اور اختلاف پیدا کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور اسی طریقے سے سورہ روم کے اندر بھی اللہ تعالی نے اختلاف انتشار پیدا کرنے کی مذمت کی اور اس سے لوگوں کو ڈرایا اور آگاہ کیا ہے چنانچہ فرمایا: (وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ [31] مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ) ترجمہ: اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ [31] ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے [32]۔

معلوم ہوا کہ یہاں پر اللہ تعالی نے تفرقہ برپا کرنے کو مشرکین کی صفات میں شمار کیا ہے اور نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہم اختلاف وانتشار پیدا کر کے اور گروہ بندی کر کے مشرکوں میں سے نہ ہو جائیں؛ کیونکہ یہ مشرکین کی صفات میں سے ہیں، سچے، اللہ کے فرمانبردار نیک مومن بندوں کی صفات میں سے نہیں ہے وہ بندے جو اللہ کے حکم کی تابعداری کرتے ہیں، اس کے دین اور شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں، یقینا اختلاف پیدا کرنا گروہ بندی کرنا یہ یہود ونصاری اور بت پرستوں جیسے مشرکین کی صفات ہے، آپ گمراہی کی انتہا دیکھ رہے ہیں یہ اہل باطل کیسے اپنی باطل پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اہل بدعت اپنی بدعت پر اور اہل شرک

اپنے شرک پر شاداں اور فرحاں نظر آتے ہیں اور ہر کوئی اپنی برائی کے لیے تعصب کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتا ہے اور اس کا دفاع کرتا ہے، بلکہ اس کے لیے جنگ بھی کرنے کے لیے تیار رہتا ہے، وہ باطل کے دفاع میں جان بھی قربان کر دیتا ہے۔

یہ چیز عموما مشرکین کی طرف سے دیکھا جاتا ہے اور ان تمام فرقوں کی طرف سے جو اسلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں یہ لوگ حق کی مذمت کرتے ہیں اور اسے برا بنا کر پیش کرتے ہیں اور اہل حق سے لوگوں کو ڈراتے ہیں ان سے خبردار کرتے ہیں بلکہ اہل حق سے یہ لڑائی کرنے کے لیے اور انہیں مارنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں، وہ باطل کا ساتھ دیتے ہیں؛ کیونکہ شیطان نے ان کے لیے باطل کو مزین کر کے پیش کر دیا ہے اسی طرح گمراہیوں کو بھی ان کے لیے مزین کر کے پیش کرتا ہے؛ اسی لیے اہل باطل باطل پر خوش اور راضی ہوتے ہیں اور اس کی طرف دعوت دینے اور اسکے دفاع کے لیے اپنا سب کچھ لوٹا دیتے ہیں۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے!!

وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس قدر شدید مذمت آئی ہے ان لوگوں کی جو اللہ کے دین میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں امت کو بانٹتے ہیں اور باطل کے لیے تعصب کرتے ہیں، اس طرح کی آیتیں قرآن میں کئی جگہوں پر آئی ہیں جن کے اندر تفرقہ پیدا کرنے سے روکا گیا ہے اس کی مذمت کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کا انجام اللہ کے منہج کی مخالفت ہے اسلام کے عقائد سے دوری ہے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے؛ اسی لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث افتراق کے اندر فرمایا کہ یہ سارے لوگ جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقے کے اور یہ وہ فرقہ ہوگا جو اسی طریقے اور منہج پر چلے گا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ قائم تھے۔

اس لیے ہمیں دین کے اندر تفرقہ پیدا کرنے اور بدعت پیدا کرنے، اہل بدعت اور بدعت کا ساتھ دینے سے دور رہنا چاہیے اور دوسروں کو اس سے آگاہ کرنا چاہیے؛ کیونکہ بہت سارے سلفیت کا دعوی

کرنے والے بھی اس بیماری میں ملوث ہو رہے ہیں، وہ اہل بدعت سے دوستی کرتے ہیں حتی کہ ان کا دفاع بھی کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار رہتے ہیں اور وہ ان اہل بدعت کی خاطر اہل سنت سلفیوں سے لڑائی کرتے ہیں، ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس بری حالت سے اور اس بری گمراہی سے۔

-آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ)اور پھوٹ نہ ڈالو،اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے،تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔

یہ محبت، اتحاد اور اجتماعیت دراصل کتاب اللہ اور سنت رسول پر تھی، حق کی طرف دعوت دینے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر قائم تھی، اور یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ وہ بندوں کے دلوں کو جوڑتا ہے، مومنوں کے اندر آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور دوستی پیدا کرتا ہے، یقینا یہ اس کے نیک بندوں پر عظیم نعمت ہے اس سے دوسروں کو نصیحت اور ہمت افزائی بھی ہے کہ وہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دوستی اور محبت کریں، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں؛ کیونکہ اس خالص محبت اور دوستی کے دنیا اور آخرت ہر جگہ عظیم فوائد حاصل ہوتے ہیں؛ چنانچہ دنیا کے اندر اس سے مومنوں کو طاقت اور عزت حاصل ہوتی ہے اور دشمنوں پر اللہ کی طرف سے مدد ملتی ہے، اور جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو اللہ کی خاطر دوستی کرنے والے نہ کہ دنیا اور دوسرے دنیاوی مقاصد کی خاطر، ایسے لوگوں کی فضیلت میں ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ

طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے۔ جن کو اللہ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی اللہ کے لیے محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (متفق علیہ)۔

اللہ تعالی ان سات قسم کے خوش نصیب بندوں کو قیامت کے روز اپنے سائے میں جگہ دے گا، یہاں اللہ کے سائے سے مراد عرش الہی کا سایہ ہے، ان میں سے ایک وہ بندہ (انصاف پرور امام) ہوگا جو انصاف سے کام لیتا ہوگا یعنی اللہ کی شریعت کی پابندی کرتا ہوگا اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوگا، حق کی اشاعت کرتا ہوگا خیر کو عام کرتا ہوگا، امت کے اندر عدل وانصاف کو قائم کرنے والا ہوگا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہوگا وہ اللہ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق میں ظلم اور زیادتی نہیں کرتا ہوگا یہ اللہ کے سائے میں جگہ پانے والوں میں پہلے بندوں میں سے ہوگا اس دن اللہ کے عیسائی کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا

-انہی خوش نصیب بندوں میں وہ نوجوان بھی ہوگا جس نے اپنی جوانی کو اللہ کی عبادت میں گزاری ہوگی،

یہ اللہ کی توفیق سے ہوگا چنانچہ اس نے اپنی جوانی کو اللہ کی عبادت، اس کی اطاعت فرمانبرداری اور اسلامی شریعت کی پابندی میں گزاری ہوگی، سوائے نوجوانو! ایسے نوجوانوں میں اپنے آپ کو شامل کرو جنہیں کل قیامت کے دن اللہ تعالی اپنے سائے کے نیچے جگہ عطا کرے گا کہ اس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اللہ کی شریعت کی پابندی کرو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اس کے اندر تفرقہ بازی نہ کروامت کو نہ بانٹو بدعات اور گمراہیوں سے دور رہو۔

اسی مناسبت سے یہ کہتا چلو کہ اس وقت جب اہل سنت لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھامنے کی دعوت دیتے ہیں تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو دین میں تفرقہ پیدا کرنے ایا ہے اپ دیکھیں خواہشات نفس بدعتوں اور گمراہیوں کی سنگینی کو یہ بدعت کے رسیا کس قدر گمراہی کی بات کر رہے ہیں داعیان حق کتاب وسنت پر چلنے والے والوں اسلامی عقائد اسلامی منہج پر قائم رہنے والوں پر الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ دین میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں

اور جب اہل باطل گمراہی کے پیروکار گمراہی پر جمع ہو کر اسلام کے نام پر لوگوں کو بدعت اور گمراہیوں کی طرف بلاتے ہیں شرک کی دلدل میں لوگوں کو دھنساتے ہیں تو یہ اسے امت کو متحد کرنے کا نام دیتے ہیں کیا اسلامی شریعت میں یہی مطلوب ہے کہ تمام لوگوں کو گمراہیوں بدعتوں اور شرکیہ امور میں ملوث کر دیا جائے یقینا یہ بڑا ہی سنگین اور قابل مذمت امر ہے یہ لوگ اللہ کے اس قول سے کبھی بھی باہر نہیں نکل سکتے جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے انہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے اے نبی پاک اپ کا ان میں سے کسی سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے یہ کتنا ہی دعوی کیوں نہ کریں اس وعید سے یہ کبھی بھی باہر نہیں نکل سکتے۔

-اسی طرح ان سات خوش نصیبوں میں وہ دو آدمی بھی ہوں گے جنہوں نے اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دوستی کی ہوگی اور اللہ ہی کی خاطر انہوں نے اختلاف کیا ہوگا، یقینا یہ خوش نصیب بندے ہوں گے؛ کیونکہ

اس دن کی ہولناکی کے بارے میں ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

حَدَّثَنَا الْمِقْدَادُ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ حَتَّى تَكُونَ قِيدَ مِيلٍ أَوِ اثْنَيْنِ ". قَالَ سُلَيْمٌ: لَا أَدْرِي أَيَّ الْمِيلَيْنِ عَنَى، أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ، أَمِ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ، قَالَ: " فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ فَيَكُونُونَ فِي الْعَرَقِ بِقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى عَقِبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى حِقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ أَيْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا ".

ترجمہ: سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت کے دن سورج کو بندوں سے قریب کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ان سے ایک میل یا دو میل کے فاصلے پر ہو گا“۔ راوی سلیم بن عامر کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی میل مراد لی ہے، (زمین کی مسافت یا آنکھ میں سرمہ لگانے کی سلائی)۔ ”پھر سورج انہیں پگھلا دے گا اور لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینے میں ڈوبے ہوں گے، بعض ایڑیوں تک، بعض گھٹنے تک، بعض کمر تک اور بعض کا پسینہ منہ تک لگام کی مانند ہو گا“، مقداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ پسینہ لوگوں کے منہ تک پہنچ جائے گا جیسے کہ لگام لگی ہوتی ہے۔ (سنن ترمذی: 2421)۔

پھر وہ گھبرا کر ایسے لوگوں کے پاس شفاعت کے لیے جائیں گے جو ان کے لیے شفاعت کریں گے چنانچہ وہ ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، پھر وہاں سے سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس پھر وہاں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس پھر وہاں سے سیدنا موسی علیہ السلام کے پاس پھر

وہاں سے سیدنا عیسی علیہ السلام کے پاس پھر وہاں سے آخر میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تاکہ انہیں اس ہولناکی اور سخت دن سے راحت ملے چنانچہ اس دن جو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والا ہوگا اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دوستی کرنے والا ہوگا وہ نعمتوں میں ہوگا، امن وسکون اور چین وراحت میں ہوگا، اس کے لیے یہی کافی ہوگا کہ اللہ تعالی اپنے لطف وکرم سے اسے اس دن عرش الہی کے سائے میں جگہ دے گا۔

-اسی طرح ان سات خوش نصیبوں میں وہ شخص ہی ہوگا جسے حسب ونسب اور خوبصورتی کی مالک عورت نے برائی کی دعوت دی ہوگی مگر اس نے کہا ہوگا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں یہ اللہ کا پاک باز اور متقیوں پرہیزگار بندہ ہوگا وہ دنیا کے اندر زناکاری سے دور ہوگا صرف اللہ کے خوف سے اسے یقین ہوگا کہ اللہ تعالی اسے دیکھ رہا ہے وہ اللہ کے دین میں مخلص ہوگا چنانچہ قیامت کے دن اللہ رب العالمین اسے اس کا بدلہ دے گا اور اپنے سائے کے نیچے جگہ دے گا کہ جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔

-انہی خوش نصیبوں میں سے وہ شخص بھی ہوگا جس نے اللہ کی راہ میں چھپا کر صدقہ وخیرات کیا ہوگا اس طرح کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا اس کے بائیں ہاتھ کو کوئی خبر نہ ہوگی، یہ اللہ تعالی کے لیے بڑا مخلص ہوگا، ریاونمود سے دور ہوگا، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں انتہا درجے چھپا کر کرے گا تاکہ اللہ کے مسکین بندوں کو شرمندہ نہ ہونا پڑے، وہ اس قدر چھپائے گا جو اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا اس کے بائیں ہاتھ کو کوئی خبر نہیں ہوگی پھر دوسرے لوگ کیسے معلوم کرسکتے ہیں، یہ بھی ان سات خوش نصیبوں میں ہوگا جنہیں اللہ کے سائے میں اسے قیامت کے روز جگہ ملے گی کہ جس دن اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، یہ اللہ کے ساتھ اخلاص کرنے والوں کا بدلہ ہوگا۔

-اسی طرح ان ساتھ خوش نصیبوں میں اللہ کا وہ بندہ بھی ہوگا جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کرکے آنسو بہایا ہوگا رات کی تاریکیوں میں لوگوں سے دور ہوکر اللہ کو یاد کیا ہوگا اور اللہ کی خاصیت اور اس کے ڈر سے اس کی

انکھوں خشیت اور اسکے خوف میں آنسو بہائے ہوں گے،سوائے نوجوانو! اللہ کے ان خوش نصیب بندوں میں اپنے آپ کو شامل کرو، ہر کوئی یہ حرص کرے کہ وہ بھی مذکورہ لوگوں میں سے کسی ایک قسم میں شامل ہو جائے خواہ وہ ان لوگوں میں شامل ہو جو اللہ کی خاطر دوستی کرتے ہیں اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں یا وہ بندے جو پاکیزگی اور پاکدامنی اور عفت کا پیکر بن کر دنیا میں رہتے ہیں یا وہ جو اللہ کی راہ میں چھپا کر صدقہ وخیرات کرتے ہیں یا ان لوگوں میں جو اللہ کے ڈر سے تنہائی میں روتے ہیں جو ریا ونمود نہیں کرتے ہیں ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ، أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھے گا،میری جلالت وعظمت کے سبب باہمی محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں انہیں اپنے سائے میں سایہ فراہم کروں گا، جبکہ میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے۔" (مسلم:2566)۔

میں تمام سلفی نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں آپس میں ایک دوسرے کی خاطر محبت کریں اور تفرقہ بازی سے، اختلاف سے، آپسی رسہ کشی سے اور اس کے اسباب پیدا کرنے سے دوری اختیار کریں اور سب اللہ کے بندے بن کر آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو جائیں میں سب لوگوں کو اسی پر ابھارتا ہوں جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے،سو ان تمام اسباب سے دوری اختیار کریں اور دوسروں کو آگاہ کریں، تفرقہ بازی کے اسباب سے آگاہ کریں اور اپنے نبی کی سنت کو مضبوطی سے تھام لیں جیسا کہ ہمیں اس کی وصیت خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے، چنانچہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذِهِ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ قَالَ: " قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ، وَمَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ، فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، وَعَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، فَإِنَّمَا الْمُؤْمِنُ كَالْجَمَلِ الْأَنِفِ حَيْثُمَا انْقِيدَ انْقَادَ".

ترجمہ: سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا وعظ فرمایا کہ جس سے لوگوں کی آنکھیں بہنے لگیں اور دل لرزنے لگے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو ہمیں رخصتی کا وعظ معلوم ہوتا ہے، آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہیں ایسی واضح شریعت پر چھوڑ کر جارہا ہوں جس کی رات اور دن برابر ہیں، میرے بعد جو بھی اس سے کجی اختیار کرے گا وہ ہلاک ہوگا اور تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا لہٰذا تم میری جو سنت جانتے ہو اور خلفائے راشدین مھدیین کی سنتوں کو اپنے اوپر لازم پکڑو اور امیر کی اطاعت اپنے اوپر لازم کرلو خواہ وہ ایک حبشی غلام ہی ہوں ان باتوں کو اچھی طرح محفوظ کرلو کیونکہ مسلمان تو فرمابردار اونٹ کی طرح ہوتا ہے کہ اسے جہاں لے جایا جائے وہ چل پڑتا ہے۔“ (مسند احمد:17142، سنن ابن ماجہ:43)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کی خبر دی ہے اور یقینا بلا شبہ یہ واقعہ ہو کر رہے گا مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اختلافات اور ان اضطرابات کا حل بھی ہمارے لیے پیش کیا ہے، یقینا ایسا وقت آئے گا جب ہر فرقہ حق پر ہونے کا دعوی کرے گا اور دوسروں کو گمراہ کہے گا اور اپنی گمراہی

میں شامل کرنے کے لیےلوگوں پر دولت خرچ کرے گاایسی صورت میں بہترحل کیا ہوگا؟ایسی گمراہیوں سے بچنے کا بہترطریقہ کیا ہوگا؟ وہ طریقہ اللہ کے رسول نے بیان کیا ہے کہ ایسی صورت میں تم میری سنت پر اورخلفائے راشدین کی سنت پر قائم رہنا۔

لہذا اللہ کی رضا اور اسکی خوشنودی کی خاطر، اس کے دین پر قائم رہنے کی خاطر، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج پر ثابت قدم رہنے کی خاطر ہر مومن کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنا چاہیے اسی طریقے پر اور اسی منہج پر جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے، یہاں پر سنت سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج اور طریقہ ہے نہ کہ اس کا اصطلاحی معنی جو کہ واجب کے مقابلے میں آتا ہے بلکہ یہاں سنت کا مطلب منہج اور طریقہ ہے یعنی ہمیں اللہ کے منہج کی طرف بھاگنا چاہیے اسے پکڑنا چاہیے اور اسی کے مطابق اپنی زندگی کو گزارنا چاہیے، کتاب وسنت کو رہنما بنانا چاہیے اسی طریقے سے جیسے صحابہ کرام نے انہیں اپنا رہنما بنایا اور ان کی پیروی کی اور ان کے بعد آنے والوں نے معروف طریقے سے اسی منہج اور طریقے پر قائم رہے، اللہ تعالی ان سب سے راضی اور خوش ہوا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ) ترجمہ: اورمہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔(التوبہ :100)۔

سو ہمیں چاہیے کہ ہم انہی خوش نصیبوں میں بنیں جو معروف طریقے سے صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

نوجوانو! میں دوبارہ تاکیدی نصیحت کرتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اختلاف سے دور رہیں، آپس میں بھائی چارگی کے ساتھ رہیں، ان تمام عظیم امور کو یاد کریں جن سے امت

کو فائدہ ہو اس کے افراد کو فائدہ ہو دنیا اور آخرت ہر جگہ، آخرت میں اجر عظیم حاصل کریں، انہی میں سے اللہ کا سایہ بھی ہے جو قیامت کے دن حاصل ہوگا کہ جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔

دعاء ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو اسی پاک مبارک گروہ میں شامل کرے یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

چوتھی مجلس

سورہ النساء: آیت 24-آیت 148

الحمدلله والصلاة والسلام علی رسول اللّٰہ وعلی آلہ وصحبہ و من اتبع ھداہ، اما بعد:

یہ سورہ نساء طویل سورتوں میں سے ایک ہے جس کے اندر عقائد واحکام اور شرعی قوانین کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔.

***سورہ نساء بہت سارے شرعی احکام کو شامل ہے:**

انہیں شرعی احکام میں تعداد ازدواج بھی ہے جسے اللہ نے جائز قرار دیا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالی نے مردوں کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ وہ چار عورتوں سے شادی کر سکتے ہیں جبکہ دور جاہلیت میں لوگ اس بارے میں انارکی کا شکار تھے؛ ان کے ہاں کوئی حد متعین نہیں تھی وہ اپنی مرضی سے جتنا چاہتے شادی کر سکتے تھے، لیکن اسلام کے اندر اللہ تعالی نے اسے چار تک محدود کر دیا۔ اور یہ کشادگی اسی شخص کے لیے ہے جو یہ محسوس کرے اور جسے یہ یقین ہو کہ وہ ان کے درمیان عدل وانصاف سے کام لے گا؛ چنانچہ اگر کسی کو اس بات کا خوف ہو کہ وہ عدل وہ انصاف سے کام نہیں لے پائے گا تو اس کے لیے بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے۔

اسی طرح اس سورت کے اندر اللہ تعالی نے رشتہ داروں کے درمیان آپس میں ایک دوسروں کے لیے میراث کو مشروع قرار دیا ہے جیسے کہ باپ بیٹا میاں بیوی بیٹیاں اسی طرح پوتے اور پوتیاں وغیرہ، میراث کے سارے مسائل کی بنیاد اسی سورت میں واقع تین آیتوں پر ہے؛ دو آیتیں اس سورت

کے شروع میں ہیں اور ایک آیت اس سورت کے بالکل آخر میں ہے۔

جو میراث کے ساتھ کھلواڑ کرتا ہے اور اللہ کے احکام میں تبدیلی کرتا ہے ایسے شخص کو اللہ تعالی نے عذاب دوزخ میں ڈالنے کی دھمکی دی ہے، والعیاذ باللہ، اس لیے کہ یہ اللہ کی شریعت کے بالکل مخالف ہے۔ اللہ تعالی نے اس سورت کے اندر اپنی وحدانیت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: (وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے۔ (النساء: 36)۔

اس طرح کی وصیتیں قرآن کریم کے اندر بہت ساری آیتوں میں آئی ہیں جیسے کہ توحید، والدین کی اطاعت وفرمانبرداری، رشتہ داروں مسکینوں اور مسافروں کے حقوق کی ادائیگی، یہ سب نیکی، احسان اور بھلائی کرنے کے لیے ایک عظیم تربیت ہے۔

یہ ایسی چیز ہے جس سے صرف اسلام ہی ممتاز ہے، قرآن کریم کے اندر اور خاص کر اس سورت کے اندر جس طرح کی تعلیمات آئی ہیں یہ سب انسانوں کے لیے تعجب خیز ہیں! رحمت شفقت احسان بھلائی نیکی اور اس طرح کے دیگر مکارم اخلاق کے لیے ایک عظیم تربیت ہے، ان سب کے باوجود دشمنان اسلام دین اسلام کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ دین اسلام تشدد سختی ہنسا اور قتل و غارت گری کا دین ہے جبکہ یہ دین اسلام کے خلاف محض پروپیگنڈا، افترا پردازی اور بے بنیاد الزام ہے۔

* جہاد کی حقانیت اور اس کا مقصد:

اسلام نے جہاد کو مشروع قرار دیا ہے، اللہ تعالی نے جہاد کو جائز قرار دیا اس لیے کہ اللہ تعالی ہی نے لوگوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے جیسا کہ فرمایا: (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ) ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت

کریں۔ [الذاریات:56]۔اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ میں نے انس و جن کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ میں انہیں اپنی اطاعت کا حکم دوں اور اپنی نافرمانی سے انہیں روکوں، اس طرح اس مقصد میں اور اللہ کی بندگی میں اوامر ونواہی کی اطاعت بھی داخل ہے۔

ایسا شخص مجرم اور سرکش ہے اللہ اور اس کی شریعت کے خلاف، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں کے خلاف، سو یہ زندگی کا ہی مستحق نہیں ہے جبکہ اللہ کے دشمنوں کے یہاں ظالم اور سنگین قوانین ہوتے ہیں جو ان کی مخالفت کرتا ہے اسے وہ قتل کر دیتے ہیں، قید کر دیتے ہیں اور طرح طرح کی سزائیں دیتے ہیں، بلکہ یہ قوم پر ظلم کرتے ہیں قتل وخونریزی، لوٹ مار اور عصمت دری میں یہ انتہا کو پہنچ جاتے ہیں جب کہ اسلام کے اندر جہاد کا مقصد خیر و بھلائی، اصلاح اور لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں سعادت مندی کی راہ ہموار کرنا ہے۔

اس کے اندر حکمت پر مبنی دعوت پائی جاتی ہے؛ چنانچہ لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دی جاتی ہے، ہمیں بھی یہی حکم ہے کہ ہم لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلائیں؛ جو ہماری دعوت قبول کرلے تو بڑی اچھی بات ہے اور جو قبول نہ کرے تو اسے جزیہ کا مطالبہ کیا جائے گا اگر وہ اہل کتاب میں سے ہے، اگر وہ اسلام قبول کرنے اور جزیہ دینے سے انکار کرے تو اس وقت اس کے خلاف ایسے قتال کو مشروع کیا گیا ہے جو ظلم وزیادتی اور اخلاقی گراوٹ سے پاک ہے؛ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو آپ نے یہ فرمایا تھا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:" قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ

وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا' تو ان سے فرمایا کہ تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں۔وہ اس بات میں جب تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینا ضروری قرار دیا ہے'یہ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اوران کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔پھر جب وہ اس میں بھی تمہاری بات مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔(متفق علیہ)۔

*توحید کی غربت واجنبیت اور موحدین کا فریضہ:

توحید کی طرف ہم لوگوں کو کیسے بلائیں اس کی تعلیم ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سے دی ہے حتی کہ اگرچہ وہ لوگ اہل کتاب ہی کیوں نہ ہوں اور وہ یہ دعوی کرتے ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہوں جنت اور دوزخ پر بھی ایمان لاتے ہوں لیکن چونکہ وہ توحید کے اندر انحراف کرتے ہیں اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول نہیں مانتے ہیں،کلمہ توحید کے معنیٰ کو بدلتے ہیں اور غیر اللہ کے لیے عبادت کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے عیسائیوں کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے عیسی کو تین خداؤں میں سے ایک خدا مان رکھا ہے یعنی وہ عیسی کو خدا

تصور کرتے ہیں، اسی طرح انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کو چھوڑ کر رب بنا رکھا ہے۔

اسی طرح یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور اسی طرح سے بہت ساری آیتیں ہیں جن سے ان کے کفر اور شرک کا پتہ چلتا ہے؛ چنانچہ ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا: (لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ) ترجمہ: اہل کتاب کے کافر اور مشرک لوگ جب تک کہ ان کے پاس ظاہر دلیل نہ آجائے باز رہنے والے نہ تھے [البینہ:1]۔

اس طرح یہ کفر کے اندر داخل ہو گئے ہیں گرچہ دعوی کریں کہ یہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں، آخرت کے دن پے ایمان لاتے ہیں اور نبیوں پہ ایمان لاتے ہیں لیکن چونکہ انہوں نے بعض انبیاء کے ساتھ کفر کیا ہے اسی طرح یہ انبیاء کے درمیان تفریق کرتے ہیں؛ اسی لیے یہ اس بات کے مستحق قرار پائے کہ انہیں توحید کی طرف دعوت دی جائے اسی طرح جیسے دیگر مشرکین کو توحید کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔

اس وقت تو بہت سارے مسلمانوں کے بھی عقائد بگڑ چکے ہیں انہیں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا معنی معلوم ہی نہیں ہے؛ سو یہ بھی شرک میں واقع ہو چکے ہیں؛ غیر اللہ کو پکارتے ہیں، غیر اللہ سے استغاثہ کرتے ہیں، اس طرح کے اور دیگر شرکیہ اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں؛ اس لیے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے انہیں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا معنی سمجھائیں کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں بالکل اسی طریقے پر جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قائم تھے اور جو طریقہ اور منہج دیگر انبیاء کرام کا تھا، گرچہ مسلمان ہونے کا دعوی کریں۔

غالی روافض اہل بیت کو معبود تک کا درجہ دیتے ہیں اور انہیں ایسی صفات اور اختیارات سے نوازتے ہیں جو اللہ کے سوا کسی کے لیے لائق اور زیور نہیں ہے چنانچہ یہ اہل بیت کو انبیاء کے مقام سے بھی بلند کر دیتے ہیں روافض نے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا معنی بھی بدل دیا ہے اس لیے انہیں بھی توحید

کی طرف دعوت دی جائے گی اور ان کے ہاں جو وہ لوگ کفر اور ہٹ دھرمی سرکشی پائی جاتی ہے اس سے چھوڑنے کی دعوت دی جائے گی،صوفیوں نے اولیاء کے مقام ومرتبے میں غلو سے کام لیا ان کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھا کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں وہ کائنات کے اندر تصرف کرتے ہیں وہ دعاؤں کو سنتے ہیں اور اسے قبول کرتے ہیں گرچہ ان کے درمیان اور اس فوت شدہ ولی کے درمیان ہزاروں کلومیٹر اور میل کا فاصلہ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی ان کی بات سنتا ہے یقینا یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے بلکہ اس سے بالکل متصادم ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے اور جو غیر اللہ کو پکارتا ہے اسے مشرک اور گمراہ کہا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:(إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا[النساء:48]۔

چنانچہ یہ لوگ نہ تو آیتوں کی تلاوت کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور نہ ہی اسے کما حقہ سمجھتے ہیں، یہ ان آیتوں کو بالکل نہیں سمجھتے جن کے اندر توحید کی دعوت دی گئی ہے اور شرک سے منع کیا گیا ہے چنانچہ ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ) ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے۔(الاحقاف:5)۔

سب سے بڑی سنگینی اور خطرناکی جس کے اندر یہ منحرفین اہل بدعت واقع ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ وسیلہ ہے، دراصل یہ حقیقت کو بدل کر دوسرا نام رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ یہ غیر اللہ کو پکارنا اور غیر اللہ سے استغاثہ کرنا ہے اور جو ایسا کرے یقینا وہ کفر کا مرتکب ہے والعیاذ باللہ، ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ[5] وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ

كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ) ترجمہ: اوراس سے بڑھ کرکون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ [5] اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔ [الاحقاف:6]۔

اللہ تعالی نے اس دعاء کو عبادت کہا ہے، معلوم ہوا غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے، والعیاذ باللہ، دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ [13] إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ) ترجمہ: اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ [13] اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ (فاطر:14)۔

میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ ان آیتوں کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ہیں اگر یہ اپنے اسلام میں سچے ہیں؟ یقینا یہاں پر جنہیں مشرکین پکارتے تھے وہ انبیاء ہیں یا وہ فرشتے ہیں۔

اللہ کی قسم! اگر آپ کی قبر کے پاس صبح وشام کوئی کھڑا رہے تو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات کو نہیں سنیں گے؛ اس لیے کہ اللہ تعالی نے خبر دی ہے اور یہ چاہا ہے کہ اس باطل کو آپ کبھی نہ سنیں، اللہ تعالی نے انبیاء اور اولیاء کے کانوں کو اس طرح کے شرک سننے سے محفوظ رکھا ہے چنانچہ وہ انہیں کبھی نہیں سن سکتے اور بفرض محال اگر سن بھی لیں تو قیامت تک اس کا جواب نہیں دیں گے بلکہ وہ قیامت کے دن اس کا انکار بھی کریں گے۔

اس دعاء کو اور اس پکار کو اللہ تعالی کے ساتھ شرک قرار دیا گیا ہے، اور اسی طرح سے سورہ احقاف کے اندر اسے عبادت کہا گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعاء کے بارے میں فرمایا ہے کہ دعاء

ہی عبادت ہے جس طرح سے کہ آپ نے عرفہ کے میدان میں ٹھہرنے کے بارے میں کہا کہ حج عرفہ میں ٹھہرنے کا نام ہے یعنی اگر آپ دیکھیں گے تو عبادات کے اندر اکثر دعاء کو پائیں گے؛ چنانچہ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو دعا کر رہے ہوتے ہیں، جی اللہ سے دعاء کر رہے ہوتے ہیں، آپ اسے پکار رہے ہوتے ہیں اس کا ذکر و اذکار کر رہے ہوتے ہیں، سو یہ دعاء عبادت کا اکثر حصہ ہوتی ہے، اور یہاں پر جس حصر اضافی کا ذکر ہے جیسا کہ بلاغیوں کا کہنا ہے یہ دراصل اس کی اہمیت ہی کی وجہ سے ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں مختلف مسالک سے جڑے بہت سے عمامہ اور جبہ پوش لوگوں کو شرک کی طرف ہانک رہے ہیں یہاں تک کہ اہل بدعت گمراہوں نے غیر اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور دعاء و استغاثہ کرنے کی طرف لوگوں کو بلانے کے لیے کتابیں بھی تصنیف کر رکھی ہیں، ساتھ ہی بہت سے ایسے علماء سو اور گمراہ لوگ ہیں جو خود کو عالم کہتے ہیں اور ایسے بدعتیوں اور گمراہوں کی تائید کرتے ہیں۔

یہ لبنان کا رہنے والا نبہانی جو فرانس کا ایجنٹ تھا، جو بیروت کے اندر رائٹ کورٹ میں وکالت کرتا تھا، یہ سلفی دعوت سے سخت دشمنی رکھتا تھا اور سلفیوں سے لڑائی کرتا تھا یہاں تک کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو گالیاں دیتا تھا، یہ غیر اللہ سے استغاثہ کرنے کو جائز ٹھہراتا تھا، شرک باللہ کی خاطر کتاب اللہ اور سنت رسول میں تحریف کرتا تھا؛ اس لیے معلوم رہے کہ شرک سب سے بڑا خطرہ اور سنگین عمل ہے، یہ ایسا گناہ ہے جو ناقابل معافی ہے، غیر اللہ سے دعاء کرنا اور غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے، غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا اور غیر اللہ پر بھروسہ کرنا شرک ہے، اور یہ اعتقاد کرنا کہ اولیاء غیب کا علم رکھتے ہیں اور کائنات میں تصرف کرتے ہیں؛ یہ ربوبیت میں شرک ہے اور وہ الوہیت میں شرک ہے۔

اس لیے ہم پر ضروری ہے کہ ہم توحید باری تعالی پر قائم رہیں اور ان بہت سارے لوگوں کو جو گمراہیوں میں پڑے ہوئے ہیں اس قرآن اور سنت رسول کے ذریعے نکالنے کی کوشش کریں۔

ایک سلفی کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے، اس کی گردن میں یہ امانت ہے کہ وہ علم دین کو سیکھے،

سلف کی کتابوں اور ان کے عقائد کو سمجھے، سلف نے قرآن کی کس طرح تفسیر کی ہے انہیں پڑھے، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انہوں نے کس طرح شرح کی ہے اسے پڑھے تاکہ وہ علم دین میں پختہ ہو جائے اور اس پر یہ صادق آئے کہ وہ اب علم و بصیرت کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف دعوت دے سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:(قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں [یوسف:108]۔

یعنی میں اور میرے پیروکار علم و بصیرت کے ساتھ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے ہیں؛ چنانچہ جو جہالت کے ساتھ دعوت دین کا کام کرتا ہے وہ اسی طرح سے ہے جیسے کہ گمراہی اور بدعتوں کے داعی کرتے ہیں یہ جاہل ہیں، دعوت دین کا کیا طریقہ ہے انہیں اس کی معرفت نہیں ہے؛ اسی لیے یہ لوگوں کو باطل کی طرف بلاتے ہیں، بہت سارے اہل بدعت اور اہل ضلالت لوگوں کو اپنے باطل کی طرف دعوت دیتے ہیں اگرچہ وہ اس کا نام علم ہی کیوں نہ رکھیں، اگرچہ ان کے پاس ڈگریوں کا ڈھیر ہی کیوں نہ ہو وہ جاہل ہی شمار ہوں گے اگر وہ باطل کی طرف لوگوں کو بلائیں گے جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے کہ کوئی عالم بدعت کو کبھی ایجاد نہیں کرسکتا، بدعتوں کو ایجاد جہلاء کرتے ہیں اگرچہ وہ اپنے آپ کو علماء کریں کہیں وہ جہلاء ہی ہیں۔

اس لیے کتاب اللہ اور سنت رسول کو سیکھیں، اسی طرح توحید باری تعالی کو بھی سیکھیں، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

سوالات وجوابات

سوال نمبر 1: کیا ماہ رمضان میں کفارہ صرف جماع کے ساتھ خاص ہے یا یہ اس ماہ کی حرمت کی پامالی کی وجہ سے ہے؟

جواب: یہ کفارہ جماع کے ساتھ خاص ہے، کچھ لوگوں نے اس میں توسع سے کام لیتے ہوئے اسے روزہ چھوڑ دینے کے ساتھ عام کر دیا ہے اگر چہ وہ جماع کے ساتھ نہ ہو، انہی میں مالکیہ بھی ہیں، جبکہ راجح قول یہ ہے کہ یہ کفارہ صرف جماع کے ساتھ خاص ہے۔

سوال نمبر 2: آپ نے کتاب" النکت علی مقدمہ ابن الصلاح" کا دراسہ اور تحقیق کی ہے، کیا اس کا قانونی ایڈیشن دار الفرقان پبلشر کی طرف سے ہے، جزاکم اللہ خیرا؟

جواب: مجھ سے اس کا خلاصہ کرنے کے لیے کہا گیا تھا؛ چنانچہ میں نے مقدمہ سے بہت ساری چیزوں کو حذف کر دیا؛ کیونکہ مقدمہ بہت طویل تھا، پھر اس کے بعد موجودہ شکل میں کتاب آئی ہے، ابھی بھی اس کے اندر بہت ساری غلطیاں ہیں، بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جن سے میں راضی نہیں ہوں؛ اس لیے ہم نے چاہا کہ اسے نئی سرے سے شائع کیا جائے بالکل اس کی پہلی شکل پر؛ چنانچہ الحمدللہ اسے دوبارہ شائع کیا گیا جس کے اندر پورا مقدمہ ہے اور ساتھ ہی ہم نے کچھ تعدیل بھی کی ہے جو کہ الفرقان کے ایڈیشن میں موجود ہے، ابھی بھی کچھ چیزیں رہ گئی ہیں ان شاء اللہ نئے ایڈیشن میں ان کی تلافی کر دی جائے گی۔

سوال نمبر 3: کیا یہ ضروری ہے کہ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے نصیحت کرنے کے لیے اس کے پاس دو یا تین لوگ جائیں اس دلیل کے ساتھ کہ اگر نصیحت کرنے اور اسے سمجھانے میں ایک آدمی بھول رہا ہو گا تو دوسرا اسے یاد دلا دے گا؟

جواب: کوئی ضروری نہیں ہے، ایک ہی آدمی اس کی غلطی کو واضح کر دے گا اسے نصیحت کر دے گا حجت اور دلیل کے ساتھ، کیا اسے پوری فوج نصیحت کرنے جائے گی!!! ایسا نہیں ہوتا ہے۔

دراصل کچھ لوگ ہٹ دھرم ہوتے ہیں، آپ ان کا کچھ نہیں کر سکتے، تین آدمی چار آدمی پانچ آدمی 10 آدمی 20 آدمی کتنے بھی ان کے پاس چلے جائیں نصیحت کے لیے وہ کسی کی نہیں سنیں گے، انہی میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو سلفیت کا دعوی کرتے ہیں۔

سوال نمبر 4: مسجد کے اندر نکاح پڑھانے کا کیا حکم ہے کیا یہ بدعت ہے؟

جواب: ہم اسے بدعت نہیں کہہ سکتے، ہاں اگر اس کے ساتھ کچھ خاص عقیدہ بنا لیا جائے تو پھر یہ الگ چیز ہو جائے گی۔

سوال نمبر 5: بدعتی سے ترک تعلق بنانے میں کیا یہ حکم صرف بدعتی سرغنوں پر لاگو ہوگا یا ان کے پیروکاروں پر یا پھر دونوں پر لاگو ہوگا؟ بدعتی سے ترک تعلق کے بارے میں شرعی ضوابط اور اصول کیا ہیں؛ اس لیے کہ اس حکم کو لاگو کرتے وقت بالخصوص ان کے پیروکاروں کے ساتھ اکثر مسائل اور فتنے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: اصل یہ ہیکہ بدعتی سرغنوں کو بائیکاٹ کیا جائے گا جو شرور وفتن کے داعی ہوتے ہیں اور باطل کا پرچار کرتے ہیں، جہاں تک انکے پیروکاروں کا تعلق ہے تو ان کی دو قسمیں ہیں:

- ایک قسم ایسی ہے جو حق کو قبول کرتی ہے، ان کے سامنے حق بیان کیا جائے تو ان شاء اللہ اسے قبول کر لیتے ہیں ایسے لوگوں پر صبر کریں گے اور اچھے طریقے سے ان سے علمی مباحثہ کریں گے اور حق بات کو دلیلوں سے ثابت کریں گے، ان کے تعلق سے جلد بازی نہیں کریں گے۔

- ایک دوسری قسم کے لوگ ایسے ہیں جو حق بات کو قبول نہیں کرتے، یہ لوگ ہٹ دھرم ہوتے ہیں تو ایسے لوگ بھی بدعتی سرغنوں کے ساتھ ملحق کر دیے جائیں گے؛ چنانچہ جو بدعتی سرغنے اور بدعت و باطل

کے داعی ہیں ان سے خبردار کرنا اور ان سے ترک تعلق کرنا ضروری ہے؛ کیونکہ ان کی مجلسوں میں جانا اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا لوگوں کے لیے نقصان دہ ہے، لوگ گمراہیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں، ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عن أَبِي مُوسَى، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ، وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ، وَكِيرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ، إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً".

ترجمہ: سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال کستوری بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پا لو گے۔ یا تو مشک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پا سکو گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پا لو گے۔ (بخاری:2101)۔

نیک ساتھی ایسے ہی ہے جیسے مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پا لو گے۔ یا تو مشک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پا سکو گے۔ یعنی آپ ہر حال میں اس کے ساتھ خیر ہی کا معاملہ پائیں گے اور اس سے استفادہ کریں گے، اس سے صرف اور صرف خیر اور فائدہ ہی حاصل ہوگا، جب کہ لوہار کی بھٹی سے مراد شرک، گمراہی، بدعت فسق وفجور کی بھٹی مراد ہے جب کہ اس میں ہوا پھونکنے والے سے مراد بدعتی اور گمراہ ہے جو یا تو تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پا لو گے جس سے تمہیں تکلیف ہوگی ممکن ہے بیماری میں بھی مبتلا ہو جاؤ اور یقینی طور پر اس طرح کی بدبودار ہوائیں انسان کو مریض ہی بنا کر چھوڑتی ہیں۔

چنانچہ اہل بدعت کے پاس ایسی بدبودار ہوائیں ہوتی ہیں جو لوگوں کو بیمار کر کے ہی چھوڑتی ہیں اور ان کا شر لوگوں کو ہلاک کر کے ہی چھوڑتا ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ ان کی مجلسوں میں ایسے لوگ بالکل نہ جائیں جو دین سے ناواقف ہوتے ہیں، ہاں جو عالم ہو وہ ان پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کی مجلسوں میں جا سکتا ہے، البتہ اصل یہی ہے کہ اہل بدعت سے مناظرہ نہ کیا جائے لیکن اگر مناظرہ کرنے ہی میں مصلحت کارفرما ہو تو اس سے مناظرہ کیا جائے حجت اور دلیل قائم کرنے کے لیے، ورنہ اصل یہی ہے کہ بدعتی سے لوگوں کو خبردار کیا جائے، اس سے دور رہا جائے، اس سے علمی مباحثہ اور مناظرہ نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کی مجلس میں بیٹھا جائے، یہ چیزیں آپ سلف کی کتابوں میں بہت زیادہ پائیں گے: چنانچہ اہل بدعت کا بائیکاٹ کرنا مشروع ہے کتاب اللہ اور سنت رسول میں یہ چیز موجود ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: (وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ) ترجمہ: اور جب آپ ان کو لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔ (الانعام :68) یعنی ان کی مجلسوں میں نہ بیٹھو؛ کیونکہ یہ لوگ صفات باری تعالیٰ کی آیتوں کی تاویل کرتے ہیں، اسی طرح ان آیتوں کی بھی تاویل کرتے ہیں جن کے اندر بدعت اور شرک سے خبردار کیا گیا ہے، چنانچہ ایسے لوگوں سے اعراض کریں، ان سے دور رہیں، ان کی مجلسوں میں نہ جائیں؛ سلف نے اس آیت سے یہی استدلال کیا ہے کہ اہل بدعت سے ترک تعلق رکھنا چاہیے؛ چنانچہ اسی بنیاد پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صبیغ بن عسل کو بائیکاٹ کر دیا تھا جس کے بارے میں آیا ہے:

عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ، أَنَّ صَبِيغًا الْعِرَاقِيَّ، جَعَلَ يَسْأَلُ عَنْ أَشْيَاءَ مِنَ الْقُرْآنِ فِي أَجْنَادِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى قَدِمَ مِصْرَ. فَبَعَثَ بِهِ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. فَلَمَّا أَتَاهُ الرَّسُولُ بِالْكِتَابِ فَقَرَأَهُ. فَقَالَ: أَيْنَ الرَّجُلُ؟، قَالَ: فِي الرَّحْلِ، قَالَ عُمَرُ: "أَبْصِرْ أَنْ يَكُونَ ذَهَبَ فَتُصِيبَكَ مِنِّي بِهِ

الْعُقُوبَةُ الْمُوجِعَةُ، فَأَتَاهُ بِهِ، فَقَالَ عُمَرُ: تَسْأَلُ مُحْدَثَةً، فَأَرْسَلَ عُمَرُ إِلَى رَطَائِبَ مِنْ جَرِيدٍ، فَضَرَبَهُ بِهَا حَتَّى تَرَكَ ظَهْرَهُ دَبِرَةً، ثُمَّ تَرَكَهُ حَتَّى بَرَأَ، ثُمَّ عَادَ لَهُ، ثُمَّ تَرَكَهُ حَتَّى بَرَأَ، فَدَعَا بِهِ لِيَعُودَ لَهُ، قَالَ: فَقَالَ صَبِيغٌ: إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ قَتْلِي، فَاقْتُلْنِي قَتْلًا جَمِيلًا، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تُدَاوِيَنِي، فَقَدْ وَاللَّهِ بَرِئْتُ، فَأَذِنَ لَهُ إِلَى أَرْضِهِ، وَكَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنْ لَا يُجَالِسَهُ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَى الرَّجُلِ، فَكَتَبَ أَبُو مُوسَى إِلَى عُمَرَ: أَنْ قَدْ حَسُنَتْ تَوْبَتُهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ: أَنْ ائْذَنْ لِلنَّاسِ بِمُجَالَسَتِهِ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع نے کہا کہ صبیغ (ابن عسل) عراقی مسلمانوں کے لشکر میں کچھ آیتوں کے بارے میں سوالات کرتے ہوئے مصر پہنچے تو سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، جب قاصد ان کے پاس پیغام لایا تو انہوں نے پوچھا: وہ آدمی کہاں ہے؟ کہا: خیمہ میں ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جا کر دیکھو، اگر بھاگ گیا تو تمہیں دردناک سزا دوں گا، چنانچہ قاصد اسے (صبیغ کو) لے کر حاضر خدمت ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نئی باتیں نکالتے ہو؟ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سرسبز ٹہنیاں منگائیں اور اس کی اتنی پٹائی لگائی کہ وہ لہولہان ہو گیا، پھر اسے چھوڑ دیا، جب وہ اور اس کے زخم اچھے ہو گئے تو پھر مار لگائی، پھر مہلت دیدی، پھر اس کو بلایا تاکہ مزہ چکھائیں، تو صبیغ نے کہا: اگر آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو ایک بارگی مار ڈالئے، اور اگر میرا علاج کرنا چاہتے ہیں تو اللہ کی قسم میں اب اچھا ہو گیا ہوں، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس کے وطن جانے کی اجازت دیدی، اور سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ اس کے پاس کوئی مسلمان نہ بیٹھے، اور یہ چیز اس صبیغ پر بہت گراں گزری، چنانچہ سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ اس نے اچھی طرح سچی توبہ کر لی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ

اب لوگوں کو اس سے ملنے جلنے اور بیٹھنے کی اجازت دیدو۔(سنن دارمی:150)۔

اسی طرح صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ ، قَالَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ: مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيُّ، حَاجَّيْنِ أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ، فَقُلْنَا: لَوْ لَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هَؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ، فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ، فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي، أَحَدُنَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ، فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، وَيَتَقَفَّرُونَ الْعِلْمَ، وَذَكَرَ مِنْ شَأْنِهِمْ، وَأَنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ، وَأَنَّ الْأَمْرَ أُنُفٌ، قَالَ: فَإِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ، وَأَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّي، وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ، مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللَّهُ مِنْهُ، حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ.

ترجمہ: یحییٰ بن یعمرؒ سے روایت ہے کہ بصرہ میں سب سے پہلے مسئلہ تقدیر پر گفتگو کا آغاز معبدالجُہنی نے کیا، میں (یحییٰ) اور حمید بن عبدالرحمٰن الحمیریؒ حج یا عمرہ کے ارادے سے نکلے ہم نے آپس میں کہا اے کاش! ہماری ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو جائے تو ہم اس سے (یہ لوگ جو کچھ تقدیر کے بارے میں کہہ رہے ہیں) اس کے بارے میں پوچھ لیں۔ تو اتفاقاً ہماری ملاقات عبداللہ بن عمر خطابؓ سے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ہوگئی میں اور میرے ساتھی نے انھیں گھیر لیا ہم میں سے ایک ان کے دائیں اور دوسرا ان کے بائیں تھا۔ میں نے خیال کیا میرا ساتھی یقیناً گفتگو کا معاملہ میرے ہی سپرد کرے گا چنانچہ میں نے پوچھا: اے ابوعبدالرحمٰن! واقعہ یہ ہے کہ ہمارے

علاقے میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو قرآن کی قرات کرتے ہیں اور علم کے متلاشی ہیں (اس طرح) ان کے حالات بیان کیے ان لوگوں کا خیال ہے کہ تقدیر کا کوئی مسئلہ نہیں۔ ہر کام نئے سرے سے ہو رہا ہے (اللہ تعالیٰ کو پہلے سے اس کا علم نہیں ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تیری ان لوگوں سے ملاقات ہو تو انھیں بتانا، میں ان سے بری ہوں (ان سے میرا کوئی تعلق نہیں) اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس ذات کی قسم اٹھاتا ہے اس کی قسم ان میں سے کسی ایک کے پاس اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو، جسے وہ خرچ کر دے، اللہ تعالیٰ اس سے قبول نہیں فرمائے گا یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لے آئے۔ (مسلم:8)۔

پھر اس کے بعد آپ نے پوری حدیث جبرائیل کو بیان کیا جس کے اندر جبرائیل علیہ السلام نے اسلام، ایمان اور احسان کے بارے میں سوال کیا ہے، اور اسی میں تقدیر پر ایمان لانے کی بات بھی ہے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین لوگوں کا بائیکاٹ کیا تھا جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت ساری دلیلیں ہیں جو غالی بدعتیوں کے بائیکاٹ پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر سلف نے آ کر بدعتیوں کے درمیان تفریق کی ہے:

چنانچہ جو بدعتی اپنی بدعت کا داعی ہو تو ایسے شخص سے سلف دین کا علم حاصل نہیں کرتے تھے؛ نہ ہی قرآن نہ ہی حدیث اور نہ ہی فقہ دین اور نہ ہی کوئی ایسی چیز جس کا تعلق دین سے ہو؛ کیونکہ بدعتی اس بات سے محفوظ نہیں ہوتا کہ وہ دین کے اندر تحریف کرے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جن کے پاس بدعات ہوتے ہیں لیکن شبہات کی بنیاد پر وہ ان میں ملوث ہوتے ہیں، وہ دین کے پابند ہوتے ہیں صوم وصلوۃ کے پابند ہوتے ہیں، سچائی اور دیگر اخلاق کے پابند ہوتے ہیں، ساتھ ہی ان کے پاس کچھ شبہات بھی ہوتے ہیں ایسے لوگوں سے علم دین حاصل کیا جاسکتا ہے

البتہ ان کی حالت کو بھی اسی وقت واضح کر دینا مناسب ہے کہ یہ فلاں قدری ہے فلاں مرجی ہے فلاں ایسا ہے۔

اس سوال کے حوالے سے یہ میرا جواب تھا، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

پانچویں مجلس

سورہ النساء: آیت 148 – سورہ المائدہ: آیت 81

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وعلی الہ وصحبہ و من اتبع ھداہ، اما بعد:

دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اچھی بات سنتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں بطور خاص اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو۔ میں نے آپ کے سامنے سورہ نساء کے بارے میں ایک مختصر جائزہ پیش کر دیا ہے، ان شاء اللہ اس مجلس میں درج ذیل اس آیت کے تعلق سے باقی باتیں پوری ہو جائیں گی: (لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ) ترجمہ: اللہ بری بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ (النساء: 148)۔

اسی طرح اس مجلس میں انبیاء کے ساتھ یہودیوں کے کیا مواقف اور احوال رہے ہیں اور اسی طرح عیسی علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے تعلق سے ان کا کیا موقف رہا ہے ان سب کا بیان ہوگا، ساتھ ہی ان کی رسوائیوں کا اور ان کے انجام کا بھی بیان ہوگا کہ وہ اپنے کفر اور گمراہی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے، اسی طرح اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو جس غلو سے روکا اور اسی طرح اہل کتاب کو غلو کرنے سے روکا ہے اس کا بھی ذکر ہوگا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ) ترجمہ: اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو۔ (النساء: 171)۔

سورہ نساء کو اللہ تعالی نے آیت میراث پر ختم کیا ہے اور اس سے پہلے بھی اسی سورت میں میراث

کے تعلق سے دو آیتیں گزر چکی ہیں۔

اسلام کے اندر شرعی احکام میں میراث کا حکم بہت ہی اہم ہے، بعض علماء کا تو یہاں تک خیال ہے کہ یہ نصف علم ہے، لیکن میرا گمان ہے کہ ہم میں سے بہت ایسے ہیں جو اس علم کا اہتمام نہیں کرتے ہیں؛ اس لیے ضروری ہے کہ اس علم کا اہتمام کیا جائے اور اسے پڑھا جائے۔

* اسلامی شریعت میں نرمی اور اعتدال:

پھر اس کے بعد اسی رات میں تم نے سنا ان آیتوں کو جنہیں سورہ مائدہ سے پڑھا گیا اللہ تعالی نے ان آیتوں کے اندر معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، عدل وانصاف سے پیش آنے کا حکم دیا ہے، نیکی اور تقوی کی بنیاد پر آپس میں ایک دوسرے کا تعاون کرنے کا حکم دیا ہے، گناہ اور ظلم وزیادتی کی بنیاد پر ایک دوسرے کا تعاون کرنے سے منع کیا ہے، مجبوروں کے احکام کو بیان کیا ہے اور ان لوگوں کا بھی حکم بیان کیا ہے جنہیں مشقت اور پریشانی لاحق ہو ایسے لوگوں کے لیے اسلامی شریعت کے اندر سہولت اور آسانی دی گئی ہے برخلاف یہودیوں کے دین کے کہ جس کے اندر شدت، بیڑیاں اور بوجھ پائے جاتے ہیں کہ جن سے اللہ تعالی نے اس امت کو دور رکھا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے اس امت سے بیڑیوں کو اور بھاری بوجھ کو ختم کر دیا اور یہ دعاء پڑھتے رہنے کا حکم دیا ہے: (رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا) ترجمہ: اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔ (البقرہ:286)۔

سو جسے بھوک لگی ہو مگر حلال کھانا نہ پائے سوائے مردار کے یا خنزیر کے گوشت یا خون یا ایسے جانور کا گوشت جسے لاٹھی سے مار کر ہلاک کر دیا گیا ہو یا ایسے جانور کا گوشت جسے کسی جانور نے سینگ سے مار کر ہلاک کر دیا تو اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ اسے کھائے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ

وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ) ترجمہ: تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کرلو۔ (المائدہ: 3)۔

سو یہ ساری قسمیں حرام ہیں، اللہ تعالی نے چوپایوں کو حلال قرار دیا ہے اور ان چیزوں کو حرام کیا لیکن ضرورت اور مجبوری کے وقت اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ انہیں کھا کر وہ اپنی بھوک مٹالیں ۔ یہ شریعت کے اندر نرمی اور آسانی کی ایک بہت بڑی دلیل ہے ۔

اسی طرح سے ہمیں وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے چہروں کو دھولیں، اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھوئیں، اپنے سر کا مسح کریں اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئیں، لیکن اگر کوئی بیمار ہو پانی استعمال کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو یا ایک یہ کہ کوئی مسافر ہو اور اسے پانی نہ ملے یا یہ کہ کوئی جنبی ہو جائے اور اسے پانی نہ ملے تو اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ تیمم کرلے یعنی پاک مٹی پر اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک بار مارے گا پھر اسی سے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھ کی ہتھیلیوں کا مسح کرے گا، یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں پر رحمت ہے ارشاد باری تعالی ہے: (مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) ترجمہ: اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تا کہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، تا کہ تم شکر کرو۔ [المائدہ: 6]۔

* یہودیوں کے اخلاق اور مسلمانوں پر ان کے تسلط کی وجہ:

قرآن کے اندر بہت ساری آیتوں میں یہودیوں کے اخلاق کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے اور یہ کہ موسی علیہ السلام کے ساتھ ان کا کیسا برتاؤ رہا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے جب ان پر جہاد کو فرض کیا اور موسی علیہ السلام نے انہیں جہاد کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ اے موسی!

فلسطین کے اندر ایک جابر قوم رہتی ہے۔(المائدہ:22) پھر اس کے بعد ان کے علماء نے انہیں نصیحت کی انہیں سمجھایا مگر انہوں نے نصیحت نہ پکڑی اور آخر میں یہاں تک کہہ دیا کہ اے موسی! تم اور تمہارا رب جاؤ لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے، جیسا کہ قرآن کے اندر آیا ہے۔

ان یہودیوں نے موسی علیہ السلام کو بہت زیادہ تکلیفیں دیں، آپ کی ہمیشہ انہوں نے مخالفت کی، انہوں نے انبیاء کے خلاف سرکشی اپنائی، کئی نبیوں کو انہوں نے قتل کر دیا، جو انہیں عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتا اسے یہ قتل کر دیتے؛ اس لیے اللہ تعالی نے انہیں ذلیل کر دیا چنانچہ یہ اس سرزمین پر قیامت تک عزت سے نہیں جی سکتے مگر یہ کہ اللہ انہیں پناہ دے دے یا لوگوں میں کوئی پناہ دے دے؛ چنانچہ اگر نصاری کی طرف سے انہیں پناہ اور ضمانت نہ ملے تو آج بھی ان کی کوئی حکومت اور اقتدار باقی نہ رہے اور نہ ہی یہ اس زمانے میں حکمرانی کرسکیں کہ جہاں عرب ان کے سامنے مقابلہ کر رہے ہیں وہ لوگ جو اپنے دین سے منحرف ہو چکے ہیں اسی لیے اللہ تعالی نے ان پر سب سے ذلیل قوم کو مسلط کر دیا ہے ایسی ذلیل قوم کہ جس پر ذلت اور مسکنت کی مہر لگا دی گئی ہے قیامت تک کے لیے (البقرہ:61)۔

چنانچہ جب مسلمانوں میں سے اکثر لوگ اپنے دین سے اپنے عقیدے سے اللہ کے احکام اور اس کی شریعت سے اور اس کی عبادت سے منحرف ہو گئے تو اللہ تعالی نے ان پر ذلت کو مسلط کر دیا جسے کوئی چیز ہٹا نہیں سکتی ہے مگر اسی وقت جب یہ اپنے اصل دین کی طرف واپس آجائیں جیسا کہ حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

ہوئے سنا ہے: "جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے گایوں بیلوں کے دم تھام لو گے، کھیتی باڑی میں مست ومگن رہنے لگو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا، جس سے تم اس وقت تک نجات و چھٹکارا نہ پاسکو گے جب تک اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ گے"۔ (سنن ابی داؤد: 3462)۔

اللہ کی قسم! آج یہ امت یہود ونصاریٰ اور بت پرستوں کے ظلم و استبداد کا شکار ہے اور یہ دنیا کے تمام ممالک میں ہو رہا ہے بلکہ جہاں پر ان کی اکثریت ہے وہاں بھی یہ ذلت سے جی رہے ہیں، اس ذلت اور رسوائی سے یہ اسی وقت باہر نکل سکتے ہیں جب یہ اللہ کے دین حق کے صحیح راستے پر قائم ہوں گے عقائد و اخلاق میں عبادات و معاملات میں سیاست اور زندگی کے تمام شعبوں میں۔

*نفاذ شریعت اور حاکمیت کا صحیح معنیٰ:

اسی سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اسے ذکر کرتے ہوئے فرمایا: (وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ) ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ [المائدہ: 44]۔

مزید فرمایا: (وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ) ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ [المائدہ: 45]۔

مزید فرمایا: (وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ [المائدہ: 47]۔

یہ بڑا سنگین معاملہ ہے کہ اللہ کے فیصلے سے اعراض کر کے انس وجن کے بنائے ہوئے دستور اور قواعد کے مطابق فیصلے کیے جائیں، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب مسلم ممالک میں بھی ہو رہے ہیں، جس کی وجہ سے فتنہ وفساد اور خون ریزی عام ہو رہی ہے۔

اس لیے مسلم حکام پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی طرف واپس آئیں اور اللہ کی نازل کردہ شریعت کے

مطابق فیصلے کریں، اورتمام امت اسلامیہ پر بھی واجب ہے کہ وہ اللہ کے دین حق کی طرف واپس آئے؛ عقیدے عبادت اوراخلاق ہراعتبار سے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو حاکمیت اور شرعی اعتبار سے فیصلہ کرنے کو صرف سیاسی پہلو تک ہی محدود رکھتے ہیں جبکہ اللہ کی یہ حاکمیت اور یہ فیصلہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے چنانچہ اللہ تعالی نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا کہ جب انہوں نے اپنے ساتھیوں کو قید خانے کے اندر توحید باری تعالی کی طرف دعوت دی اور انہیں شرک سے روکا:(إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ) ترجمہ:حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو۔(یوسف:40)۔

چنانچہ اللہ تعالی کے احکام میں سب سے پہلے ضروری ہے کہ بندہ عقیدے کی پابندی کرے یعنی توحید پہ قائم ہو اور شرک سے دوری اختیار کرے؛ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا) ترجمہ:اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرو۔(الاسراء:23)۔

چنانچہ ساری بنیادیں سارے اصول اور سارے دستور وقوانین اللہ کی حاکمیت کے تحت داخل ہیں، مذکورہ آیتوں اللہ کا یہی تقاضا ہے، یہ صرف سیاسی پہلو تک ہی منحصر نہیں ہے کہ جس کا تعلق سیاسی پارٹیوں سے ہوتا ہے چنانچہ یہ عقائد میں اللہ کے فیصلے کو مانتے ہیں اور نہ ہی عبادات میں اور اسی طرح سے نہ ہی اخلاق و آداب میں، بلکہ یہ اپنی خواہشات کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں کی پیروی کرتے ہیں؛ چنانچہ یہ اپنی اپنی حکومتوں کو اسلامی نام دے کر مغرب کے پیچھے رسوا ہو رہے ہیں؛ کوئی اسلامی جمہوریہ کہہ رہا ہے کوئی اسلامی اشتراکی نظام کہہ رہا ہے اور کوئی اسلامی نمائندگی کہہ رہا ہے۔

مسلم ممالک میں یورپ کی طرف سے جو بھی آتا ہے وہ ان تمام بیماریوں کا استقبال کرنے لگتے ہیں؛ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم سب سے پہلے اللہ کے فیصلے کو اور اس کی شریعت کو لاگو کریں اپنے عقائد

میں اپنی عبادات میں اور اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں، اور جہاں تک سیاسی پہلو سے اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کا تعلق ہے تو ضروری ہے کہ یہ صرف اور صرف اللہ کی خاطر ہو اور اسی کی شریعت نافذ ہو اللہ کے احکام اور اس کی شریعت کے سوا کسی کے قانون اور دستور کو لاگو نہیں کیا جا سکتا ورنہ اگر وہ وضعی دستور لاگو کرنے کو حلال سمجھے گا تو وہ کافروں میں سے ظالموں میں سے اور فاسقوں میں سے ہو جائے گا، ایسی صورت میں یہاں پر کفر اکبر فسق اکبر اور ظلم اکبر مراد ہوگا، اور اگر وہ اللہ کی شریعت پر ایمان رکھتا ہوگا اور اس کا یہ عقیدہ ہوگا کہ یہی حق ہے تو ایسی صورت میں وہ ظالم ہوگا اور اللہ کی طرف سے وہ سزا کا مستحق ہوگا، یہاں پر کفر اکبر مراد نہیں ہوگا بلکہ کفر اصغر مراد ہوگا جیسا کہ اس امت کے سب سے بڑے عالم ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے اور پھر آپ کی تائید امت کے بڑے بڑے علماء نے کی ہے، آپ کی مخالفت صرف اور صرف خوارج نے کی ہے اور وہ لوگ جو خوارج کے منہج پر قائم ہیں۔

اسے ہم گناہ کبیرہ کہیں گے حالانکہ خوارج حاکمیت کے معاملے میں اس گناہ کبیرہ کی بنیاد پر تکفیر کرتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسرے میدان میں بھی یہ مسلمانوں کو جو گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں ان سب کی تکفیر کرتے ہیں اور انہیں دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں جبکہ موجودہ دور کے جو خوارج ہیں یہ صرف اور صرف حاکمیت کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں حالانکہ وہ شخص جو غیر اللہ کو کھل کر پکارتا ہے جو وحدت الوجود اور حلول کا عقیدہ رکھتا ہے کفر اکبر اور شرک اکبر جیسے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے ایسے لوگ موجودہ دور کے خوارج کے نزدیک بڑے بڑے امام مانے جاتے ہیں، حالانکہ یہ افسوس کا مقام ہے۔

حالانکہ گناہوں میں کچھ ایسے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے ہیں جیسا کہ کتاب وسنت سے دلیلیں موجود ہیں اور صحابہ اور دیگر ائمہ اسلام کا اسی پر عمل ہے، اور کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں جیسے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اس کے ساتھ کفر کرنا، مگر اس امت کے بہت سارے لوگ شرک کی ان قسموں کا ارتکاب کر رہے ہیں؛ کیونکہ انہیں ان کے گمراہ اماموں اور

ملحدین وزنادقہ نے انہیں گمراہ کردیا ہے اوران کے دین کوان پرمشکوک بنادیا ہے۔

چنانچہ ایسے لوگوں کو ہم کہیں گے کہ تم کفر کا ارتکاب کررہے ہو، ہم تکفیر نہیں کریں گے جب تک کہ تم جہالت کا شکار ہو، ایسے شخص پر ہم دلیل قائم کریں گے کہ جس چیز کا تم ارتکاب کررہے ہو وہ کفر ہے، کتاب اللہ اورسنت رسول سے ہم اس پرحجت قائم کریں گے؛ کیونکہ غیراللہ کو پکارنا گمراہی کفراورشرک ہے؛ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) ترجمہ: اوراس سے بڑھ کرکون گمراہ ہے جواللہ کے سواانھیں پکارتا ہے جوقیامت کے دن تک اس کی دعاقبول نہیں کریں گے۔ (الاحقاف:5)۔

مزیداللہ تعالی نے فرمایا: (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) ترجمہ: پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اورقربانی کر۔ [الکوثر:2]۔

اسی طرح سے ایک دوسری جگہ اللہ کا فرمان ہے: (قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ[162] لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ) ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اورمیری ساری عبادت اورمیرا جینا اورمیرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جوسارے جہان کا مالک ہے[162] اس کا کوئی شریک نہیں اورمجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اورمیں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں[الانعام:163]۔

یہی اہل سنت والجماعت کا منہج ہے مگروہ جاہل جو اسلامی شریعت سے ناواقف ہو وہ معذور ہے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس پر کتاب اللہ اور سنت رسول سے حجت نہ قائم کردیا جائے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

چھٹی مجلس

سورہ المائدہ: آیت 82- الانعام آیت 110

الحمدلله والصلاة والسلام علی رسول اللّٰہ وعلی اله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

* وحدت ادیان کے داعیوں پر رد:

مجھے امید ہے شاید ہم نے ان آیتوں سے استفادہ کیا ہے جن آیتوں کو ہم پر تلاوت کیا گیا جو کہ سورہ مائدہ کی آخری اور سورہ انعام کی ابتدائی آیتیں تھیں، امید ہے کہ ہم نے ان آیتوں سے بھر پور استفادہ کر لیا ہو گا اپنے عقائد وعبادات میں اور اسی طرح اپنے اخلاق وآداب میں بھی۔

پہلے کی طرح یہاں بھی ہم بعض آیتوں کی روشنی میں کچھ باتیں رکھیں گے، سو اس وقت اہل حق کو جن مسائل کا سامنا ہے انہی میں سے ایک حریت ادیان اور اسی طرح اخوت ادیان کی طرف دعوت دینے کا مسئلہ ہے۔

ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان تمام چیلنجوں اور حملوں کے تعلق سے جانکاری رکھے جو دشمنان اسلام کی طرف سے فریبی ہتھکنڈوں کے ذریعے اسلام پر پے در پہ جاری ہیں، دشمنان اسلام کا ان امور میں اخوان المسلمون جیسی تنظیم برابر ساتھ دے رہی ہے؛ چنانچہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ نصاری ہمارے بھائی ہیں اور یہ لوگ اور ان کے علاوہ دیگر اعدائے اسلام اللہ کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں: (لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا

يَسْتَكْبِرُونَ[82]وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ[83] وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ) ترجمہ: یقیناً آپ ایمان والوں کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے اور ایمان والوں سے سب سے زیادہ دوستی کے قریب آپ یقیناً انہیں پائیں گے جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں، یہ اس لئے کہ ان میں علما اور عبادت کے لئے گوشہ نشین افراد پائے جاتے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے [82]۔اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ (کلام) کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے پس تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لے جو تصدیق کرتے ہیں [83] اور ہمارے پاس کون سا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی رفاقت میں داخل کردے گا[المائدہ:84]۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس آیت کے اندر یہ ذکر کیا ہے کہ نصاری یہود و مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں سے محبت کرنے میں زیادہ قریب ہیں حالانکہ انہیں نہیں معلوم یا یہ کہ یہ مغالطے سے کام لے رہے ہیں کہ یہ آیت ایک خاص متعین قسم کے بارے میں ہے چنانچہ یہاں نصاری سے مراد جن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں ان کے اندر پائے جانے والے مومن بندے ہیں جیسے کہ نجاشی وغیرہ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایمان لا چکے تھے۔

انہی لوگوں کی اللہ تعالی نے تعریف کی ہے اور ان کے لیے جنت میں اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے، اس سے وہ مجرم اور سرکش نصاری مراد نہیں ہیں جو اسلام کے خلاف مکر و فریب اور خباثت میں یہودیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے اور نصاریٰ کے درمیان قرابت ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم دونوں بھائی چارگی کے ساتھ رہیں، ضروری کہ ہم ان کے ساتھ مل کر باتیں کریں اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان ادیان کے درمیان بھائی چارگی پیدا کریں، اسی آیت کو بنیاد بنا کر اپنے باطل نظریے کے مطابق یہ لوگ کانفرسوں میں قرآن اور انجیل کو ایک اسٹیج پر رکھتے ہیں اور یہ لوگ اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں، اسی طرح سے نصاریٰ انجیل کی بعض آیتیں پڑھتے ہیں جو کہ تحریف سے خالی نہیں ہے تا کہ یہ دونوں مل کر اسلام اور نصرانیت کے درمیان بھائی چارگی پیدا کریں۔

اس لیے مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ تعریف اور مدح سرائی جو قرآن میں وارد ہوئی ہے یہ ان نصاریٰ کے لیے ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایمان لے آئے تھے اس وقت ان کی یہی حالت تھی جس کی ترجمانی قرآن میں کی گئی ہے چنانچہ نجاشی پر جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تلاوت کی تو اس نے کہا: کیا اللہ کی طرف سے جو کچھ آپ کے پاس آیا ہے وہ یہاں پر موجود ہے؟ تو جعفر نے کہا کہ ہاں تو نجاشی نے ان سے کہا کہ کیا اس پیغمبر پر اللہ کی طرف سے جو وحی آتی ہے اس کا کچھ حصہ آپ کو یاد ہے؟ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! اس نے کہا کہ پھر وہ مجھے پڑھ کر سنایئے، سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ تلاوت فرمایا، واللہ! اسے سن کر نجاشی اتنا رویا کہ اس کی داڑھی اس کے آنسوؤں سے تر ہوگئی، اس کے پادری بھی اتنا روئے کہ ان کے سامنے رکھے ہوئے آسمانی کتابوں کے نسخے بھی ان کے آنسوؤں سے تر بتر ہو گئے، پھر نجاشی نے کہا: واللہ! یہ وہی کلام ہے جو موسیٰ پر بھی نازل ہوا تھا، اور ان دونوں کا منبع ایک ہی ہے۔ (مسند احمد :1740)۔

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ چنانچہ آیت سے مراد یہی لوگ ہیں جو ایمان لا چکے تھے وہ نصاریٰ مراد نہیں ہیں جو اسلام کے خلاف مکر و فریب کرتے

تھے اور مسلمانوں کے بیچ میں اپنے مبلغین بھیجتے تھے، سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں انہوں نے جمعیتیں قائم کر رکھی ہیں تاکہ مسلمانوں کے بیچ میں کفر کو عام کریں اور انہیں اپنے فاسد دھرم میں داخل کریں، یہ لوگ اسی طرح کے کھیل سے استغلال کرتے ہیں اور بہت سارے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں، اس لیے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ حق بات کہیں اور ان آیتوں کو مضبوطی سے تھام لیں جو ایک مومن پر واجب کرتی ہیں کہ وہ یہود و نصاری سے اپنی براءت کا اظہار کریں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ کفار ہیں وہ مخلد فی النار ہیں، اسلام و توحید اور کفر و شرک کے درمیان کوئی بھائی چارگی نہیں ہوتی ہے، اور نہ ہی دونوں کے درمیان کوئی تقارب ہوسکتا ہے۔

یہ دعوت یونہی چلتی رہے گی اور اخبارات میں ویب سائٹوں پر پھیلتی رہے گی، اس کے لیے کانفرنسوں کا قیام ہوگا اور یہ سب کچھ اسلام کے خلاف کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں میں سے بھی بعض علماء سو کو پائیں گے جو اسی منہج کی طرف دعوت دے رہے ہوں گے اور اسی اتحاد اور بھائی چارگی کی طرف لوگوں کو بلائیں گے یہ بڑے بڑے علماء سوء ہوں گے یہ افتاء اور تعلیم کے اہم حساس عہدوں پر فائز ہوں گے، مصر کا مفتی ہوگا جو مسلمانوں اور نصاری کے درمیان بھائی چارگی کی طرف دعوت دے گا، دونوں ادیان کے درمیان بھائی چارگی کی طرف دعوت دے گا یہ لوگ صرف یہودیوں سے شرماتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے فلسطین کو پر قبضہ کر رکھا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ضرور کہتے کہ یہود بھی ہمارے بھائی ہیں لیکن دراصل یہ عوام الناس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا کہنے پر وہ ان کے خلاف بھڑک نہ جائیں۔

یہ دراصل خلاصہ تھا نصاری کی اس قوت کے بارے میں جس کے ذریعے یہ اپنے باطل، کفر اور الحاد کو عالم اسلام میں پھیلاتے ہیں ان کے مقابلے یہ اخوانی ہیں جو ان سے تقرب حاصل کرتے ہیں اور ان کے لیے دروازہ کھولتے ہیں تاکہ وہ اپنی نصرانیت اور الحاد کو مسلمانوں میں پھیلائیں، علمائے سوء، داعیان سوء اور داعیان شر سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی انہیں ہدایت دے یا ان

کے شر سے لوگوں کو راحت دے۔ اس لیے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں۔

اس سورت نے ولاء اور براء کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا (المائدہ: 51)۔ نصاری کہتے ہیں کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے، اسی طرح کہتے ہیں کہ عیسی اللہ کے بیٹے ہیں، اسی طرح کہتے ہیں کہ عیسی اللہ ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا: (لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ) ترجمہ: یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔ (المائدہ: 17)۔

اللہ تعالی نے بہت ساری آیتوں میں ان کی تکفیر کی ہے، اسی طرح یہودیوں کی بھی تکفیر کی ہے، اور اسلام کے ساتھ ان کی دشمنی کو واضح کیا ہے، یہاں پر اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے فرمایا کہ دوستی کے اعتبار سے سب سے قریب نصاریٰ ہیں، یہ نہیں کہا کہ یہ مسلمانوں سے محبت کرتے ہیں؛ کیونکہ یہ سب اسلام سے دور ہیں اور اسلام سے دشمنی کرتے ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ منجملہ نصاری کی دشمنی یہودیوں کی دشمنی کے مقابلے کمتر ہے ورنہ یہ سب اسلام کے دشمن ہیں بلکہ ان نصاریٰ کے اندر کچھ زنادقہ ایسے ہیں جو یہودیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں؛ اسلامی ملکوں میں یہودیوں کو نصاری ہی نے جگہ دی ہے، برصغیر ہند کے اندر اقتدار کو مسلمانوں سے چھین کر ہندوؤں کے حوالے نصاریٰ ہی نے کیا ہے، اسی طرح اہل سنت پر روافض کو نصاری ہی نے مسلط کیا ہے، جانتے ہیں ایسا کیوں؟! دراصل وہ دشمنی ہے جو نصاریٰ نے اسلام کے خلاف اپنے دلوں میں چھپا رکھا ہے۔

ساتویں مجلس

(سورہ انعام آیت: 111 - سورہ اعراف آیت: 87)

آپ نے سورہ انعام کی آخری آیتیں اور سورہ اعراف کی ابتدائی آیتیں سنی جن کی تلاوت آپ کے سامنے کی گئی، یہ بہت ہی عظیم آیتیں ہیں جن کے اندر توحید باری تعالی کی طرف دعوت دی گئی ہے، اور جن کے اندر حلال وحرام اور دیگر احکام واضح کیے گئے ہیں، ان کے اندر ان چیزوں کو باطل قرار دیا گیا ہے جن پر دور جاہلیت کے لوگ قائم تھے جیسے کہ اللہ کے ساتھ شرک اور کفر کرنا، حرام کو حلال ٹھہرانا اور حلال کو حرام، اسی طرح آپ نے ان آیتوں کو بھی سنا جن کے اندر وہ لوگ حرام ٹھہرا دیتے تھے ان چیزوں کو جنہیں اللہ نے حلال کیا اور ان چیزوں کو حلال ٹھہراتے تھے جنہیں اللہ نے حرام کیا۔

* دس وصیتیں:

اللہ تعالی نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دیں: (قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ [151] وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ [152] وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوۡنَ) ترجمہ: آپ کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (یعنی جن کی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے، وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ، اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو [151] ۔اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول پوری پوری کرو، انصاف کے ساتھ، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ۔اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو، ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو [152] ۔اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی ۔اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو [الانعام:153] ۔

یہ چند عظیم محکم آیتیں ہیں جن کے اندر شرعی قوانین بیان کیے گئے ہیں؛ حلال کو حلال کہا گیا ہے اور حرام کو حرام، یہی وہ معتبر شرعی قانون ہے جسے اللہ نے بنایا ہے جو کہ ساری کائنات کا خالق ہے اور ان لوگوں کا بھی خالق ہے جو اپنے حدوں کو پار کر کے قانون سازی شروع کر دیتے ہیں؛ چنانچہ یہ بھی حلال اور حرام کا فتوی دینا شروع کر دیتے ہیں اور ان چیزوں کو بھی یہ حلال سمجھ لیتے ہیں جنہیں اللہ نے حرام کیا ہے جیسے کہ شرک باللہ، اللہ رب العزت کے ساتھ شرک کرنا وہ رب تعالی جس نے انہیں پیدا کیا، انہیں روزی دیا اور زمین و آسمانوں کی ساری چیزوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا، مگر انہوں نے اس کا ہمسر بنا دیا، جمادات جیسی چیزوں تک کو اللہ کا شریک اور ساجھی بنا ڈالا؛ ایسی چیزوں کو جو اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوتے اور نہ ہی موت و حیات اور دوبارہ اٹھائے جانے کا انہیں کوئی اختیار رہے۔

-أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا: یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

یہاں (چیز) سے مراد وہ ساری چیزیں ہیں جنہیں یہ اللہ کے ساتھ ہمسر اور ساجھی ٹھہراتے ہیں۔ اس لیے اللہ کے ساتھ ان چیزوں میں سے کسی کو بھی ساجھی اور ہمسر نہ ٹھہراؤ اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراؤ خواہ وہ عبادات کی کوئی بھی قسم ہو،کسی بھی عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ کہ اس کے ذریعے غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے لگ جاؤ حتی کہ ایک ذرہ کے برابر بھی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

جن آیتوں کے اندر توحید باری تعالی کا حکم دیا گیا ہے اور شرک سے روکا گیا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے بلکہ جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پورے قرآن کا دارومدار توحید ہی پر ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے؛ کیونکہ توحید ہی سب سے بڑا ایشو ہے جس کی خاطر اللہ نے رسولوں کو مبعوث کیا ہے،کتابوں کو نازل کیا ہے،شرک کو حرام ٹھہرایا اور ان تمام قوموں کو ہلاک کر دیا جنہوں نے اللہ کے ساتھ غیروں کو ہمسر اور ساجھی بنایا اور اس کے ساتھ انہیں شریک ٹھہرایا کہ یہ دنیا کے اندر اسی ہلاکت کے مستحق تھے اور آخرت میں یہ ہمیشگی والے عذاب کے مستحق ہوں گے،اللہ تعالی نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اس کے علاوہ دوسرے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔(النساء:48)۔

ان آیتوں کے اندر اللہ تعالی نے جن دس مسائل کو واضح کیا ہے ان میں توحید کا مسئلہ سب سے عظیم ہے۔

-وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا: اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

یعنی والدین کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرو،ضروری ہے کہ جو بھی نیکی ہو وہ اپنے والدین کے ساتھ کرو،اور اگر ان کے ساتھ بدسلوکی کرو گے تو ایسی صورت میں نافرمان کہے جاؤ گے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے والدین کا شکریہ ادا کرنے،ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کو واجب قرار دیا ہے اور ان کے

ساتھ نرم برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس لیے کہا گیا ہے کہ اولاد پر والدین کے عظیم حقوق میں سے یہ بھی ہے اللہ تعالی نے جب بھی توحید کا ذکر کیا ہے تو والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا ضرور ذکر کیا ہے یا یہ کہہ لیں کہ بہت ساری آیتوں میں جہاں بھی اللہ تعالی نے لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دینے کا ذکر کیا ہے تو وہیں پر اللہ تعالی نے لوگوں کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بھی حکم دیا ہے گرچہ وہ کافر ہوں، چنانچہ اللہ تعالی نے سورہ لقمان کے اندر فرمایا: (وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ[14] وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا) ترجمہ: ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے [14] اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا۔ (لقمان: 15)۔ اس لیے کہ خالق کی معصیت میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

مزید آگے فرمایا: (وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ) ترجمہ: اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ [لقمان: 15]۔

معلوم ہوا اللہ اور اس کے رسول کے حقوق کے بعد والدین کا حق سب سے عظیم ہے؛ چنانچہ جہاں پر اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو وہاں پر ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی البتہ نیکی اور اللہ کی اطاعت میں ان

کی فرمانبرداری ضروری ہے اور جہاں بھی اللہ کی معصیت ہو رہی ہو تو وہاں پر والدین کا حکم نہیں مانا جائے گا یہ حکم دینے والے والدین ہوں یا کوئی حاکم ہی کیوں نہ ہو بلکہ خواہ دنیا کا سب سے بڑا کوئی حاکم ہو اس کی بھی اللہ کی معصیت میں اطاعت نہیں کی جائے گی، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی بھی اطاعت نہیں ہے۔ (مسند احمد: 19824)۔

- وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ: اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔

اللہ کی پناہ! کیسے ایک آدمی محتاجگی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتا ہے؟! عار کی وجہ سے کیسے ایک شخص اپنی بیٹی کو قتل کر دیتا ہے؟! اللہ تعالی صاف صاف فرما رہا ہے کہ اپنی اولاد کو محتاجگی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی روزی دینے والے ہیں اور انہیں بھی، یقینا اللہ تعالی ہی خالق و رازق ہے، کوئی بھی شخص اس وقت تک مر نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنی مقدر روزی کو حاصل نہ کرلے لیکن شیطان انسان کو بخالت کا حکم دیتا ہے اور محتاجگی سے ڈراتا ہے، شیطان انسان کے پاس آتا ہے اور اسے فقر و محتاجگی کا خوف دلاتا ہے پھر انسان شیطان کے دھوکے میں آ کر اپنے جگر کے ٹکڑوں کو قتل کر دیتا ہے، شیطان رجیم کے سامنے انسان کی قساوت قلبی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ محتاجگی کے ڈر سے اپنی اولاد ہی کو قتل کر دیتا ہے، اللہ کی پناہ! جب کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی؛ اس لیے کہ اللہ تعالی ہی رزاق ہے، طاقت والا ہے، اسی نے تمام بندوں کو روزی دینے کی ذمہ داری لے رکھی ہے، وہی سب کا کفیل اور ذمہ دار ہے، انسانوں میں مالدار بھی ہوتے ہیں اور محتاج بھی ہوتے ہیں، اللہ تعالی ہی لوگوں کو مالدار بناتا ہے اور محتاجوں کو بھی غنی کرتا ہے۔

دور جاہلیت میں لوگ اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے؛ چنانچہ یہ جاہلی اعمال کا حصہ ہے جسے شیاطین الانس والجن نے ان کے لیے مزین کر کے پیش کر رکھا تھا مگر آپ اللہ کی رحمت کو دیکھیں کہ وہ

اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے چنانچہ چنانچہ جس قدر روالدین اپنی اولاد سے اور رشتہ دار اپنے رشتہ داروں سے محبت رکھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالی اپنے بندوں سے محبت رکھتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قیدیوں میں ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بیٹے کو تلاش رہی تھی، جب اس نے اپنے بیٹے کو دیکھ لیا اسے فورا اٹھا کر اپنی چھاتی سے چپکا لیا تو اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ قَدْ تَحْلُبُ ثَدْيَهَا تَسْقِي، إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ، فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتُرَوْنَ هَذِهِ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ" قُلْنَا: لَا، وَهِيَ تَقْدِرُ عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ: "لَلَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بِوَلَدِهَا".

ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے قیدیوں میں ایک عورت تھی جس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا اور وہ دوڑ رہی تھی، اتنے میں ایک بچہ اس کو قیدیوں میں ملا اس نے جھٹ اپنے پیٹ سے لگا لیا اور اس کو دودھ پلانے لگی۔ ہم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے ہم نے عرض کیا کہ نہیں جب تک اس کو قدرت ہو گی یہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینک سکتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہو سکتی ہے۔(صحیح بخاری:5999)۔

سو اللہ غفور الرحیم ہے اور اسی لیے اس نے اپنا نام رحمان اور رحیم رکھا ہے،، بہت ساری آیتوں میں خود کو صفت رحمت سے متصف کیا ہے، وہ ارحم الراحمین ہے، جس طرح والدین اپنی اولاد سے محبت کرتے

ہیں اس سے کہیں زیادہ محبت اللہ تعالی اپنے بندوں سے کرتا ہے اوران پر رحم فرماتا ہے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوااوراس کے علاوہ بھی دوسری آیتوں سے اسی طرح واضح ہوتا ہے اور جیسا کہ سابقہ حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

- وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ: اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ۔

اللہ تعالی نے جتنے بھی شرعی قوانین بنائے ہیں وہ سب دین کی حفاظت کے لیے، عزت وآبرو اور جان ومال کی حفاظت کے لیے اور اسی طرح سے نسب کی حفاظت کے لیے ہیں، یہ ساری چیزیں ہر شریعت میں ضروریات کا حصہ رہی ہیں جن کا تحفظ ضروری ہوتا ہے اور وہ پانچ چیزیں ہیں: دین، جان، مال، عقل اور عزت وآبرو۔

بے حیائی کے قریب نہ جاؤ یعنی دوسروں کی عزتوں کو پامال نہ کرو جس سے کہ حسب ونسب کے اندر بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور سماج کے اندر اخلاقی گراوٹ آتی ہے، اور اس کے علاوہ بھی دوسرے مفاسد جنم لیتے ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں ہوتی، ان میں سرفہرست زنا کاری اور شراب نوشی ہے؛ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ بے حیائی کے قریب تک نہ جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہو یا چھپ کر ہو، ہر طرح کے فواحش حرام ہیں، کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ ان کے قریب جائے، یہاں پر اللہ تعالی نے بے حیائی کے قریب جانے سے روکا ہے جو کہ زیادہ قوی ہے اس بات سے کہ بے حیائی کے ارتکاب سے روکا جاتا؛ کیونکہ اس کے قریب جانے سے منع کرنا یہ شامل ہے خود اس بے حیائی کے ارتکاب کرنے کو اور ساتھ ہی اس کے اسباب اور وسائل کے اپنانے کو جیسے کہ بوسہ دینا اور اسکی طرف چل کے جانا، اسے دیکھنا اور اسی طرح کے دیگر وسائل سب زنا کے وسائل اور اسباب ہیں، قرآن کی آیت ان سارے وسائل اور اسباب کو شامل ہے، اسی طرح سے اللہ تعالی نے سورہ اسراء کے اندر فرمایا کہ زنا کے قریب نہ جاؤ؛ کیونکہ وہ بے حیائی اور

فحش کاری ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے، اسی طرح اللہ تعالی نے زنا کرنے والے کے لیے سزا متعین کر رکھی ہے؛ چنانچہ اگر زانی کنوارا ہو تو اسے کوڑا مارنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی اور اگر شادی شدہ ہو تو اسے رجم کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت چنانچہ حدیث کے اندر غیر شادی شدہ پر کوڑا مارنے اور جلا وطن کرنے کا حکم ہے یعنی 100 کوڑا اسے مارا جائے گا اور اس کے علاقے سے اسے جلا وطن کر دیا جائے گا یعنی اسے اس شہر سے نکال دیا جائے گا جہاں پر اس نے فساد پیدا کیا ہے تاکہ وہ توبہ کے لیے سبب بن جائے، اس کے ساتھ تادیبی کاروائی ہو جائے اور اس کی تربیت بھی ہو جائے، اسی طرح سے حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر شادی شدہ ہے تو اسے پہلے سو کوڑا مارا جائے گا پھر اس کے بعد رجم کیا جائے گا۔

یقینا اللہ تعالی غفور رحیم ہے اسی نے اس حد کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور ان مجرموں کے ساتھ شفقت اور رحمت کا سلوک نہیں کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) ترجمہ: زناکار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیئے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیئے [النور:2]۔

یہ عزت و آبرو کو بچانے کے لیے اور اسے تحفظ دینے کے لیے ہے چنانچہ اس کے لیے سخت سے سخت سزا متعین کی گئی؛ کوڑا مارنا، قتل کرنا اور جلا وطن کرنا، یہ سب اس شخص کے لیے سزائیں ہیں جو دوسروں کی عزت و آبرو سے کھلواڑ کرتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی کسی کو ناحق قتل کرتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر مقتول کے اولیاء

چاہیں تو دیت بھی لے سکتے ہیں۔

- وَلَا تَقۡرَبُوا مَالَ الۡيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے۔

یہ بڑا ہی سنگین معاملہ ہے یعنی یتیم کے مال کے قریب اسی وقت جاؤ جب اس کے اندر اصلاح کر سکو اور اس کی تجارت کر کے اس کو بڑھا سکو لیکن اگر آپ کے ذریعے اس میں خسارہ ہو تو پھر اس کے قریب نہ جاؤ، یہ آپ کے لیے جائز نہیں ہے، اور اگر نہ ہی خسارہ ہو نا ہی منافع تب بھی اسے چھوڑ دو، بلکہ کوئی ایسا کامیاب طریقہ اختیار کرو جو زیادہ مستحسن ہو اس مال کے تحفظ کی خاطر اور تجارت وغیرہ کے ذریعے اسے بڑھانے کے لیے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے یتیم کا مال کھانے والوں پر سخت وعید سنائی ہے چنانچہ فرمایا: (إِنَّ الَّذِينَ يَأۡكُلُونَ أَمۡوَالَ الۡيَتَامَىٰ ظُلۡمًا إِنَّمَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ نَارًا وَسَيَصۡلَوۡنَ سَعِيرًا) ترجمہ: بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ [النساء:10]۔

کیا دنیاوی دستور میں اس طرح کی تعلیمات آپ پائیں گے جن کے اندر جان و مال، عزت و آبرو اور بچوں تک کی جان کے تحفظ کا سامان کیا گیا ہو؟! جانی تحفظ تا کہ انسان کو قتل نہ کیا جائے اسی طرح مالی تحفظ بھی فراہم کیا گیا ہے، اس طرح کی تعلیمات اور اس طرح کے قوانین آپ کو کہاں مل سکتے ہیں؟! کیا دنیا میں ایسا کوئی قانون ہے جو اللہ کے قانون سے زیادہ کامل ہو یا کم سے کم اس کے قریب ہی ہو؟! پھر آخر یہ مجرمین اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر شرعی قوانین کو چھوڑ کر دوسرے قوانین اور دستور اختیار کیوں کرتے ہیں؟!

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو دین کی سمجھ عطا کرے اور ان لوگوں میں بنائے جو اچھی بات سنتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں، صلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ وصحبہ وسلم۔

آٹھویں مجلس

سورہ الاعراف: آیت 88 – سورہ الانفال: آیت 40

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى اله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

*محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی اتباع کرنے کے وجوب کا بیان:

امید ہے کہ ہم نے سورہ اعراف کی چند آیتوں اور اسی طرح سورہ انفال کی ابتدائی آیتوں سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہوگا، میں آج بھی ان شاءاللہ ان چیزوں کا مختصر ذکر کروں گا جنہیں کل بیان کیا گیا اور اسی طرح اس رات میں بھی، چنانچہ اللہ تعالی نے سورہ اعراف کے اندر اس امت کو حکم دیا ہے کہ اسکی طرف جو چیزیں اتاری گئی ہیں وہ اس کی پیروی کرے چنانچہ فرمایا: (اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ) ترجمہ: اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔ [الاعراف:3]۔

سو امت محمدیہ کو شریعت کی پابندی اور اس کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے عقائد وعبادات میں اور اسی طرح اعمال واخلاق اور سیاسیات میں، شریعت محمدیہ کے علاوہ اس امت کے لیے کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کی پیروی کرے خواہ وہ کوئی بھی ہو اگر وہ شریعت کی مخالفت کرتا ہے؛ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں ہے۔

چنانچہ یہ گمراہی کی علامت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی مخالفت کی جائے؛ وہ مخالفت خواہ کسی چھوٹی چیز میں ہو یا بڑی چیز میں، اور غیر اللہ کی اتباع کی جائے، یقیناً یہ گمراہی کی نشانیوں میں سے ہے۔

* بنی آدم کے ساتھ شیطانی چال:

انہی آیتوں میں ہماری عبرت اور نصیحت کے لیے اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام اور ملعون ابلیس کا واقعہ بھی بیان کیا ہے جس کے اندر ہمارے لیے بہت بڑی نصیحت ہے: اللہ تعالی نے ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام کے سجدے کا حکم دیا تھا مگر اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اس طرح وہ کافروں میں سے ہو گیا، اور اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ آدم علیہ السلام کی ذریت کو ضرور گمراہ کرے گا، اس کے لیے اس نے اللہ تعالی سے قیامت تک کے لیے مہلت طلب کر لی ہے اور اللہ تعالی نے اسے مہلت دے بھی دی ہے: چنانچہ اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی ذریت کو گمراہ کرنے کے تمام ہتھکنڈے استعمال کرے گا، ان کے دائیں بیٹھے گا ان کے بائیں اور پیچھے بیٹھے اور سب کو ناشکرا کر کے چھوڑے گا. بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لیے یہ خبیث ابلیس اپنے خبیث وعدے کو نافذ کرنے کی خاطر پوری طرح کوشش کر رہا ہے اور اس نے ایک بڑی تعداد کو شرک، گمراہی اور فواحش ومنکرات کی راہ پر ڈال دیا ہے، ساتھ ہی اللہ تعالی نے بنی آدم کو اس خبیث ملعون اور اس کی سازش اور چال سے بھی آگاہ کر دیا ہے، اس ملعون ابلیس نے ان کے دادا آدم علیہ السلام کے خلاف جس طرح سازش رچی اور چال چلی اسی طرح اللہ تعالی نے آگاہ کر دیا کہ وہ ان کے ساتھ بھی اسی طرح چال چلے گا۔

اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کو توفیق دی چنانچہ انہوں نے شیطان کی مخالفت کی اور اللہ کے حکم کی پیروی کی اور اس کی شریعت کی پیروی کی، شیطان کی پیروی ان لوگوں نے کی جو گمراہ اور ذلیل ہیں اہل کتاب اور دیگر مشرک قوموں کے کفار، اس تعلق سے اللہ تعالی نے انبیاء کے قصوں کو بیان کیا ہے:

انہی میں سے نوح علیہ السلام کا قصہ بھی ہے جنہوں نے اپنی قوم کو توحید باری تعالی کی طرف دعوت دی اور انہیں شرک سے ڈرایا صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کا حکم دیا مگر انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا، آپ کی تکذیب کی انہوں نے ہٹ دھرمی دکھائی اور سرکشی پر اتر آئے تو اللہ تعالی نے انہیں ہلاک کر دیا۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف بھیجا انہوں نے بھی توحید باری تعالی کی طرف انہیں بلایا، دین خالص کی دعوت دی مگر انہوں نے آپ کو بھی جھٹلا دیا اور سرکشی پر اتر آئے تو اللہ تعالی نے انہیں بھی ہلاک کر دیا اور بعد والوں کے لیے انہیں نشان عبرت بنا دیا۔

اسی طرح قوم صالح کا بھی حال ہے؛ یہ قوم ثمود ہیں انہوں نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور سرکشی پر اتر آئے تو اللہ تعالی نے انہیں بھی ہلاک کر دیا یہ دنیا کے اندر ہلاکت کی مستحق تھے اور آخرت میں بھی ابدی عذاب کے مستحق ہیں۔

اسی طرح قوم شعیب کا بھی حال ہے اور یہی حال فرعون کا موسی علیہ السلام کے ساتھ بھی تھا، اس کی قوم نے بھی کفر کیا، موسی علیہ السلام کی تکذیب کی، یہ بھی سرکشی پر اتر آئے؛ انہوں نے جادوگروں کا سہارا لیا تا کہ موسی علیہ السلام کو مغلوب کر دیں مگر اللہ تعالی نے ان کی چال کو انہی کی طرف واپس کر دیا اور ان تمام جادوگروں کو اسلام لانے کی توفیق دی، جب انہوں نے موسی علیہ السلام کی سچائی کو دیکھا اور ان تمام سچے معجزات کو دیکھا جو ان کے ہاتھوں ظاہر ہوئے جن کے ذریعے اللہ نے ان کی چالوں کو اور ان کے مکرو فریب اور جادوگری کو باطل کر دیا، اللہ تعالی نے ان کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمایا چنانچہ یہ ایمان لے آئے اور موسی علیہ السلام کی انہوں نے پیروی کر لی۔

اسی طرح اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا ہے ان کے صبر کی حالت کو بھی اور ان کے انحرافات اور موسی علیہ السلام کی انہوں نے جو مخالفت کی ان سب کو تفصیل سے اللہ تعالی نے بیان کیا ہے۔

*رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ:

بنی اسرائیل کے واقعے کے اندر اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبے کا بھی ذکر کیا ہے یہاں پر ہم ذرا ٹھہر کر کچھ تفصیلی گفتگو کریں گے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:(وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ[156]الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[157]قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ) ترجمہ: اور میری رحمت تمام اشیا پر محیط ہے ۔تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں [156] ۔جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں ۔وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں ۔سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں [157] ۔آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت

کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ [الاعراف 158:]۔

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبے کو واضح کیا ہے اور آپ کے مقام کو سابقہ کتابوں میں بھی بیان کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفات میں ان صفات کو بھی بیان کیا ہے جن کا ذکر سابقہ آیتوں میں ہے کہ آپ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہراتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام اور یہاں پاکیزہ چیزیں وہی ہیں جنہیں انسانی عقل اچھا سمجھے اور ان کا احترام کرے اور جن سے انسانی جسم وعقل استفادہ کرے ایسی چیزوں کو اللہ تعالی نے اس امت کے لیے حلال قرار دیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے اس امت پر خبیث چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے؛ خبیث چیزیں وہ ہیں جنہیں انسانی عقل وفطرت قبیح اور اسے برا سمجھے، جن کا تعلق خبیث محرمات سے ہوتا ہے جیسے کہ شراب نوشی، زنا کاری، خنزیر کا گوشت اور مردار گوشت کھانا، ان حرام چیزوں کا ارتکاب کرنا جن کا ذکر سورہ مائدہ کے اندر گزر چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس معتدل شریعت کو بھیجا جس کے اندر نہ کوئی بوجھ ہے اور نہ ہی کوئی بیڑی، جبکہ بنی اسرائیل کی شریعت میں بوجھ اور بیڑیاں تھیں، ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ نے ان پر ڈال رکھا تھا، چنانچہ جب بھی وہ شریعت موسوی پر سرکشی کرتے اللہ انکے بوجھ اور بیڑیوں میں اضافہ کر دیتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معتدل شریعت کے ساتھ بھیجا جس کے اندر نہ کوئی بوجھ ہے اور نہ ہی کوئی بیڑی۔

ان آیات میں شاہد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقام و مرتبے اور اس شریعت کے

امتیازات کو واضح کیا گیا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بڑی واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے؛ چنانچہ آپ تمام رسولوں سے افضل ہیں، آپ کے ذریعے سے تمام نبیوں کا سلسلہ بند کر دیا گیا اور آپ کی رسالت آخری رسالت ہے۔

اے نوجوانوں کی جماعت! اللہ تعالی نے اس امت کو سب سے افضل رسول سب سے سخی رسول اور سب سے افضل رسالت سے نوازا ہے ایسی رسالت جس کے اندر بہت ساری خصوصیت اور امتیازات ہیں؛ چنانچہ اس کے اندر تمام انبیاء کا احترام پایا جاتا ہے، توحید باری تعالی کے تعلق سے تمام انبیاء کی اتباع کا حکم ہے، اسی طرح تمام خبیث چیزوں کو حرام ٹھہرایا گیا ہے اور تمام پاکیزہ چیزوں کو حلال، اسی طرح اعتدال اور نرمی کا پیغام دیا گیا ہے اور اس امت کو ہر طرح کے بوجھ اور بیڑیوں سے نجات دے دی گئی ہے جبکہ ایسے بوجھ پچھلی امتوں پر لاد دیے گئے تھے: اس لیے ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی شکر گزار ہونا چاہیے جنہیں اللہ تعالی نے ہماری طرف رسالت کاملہ دیکر بھیجا ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم آپ کی پیروی کریں، آپ کے حکم کی مخالفت بالکل نہ کریں ان تمام چیزوں میں جو کتاب وسنت کے اندر وارد ہوئی ہیں ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے یا اخلاق سے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی اس امت کو اسی معتدل شریعت کی طرف رجوع کرنے اور اسے مضبوطی سے تھام لینے کی توفیق عطا فرمائے جسے دے کر اللہ تعالی نے نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا، اور اس امت کے اندر ایسے شخص کو بھیج دے جو اسے شریعت کی اتباع کی راہ پر لگا دے تا کہ یہ آج بھی اس دنیا میں عزت اور سر بلندی حاصل کر سکے اور آخرت میں بھی نجات و کامیابی سے ہمکنار ہو سکے، ہمارا رب ہماری دعاؤں کو سننے والا ہے۔ وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم، ووفق اللہ الجمیع لما یحبہ ویرضاہ۔

نویں مجلس

سورہ الانفال: آیت 41 -سورہ التوبہ: آیت 92

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول اللّٰه وعلى اله وصحبه ومن اتبع هداه، امابعد:

دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو ان لوگوں میں بنائے جو اچھی بات سنتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں، سورہ انفال سے کچھ آیتیں اور سورہ توبہ کی کچھ آیتیں آپ نے سنیں جن کے اندر جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں گفتگو کی گئی، اسی طرح منافقوں کی صفات کو بیان کیا گیا اور یہ کہ وہ لوگ کیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن وتشنیع کرتے تھے اور آپ کا استہزا کرتے تھے، اسی طرح مسلمانوں کا کس طرح وہ مذاق کرتے تھے اور جہاد میں کس طرح وہ پیچھے رہتے تھے، چنانچہ اللہ تعالی نے ان منافقوں کی شدید مذمت کی ہے اور سورہ توبہ کے اندر انہیں اچھی طرح ایکسپوز کیا ہے؛ اسی لیے بعض علماء اس سورت کا نام فاضحہ رکھتے ہیں کیونکہ اس سورت کے اندر منافقوں کی فضیحت کی گئی ہے، انکی خیانتوں، انکے جھوٹ اور انکی غداری اور جہاد سے پست ہمت بنانے کو ایکسپوز کیا گیا ہے۔

* جہاد کے بعض ایمانی اور عملی احکام:

ان دونوں سورتوں کے اندر جہاد کے بارے میں کثرت سے کلام کیا گیا، یہاں میں اسی موضوع سے متعلق بعض آیتوں کو لے کر اللہ کی توفیق سے اس پر گفتگو کروں گا، اسی طرح اگر مزید وقت میسر ہوا تو ایمان کے بارے میں بھی گفتگو کروں گا؛ کیونکہ ایمان کامل کے بغیر کوئی جہاد نہیں ہے؛ اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سب سے زیادہ کامل ایمان والے تھے؛ چنانچہ انہوں نے ایمان کامل کے

ساتھ جہاد کے علم کو بلند کیا؛ اسی لیے اللہ تعالی نے ان کے ہاتھوں دنیا کو فتح کیا اور کافر قوموں کو ذلیل کیا؛ چنانچہ انہی کے زمانے میں بہت سارے لوگ اسلام میں داخل ہوئے چاہے؛ خواہ ان کا تعلق ترک سے ہو، صقالبہ سے ہو، قبطیوں سے ہو، حبشیوں سے ہو بربر سے ہو یا اور دوسری کسی قوم سے ہو جن کا تعلق دنیا کے مشرق و مغرب ہر علاقے سے رہا ہے۔

یہ ساری قومیں اپنی تمام فوجوں اور طاقتوں کے ساتھ ان سچے ایمان والے مومنین صحابہ کے سامنے شکست کھا گئے، ذیل میں ہم کچھ آیتیں ذکر کر رہے ہیں جن کے اندر اللہ تعالی نے لوگوں کو جہاد پر ابھارا ہے؛ ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ [15] وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ) ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا [15] اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے۔ باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا وہ بہت ہی بری جگہ ہے [الانفال:16]۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) ترجمہ: مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور خدا کو بہت یاد کرو تا کہ مراد حاصل کرو (الأنفال:45)۔

اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو اور ان کے منہج پر چلنے والوں کو جہاد کا حکم دیا ہے تا کہ اللہ کے کلمے کو بلند کیا جائے اور دشمنوں کا جب حملہ ہو تو ان کے سامنے سینہ سپر ہو کر ڈٹ کے مقابلہ کیا جائے، دوسری طرف اللہ تعالی نے انہیں منع کیا ہے اس بات سے کہ وہ کسی طرح اسلامی فوج کی ہزیمت کا

باعث بنیں؛ چنانچہ فرمایا کہ پیٹھ پھیر کر مت بھاگنا؛ اسی لیے اگر کوئی اسلامی فوج کے ساتھ میدان جنگ میں ہے تو اس کے لیے بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ پیٹھ دکھائے یعنی میدان چھوڑ کر بھاگے سوائے دو حالتوں میں:

1- جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو یعنی وہ میسرہ میں تھا وہاں سے بھاگ کر میمنہ کی طرف آگیا تاکہ ان لوگوں کا تعاون کرے یا وہ امیر کی طرف چلا گیا تو ایسے شخص کو یہ وعید شامل نہیں ہوگی، اسی طرح اگر وہ میمنہ میں تھا اس نے مناسب سمجھا کہ وہ میسرہ کی طرف آجائے تاکہ ان کی مدد کرے تاکہ وہ لوگ دشمنوں پر بھاری پڑیں تو ایسے شخص کو بھی یہ مذمت اور یہ وعید شامل نہیں ہوگی۔

2- دوسری حالت یہ ہے کہ میدان سے وہ بھاگ کھڑا ہو دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے تاکہ دشمن یہ سمجھے کہ وہ ڈر سے شکست کھا کر بھاگ گیا پھر دشمن اس کا پیچھا کرے یہاں تک کہ کچھ دور آگے جا کر واپس پلٹی مار کر پینترا بدلتے ہوئے اس کے اوپر حملہ کردے اور اسے قتل کردے تو ایسے شخص کو بھی یہ مذمت اور یہ وعید شامل نہیں ہوگی۔

ہاں اگر کوئی بزدلی خوف اور ڈر کی وجہ سے میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے تو ایسے ہی شخص کے لیے یہ وعید اور یہ مذمت آئی ہے، ایسے لوگ اللہ کے غضب کے مستحق ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے، چنانچہ یہ سخت وعید ہے ایسے شخص کے لیے جو دشمنوں سے لڑائی کرتے وقت میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرلے؛ کیونکہ یہ مسلمانوں کی شکست اور ان کی تباہی کا باعث ہوگا، سوائے مذکورہ دونوں حالتوں کے۔

اسی طرح حدیث کے اندر اسے ہلاکت خیز گناہ بتلایا گیا ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ

النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں بچتے رہو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' جادو کرنا' کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' لڑائی میں سے بھاگ جانا' پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔" (بخاری: 2766)۔

یعنی وہ موت کے ڈر سے اپنی زندگی کو بچانے کے لیے شکست کھا کر دشمنوں کے سامنے سے راہ فرار اختیار کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے جان و مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے تو گویا آپ نے اپنے آپ کو فروخت کر دیا ہے اس جنت کے حصول میں جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، اور ایک مجاہد اللہ کے نزدیک جنت کے اندر سینکڑوں درجات حاصل کرے گا پھر ایک مومن جنت کے حصول میں کوتاہی کیوں کرے گا؟! وہ اپنی جان اور اپنے نفس کی حفاظت کے لیے راہ فرار اختیار کیوں کرے گا؟ وہ میدان جنگ میں بزدلی کیوں دکھائے گا کہ اس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان ہو؟!

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن کہا تھا: کھڑے ہو جاؤ جنت کے لیے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، یہ سن کر تعجب کے ساتھ ایک صحابی پوچھنے لگے: اللہ کے رسول! کیا واقعی جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے! پوری تفصیل درج ذیل حدیث میں دیکھیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُسَيْسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عِيرُ أَبِي سُفْيَانَ، فَجَاءَ وَمَا فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا أَدْرِي مَا اسْتَثْنَى بَعْضَ نِسَائِهِ، قَالَ: فَحَدَّثَهُ الْحَدِيثَ، قَالَ: فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكَلَّمَ فَقَالَ: " إِنَّ لَنَا طَلِبَةً فَمَنْ كَانَ ظَهْرُهُ حَاضِرًا، فَلْيَرْكَبْ مَعَنَا "، فَجَعَلَ رِجَالٌ يَسْتَأْذِنُونَهُ فِي ظُهْرَانِهِمْ فِي عُلْوِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: " لَا، إِلَّا مَنْ كَانَ ظَهْرُهُ حَاضِرًا "، فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَتَّى سَبَقُوا الْمُشْرِكِينَ إِلَى بَدْرٍ، وَجَاءَ الْمُشْرِكُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا يُقَدِّمَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَى شَيْءٍ حَتَّى أَكُونَ أَنَا دُونَهُ "، فَدَنَا الْمُشْرِكُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قُومُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ "، قَالَ: يَقُولُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْأَنْصَارِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: بَخٍ بَخٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَا يَحْمِلُكَ عَلَى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟"، قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا رَجَاءَةَ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا، قَالَ: " فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا "، فَأَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْهُنَّ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حَيِيتُ حَتَّى آكُلَ تَمَرَاتِي هَذِهِ إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيلَةٌ، قَالَ: فَرَمَى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى قُتِلَ.

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بسیسہ رضی اللہ تعالی عنہ کو جاسوس بنا کر روانہ فرمایا تا کہ وہ ابوسفیان کے قافلہ کے حالات کا جائزہ لے، وہ واپس آیا تو میرے سوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا گھر میں کوئی نہ تھا، ثابت کہتے ہیں، مجھے معلوم نہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے ازواج مطہرات میں سے کسی کو مستثنیٰ کیا تھا، اس نے آپ کو واقعہ سنایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور خطاب فرمایا، اس میں کہا "ہمیں ایک مطلوب ہے، تو

جس کی سواری گھر میں ہے وہ ہمارے ساتھ سوار ہو جائے" تو کچھ لوگ آپ سے ان سواریوں کے بارے میں اجازت مانگنے لگے، جو مدینہ کے بالائی علاقہ میں تھیں، آپصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، وہی لوگ نکلیں جن کی سواریاں موجود ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی روانہ ہو گئے، حتی کہ مشرکوں سے بدر میں پہلے پہنچ گئے اور مشرک بھی آ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی کسی چیز کی طرف نہ بڑھے، حتیٰ کہ میں آگے ہوں" مشرکین قریب آ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس جنت کی طرف اٹھو، جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔" عمیر بن حمام انصاری نے کہا، اے اللہ کے رسول! جنت جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں" اس نے کہا، واہ، واہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "تم واہ، واہ کلمہ تحسین کیوں کہہ رہے ہو؟" اس نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! اس امید پر کہ میں بھی اس کے باشندوں میں داخل ہوں۔ آپصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو اہل جنت میں سے ہے۔" تو اس نے اپنے ترکش سے چند کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگا، پھر کہا، اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ تو بہت طویل زندگی ہو گی اور وہ کھجوریں جو اس کے پاس تھیں، پھینک دیں، اور دشمن سے لڑنے لگا، حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم :1901)۔

اللہ تعالی نے جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد فرمائی حالانکہ ان کی تعداد دشمن کے مقابلے بہت کم تھی، دراصل اللہ تعالی کی مدد اور اس کی نصرت ان کے سچے ایمان اور اللہ تعالی کے لیے ان کے اخلاص اور ان کی ثابت قدمی کی وجہ سے آئی تھی، ساتھ ہی ان کے درمیان رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے جو اللہ تعالی سے ان کی کامیابی کے لیے مسلسل دعائیں کر رہے تھے، ایسی صورت میں مومنین جہاد پر صبر کیوں نہ کریں؟! یہ صرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ جہاد قائم ہے؛ اسی لیے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: جو اللہ کے عبادت کرتا ہے تو وہ سن لے کہ اللہ زندہ

ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو وہ یہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے، آپ کی وفات کے بعد صحابہ نے جہاد کا انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے جہاد کے علم کو بلند رکھا، سب سے پہلے انہوں نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا اور ارتداد کو عرب سے ختم کر کے چھوڑا، اس وقت ان کی حالت بہت کمزور تھی مگر کمزوری اور قلت تعداد کے باوجود انہوں نے جہاد کے دو محاذ کھول دیے: پہلا محاذ ایرانیوں کی طرف جو کہ اس وقت سب سے بڑی قوت تھی اور دوسرا محاذ رومیوں کی طرف۔ ان کی تعداد تھوڑی تھی مگر وہ اللہ پر بھروسہ کرتے تھے اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے اور انہیں یہ یقین تھا کہ اللہ انہیں غالب کرے گا اور ان کے دین کو سر بلند کرے گا؛ ارشاد باری تعالی ہے: (هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ) ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔ [التوبہ:33]۔

مزید اللہ تعالی نے فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[45] وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ) ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو [45] اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر وسہارا رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے [الانفال:46]۔

چنانچہ اللہ تعالی نے یہاں پر جہاد میں ثابت قدم رہنے اور صبر سے کام لینے کا حکم دیا ہے، ساتھ ہی اختلاف اور تنازعہ کرنے سے منع کیا ہے؛ اس لیے کہ ایمان صادق اور اخلاص کے ساتھ آپس میں صف بندی کرنا اور متحد ہو کر کے رہنا اللہ کے دشمنوں پر کامیابی کا ایک بہت ہی اہم سبب ہے جبکہ بے صبری اور

عدم پائیداری، آپسی اختلاف اورتنازعہ یہ سب ناکامی، شکست اور ذلت ورسوائی کاباعث ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایاہے کہ آپس میں اختلاف نہ کروورنہ ناکام ہوجاؤ گےاورتمہاری ہوااکھڑجاؤ گے بلکہ صبر سے کام لو اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مرور زمانہ کے ساتھ آخر میں مسلمانوں کے ایمان میں کمی آگئی، ان کا ایمان کمزور ہوگیا، عقیدے میں بہت سارے مسلمان بھٹک گئے، منحرف ہوگئے؛ اسی لیے وہ اللہ کی طرف سے مدد اور نصرت کے مستحق نہیں رہ گئے، اور اللہ تعالی نے ان کا خاص خیال نہیں رکھا؛ کیونکہ انہوں نے اللہ کے دین میں خلل پیدا کر دیا نبی کے منہج کو چھوڑ دیا چنانچہ جس منہج اور طریقے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ قائم تھے اس سے بھٹک گئے؛ اسی لیے اب یہ اللہ کی مدد کے مستحق نہ رہے بلکہ یہ ذلت وخواری کے مستحق ٹھہرے جیسا کہ حدیث کے اندر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جب تم بیع عینہ[1] کرنے لگو گے گایوں بیلوں کے دم تھام لو گے، کھیتی باڑی میں مست و مگن رہنے لگو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا، جس سے تم اس وقت تک نجات و چھٹکارا نہ پا سکو گے جب تک اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آو گے“۔ (سنن ابی داود :3462)۔

مسلمانوں نے اب جہاد کو ضائع کر رکھا ہے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے:

عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" أُعْطِيتُ خَمْسًا

لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِي الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً".

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ نے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں ۔ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی ۔پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے ۔اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے ۔ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا۔اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ۔اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔(صحیح بخاری :335)۔

یہاں شاہد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول سے نصرت و مدد کا وعدہ کیا اور مال غنیمت کو حلال کیا ہے جبکہ اس سے پہلے بنی اسرائیل پر مال غنیمت حرام تھا؛ وہ جب دشمنوں پر غالب ہوتے -حالانکہ ایسا بہت کم ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ اپنے انبیاء پر سرکشی بہت کرتے تھے-تو آسمان سے آگ نازل ہوتی اور اس مال غنیمت کو جلا دیتی تھی ،مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مال غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر دیا گیا ہے تا کہ ہم اس کے ذریعے جہاد فی سبیل اللہ میں تقویت حاصل کریں ۔

اللہ ہم سب مسلمانوں کو توفیق دے اور ان کے لیے سچے مخلص داعی میسر فرما تا کہ وہ انہیں اللہ کے دین کی طرف، ایمان صادق اور توحید خالص کی طرف واپس لاسکیں ؛ کیونکہ مدد اور غلبہ انہی چیزوں سے حاصل ہوسکتا ہے، اگر انہیں وہ پورا کریں گے تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور اللہ تعالی اپنے وعدے کو پورا

کرتا ہے وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے، اور نہ ہی اپنی سنت کو بدلتا ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ) ترجمہ: کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں [الرعد: 11]۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی اس امت کو سچے اور خیر خواہ لوگوں کی توفیق دے جو اسے علم وبصیرت کے ساتھ اللہ کے دین، اس کی توحید اور راس کے ایمان کی طرف دعوت دیں۔ اسی سورت سورہ انفال کے اندر اللہ تعالی نے فرمایا: (وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ) ترجمہ: تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو)۔ (الانفال: 60)۔

اس وقت مسلمانوں کے اندر دونوں تیاریاں مفقود ہیں: نمبر ایک ایمان کی تیاری جو کہ اصل بنیاد ہے نمبر دو ہتھیار کی تیاری؛ چنانچہ اگر دیکھا جائے تو ان کے اسلحے اور ہتھیار دشمنوں کے سامنے اسی طرح ہیں جیسے بچوں کے ہاتھ میں کھلونے ہوتے ہیں اور یہ خود دشمنوں کے سامنے کھلواڑ بن چکے ہیں، پتہ نہیں کب انہیں ہوش آئے گا! اور کب یہ سچے ایمان کی طرف اور سچے دین کی طرف واپس آئیں گے اور راہ راست پر گامزن ہوں گے؟!

دعاء ہیکہ اللہ تعالی اسے جلد ہی پورا کردے یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

دسویں مجلس

سورہ التوبہ: آیت 93-سورہ یونس: آخر تک

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اتبع هداه، اما بعد:

دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو ان لوگوں میں بنائے جو اچھی بات سنتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں، سب سے بہتر اللہ کا کلام ہے، امید ہیکہ ہم نے کتاب اللہ کی تلاوت کو سنا ہوگا اور اس سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی ایمان میں اضافہ کیا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی نے حقیقی مومنوں کے بارے میں فرماتا ہے: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ [2] الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ [3] أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا) ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتیں ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں [2] جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں [3] سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں۔ (الانفال: 4)۔

امید ہے کہ ہم نے اللہ کی آیتوں کو سن کر اپنی ایمان میں اضافہ کیا ہوگا اور یقینی طور پر مومنوں میں شامل ہوں گے، دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہمیں ایسا ہی بنائے۔

اور آج کی رات ہم نے جو کچھ سورہ توبہ اور سورہ یونس سے سنا ہے جس کے اندر بڑی عبرتیں اور نصیحتیں

ہیں ؛ان میں توحید کو ثابت کیا گیا ہے، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کیا گیا ہے، سورہ یونس کی اکثر آیتوں میں مشرکوں اور کافروں کو زبردست دلیلوں اور حجتوں سے زیر کر دیا گیا ہے، اور یہ سورہ یونس ان مکی سورتوں میں سے ایک ہے جو توحید اور اسی طرح حساب کتاب اور بدلے کے دن کے ارد گرد گھومتی ہیں، سورہ توبہ کی آخری آیتوں اور سورہ یونس کی ابتدائی آیتوں کے تعلق سے میں کچھ عرض کروں گا امید ہے کہ ہم اس سے ضرور استفادہ کریں گے۔

چنانچہ اللہ تعالی نے سورہ توبہ کے اندر منافقوں کی مذمت کی ہے، ان کی نیتوں کو ایکسپوز کیا ہے، ان کے رازوں اور بھیدوں کو کھول کر رکھ دیا ہے، ان کے ہتھکنڈوں اور ان کے مکروفریب، ان کے جھوٹ اور ان کی خیانتوں کو واضح کیا ہے، انہیں سخت وعید سنائی ہے؛ خواہ یہ دیہاتوں میں رہنے والے ہوں یا شہروں میں یا مدینہ کے مضافاتی علاقوں میں۔

***صحابہ وتابعین کی تعریف اللہ کی زبانی:**

اللہ تعالی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جیسے سچے مومنوں کی تعریف کی ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ ان سے راضی ہے اور وہ بھی ان سے راضی ہیں اور انہیں اللہ تعالی نے پوری امت کے لیے اسوہ اور نمونہ بنایا ہے؛ چنانچہ انہیں اسوہ ماننے والے اور ان کی پیروی کرنے والے وہی مانے جائیں گے جو ان کے منہج اور طریقے پر چلیں گے اور ان کے راستے کی پیروی کریں گے، اسی کو معروف طریقے سے پیروی کرنا کہتے ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: (وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ

مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے[التوبہ: 100]۔

چنانچہ مہاجرین وہ ہیں جنہوں نے اپنے گھربار کو چھوڑ کر ایمان وتوحید کے دیار مدینہ چلے گئے خواہ وہ مکہ سے گئے ہو یا کسی دوسرے شہر سے، اور انصار وہ ہیں جنہوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور اللہ پر ایمان لائے، اللہ تعالی نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:(وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ:اور(ان کے لیے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ)اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو(بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے[الحشر:9]۔

اللہ ان سے راضی ہو، انہوں نے مہاجرین کو کبھی تنگ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی اپنے اوپر انہیں بوجھ سمجھا بلکہ انہوں نے ان سے محبت کیا، ان کی عزت کی حتی کہ وہ اپنے آپ پر انہیں ترجیح دیتے تھے اگرچہ انہیں تنگی لاحق ہو؛ اسی لیے وہ اللہ کی طرف سے اس عظیم تعریف اور عظیم اجر کے مستحق ہوئے، اللہ ان سے راضی اور خوش ہو۔

اور جو معروف طریقے سے ان کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھامے ہوتے ہیں عقیدہ ومنہج اور اخلاق ہر ایک میں، اسی طرح حلال کو حلال سمجھنے اور حرام کو حرام سمجھنے میں، سیاست معیشت اور دنیا کے تمام شعبوں میں ہر قدم پر ان کی پیروی کرتے ہیں وہ لوگ بھی اللہ تعالی

کی اس رضامندی کو حاصل کرنے والے ہیں، اللہ تعالی ان سے بھی راضی ہو۔

چنانچہ اے ساتھیو! تم بھی معروف طریقے سے ان کی پیروی کرنے والوں میں بنو تاکہ تم بھی اللہ تعالی کی رضامندی کو حاصل کرلو اوراس اجرعظیم کو بھی حاصل کرلو جس کا اللہ تعالی نے اپنے ان بندوں سے وعدہ کیا ہے جن سے وہ راضی ہے خواہ وہ صحابہ ہوں مہاجرین وانصار میں سے یا معروف طریقے سے ان کی پیروی کرنے والے ہوں۔

آگے مزید فرمایا: (إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ [111] التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ) ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اوران کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے، تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ، اور یہ بڑی کامیابی ہے [111]۔ وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، (یا راہ حق میں سفر کرنے والے) رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے [التوبہ:112]۔

ان صفات پر غور کریں، یہ سچے مومنوں کی صفات ہیں جن میں سرفہرست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحابہ ہیں جنہوں نے اپنی جان و مال کو اس جنت کے بدلے فروخت کر دیا تھا جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے، اللہ تعالی نے انہیں جنت کی خوشخبری سنائی اور یقینا اللہ تعالی اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے۔اور یقینا جو ان کی راہ پر چلے گا وہ بھی اس عظیم وعدے کو حاصل کرے گا۔

* چنانچہ اللہ تعالی نے انہیں درج ذیل عظیم صفات سے متصف کیا ہے:

-التَّائِبُونَ: توبہ کرنے والے۔

جب بھی انسان سے کوئی غلطی ہوتی ہے وہ اللہ سے توبہ کرنے میں جلدی کرتا ہے، توبہ کے بارے میں بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کے لیے ضروری نہیں کہ انسان گناہ کرے؛ کیونکہ یہاں پر آیا ہے کہ اللہ تعالی نے انصار و مہاجرین کی توبہ کو قبول کیا۔

-الْعَابِدُونَ: عبادت کرنے والے۔

جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں، نماز روزہ کی پابندی کرتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اللہ تعالی کا بہت زیادہ ذکر واذکار کرتے ہیں اور صبح وشام اس کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں۔

-الْحَامِدُونَ: حمد کرنے والے۔

-السَّائِحُونَ: راہ حق میں سفر کرنے والے۔اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو روزے کی پابندی کرتے ہیں جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے۔

-الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ: رکوع اور سجدہ کرنے والے۔

یعنی جو کثرت سے نمازیں پڑھتے ہیں، فرائض کو پوری طرح ادا کرتے ہیں، وہ قیام اللیل، تہجد اور دیگر نوافل ادا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ[17] وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ[18] وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ

وَالْمَحْرُومِ) ترجمہ: وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے [17] اور وقت سحر استغفار کیا کرتے تھے [18] اوران کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا [الذاریات:19]۔

-الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ: نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے۔

-وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ: اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں۔

یہاں پر اللہ کی حدوں سے مراد حلال وحرام جیسی چیزیں ہیں، یقینا ایسے لوگ اللہ کی طرف سے رضامندی اوراس کی رحمت کے مستحق ہیں؛ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

لہذا انہی نیک لوگوں اور نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں کے راستوں پر چلو اور انہی کے طریقے پر گامزن رہو اپنے عقائد اور عبادات اور اپنی زندگی کے تمام امور میں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ فرمایا ہے ایک حدیث کے اندر:

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ".

ترجمہ: سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، جو ان کو بے یار ومددگار چھوڑے گا، وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا، حتیٰ کہ اللہ کا حکم آن پہنچے اور وہ اس طرح ہوں گے۔“ (صحیح مسلم:1920)۔

یہی وہ گروہ ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے منہج پر قائم ہے، یہی گروہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں؛ اس لیے کوشش کرو کہ تم بھی انہی میں سے رہو۔

*** نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے بعض نمونے:**

اللہ رب العالمین نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے، آپ کی صفات کو واضح کیا ہے، یقینا آپ کے اوصاف بہت زیادہ اور عظیم ہیں، علماء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمہ اور آپ کی نبوت کے دلائل پر بڑی بڑی کتابیں تالیف کی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں [التوبہ:128]۔

یعنی اللہ تعالی نے انہیں میں سے ایک نبی کو بھیجا، انہی کی زبان میں انہی سے ایک شخص کو منتخب کیا تاکہ وہ اس قرآن کو سمجھ سکیں جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا: (إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ) ترجمہ: ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے کہ تم سمجھ لو [الزخرف:3]۔

اب تمام انسان دین میں انہی عربوں کی تابع ہیں؛ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ نبی عربی ہیں وہ تمام انسانوں کے رسول ہیں، آپ کی رسالت سب کے لیے عام ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ) ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے [سبا:28]۔

مزید ایک جگہ فرمایا: (وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ) ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے [الانبیاء:107]۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے آپ کی یہ صفت بیان فرمائی کہ آپ سب پر شفقت کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں، یعنی تمام لوگوں کی ایمان لانے کے حریص ہیں اور سارے لوگ دین اسلام میں

داخل ہو جائیں تاکہ وہ اللہ کے عذاب، اسکی ناراضگی اور اسکے دردناک عذاب سے بچ سکیں۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید مہربانی اور شفقت ہے؛ اس لیے ہم پر ضروری ہے کہ ہم بھی انہی صفات سے متصف ہوں؛ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی رحمت کہا جاتا ہے، ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا: (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں۔ (الفتح:129)۔

اور جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، " يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ "۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔ (مسند احمد :6496، الرسالہ)۔ یعنی زمین کے اندر رہنے والی تمام چیزیں مراد ہیں وہ انسان ہوں یا حیوانات یا جانور وغیرہ ہوں۔

- اللہ تعالی نے سورہ توبہ کے آخر میں فرمایا: (فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ) ترجمہ: پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے [التوبہ:129]۔

یعنی اگر مشرکین آپ سے منہ موڑتے ہیں اور آپ کی دعوت سے اعراض کرتے ہیں تو اس کا وبال خود انہی کے اوپر ہوگا اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا؛ کیونکہ اللہ تعالی آپ کے ساتھ ہے وہ آپ

کے لیے کافی ہے، ان کی سازشوں اور ان کے مکروفریب سے اور ان کی طرف سے ہونے والی تمام تکلیفوں سے اللہ تعالی آپ کو محفوظ رکھے گا؛ اس لیے اپنے تمام امور میں صرف اللہ پر بھروسہ رکھیں، کیونکہ وہی اپ کا معبود ہے بلکہ تمام مخلوق کا معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ عرش عظیم کا رب ہے۔عرش لغت میں بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں، اللہ رب العالمین کا عرش بہت عظیم ہے عزت والا ہے؛ کیونکہ وہ زمین وآسمان کے رب اور تمام مخلوق کے مالک کا عرش ہے۔

***سورہ یونس میں توحید ربوبیت کا اثبات:**

اب ہم سورہ یونس کی بعض آیات کی طرف رخ کرتے ہیں؛ وہ آیتیں جو عقائد پر گفتگو کرتی ہیں اور ان میں سے اکثر توحید ربوبیت کے ارد گرد گھومتی ہیں، توحید ربوبیت کو قطعی دلیلوں اور حجتوں سے ثابت کرتی ہیں؛ ایسی دلیلیں جن سے کفار ومشرکین کے باطل عقائد کو توڑ کر رکھ دیتی ہیں، انہی آیات توحید میں سے وہ آیتیں بھی ہیں جن کا تعلق توحید اسماء وصفات سے ہے؛ اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: (إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ) ترجمہ: بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے [یونس:3]۔

اللہ تعالی نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، کہتے ہیں کہ یہ دن ہمارے ہی دنوں کی طرح سے ہوں گے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا، واللہ اعلم۔یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان دنوں سے کم ہوں۔اللہ تعالی نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: (ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ)

ترجمہ: پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں (سا) تھا پس اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے دونوں نے عرض کیا ہم بخوشی حاضر ہیں [فصلت: 11]۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ)

ترجمہ: وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے [یس:82]۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے یہاں پر یہ ذکر کیا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے تا کہ اپنے بندوں کو امور زندگی میں سنجیدگی، غور وفکر، تدبر اور علجت پسندی نہ کرنا سکھائے ورنہ اللہ تعالی کسی بھی چیز کے بارے میں یہ کہہ دے کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا، اللہ کی بات پوری ہو کے رہے گی، مگر یہاں پر انسانوں کو تعلیم دی گئی ہے؛ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کی تعلیم سے استفادہ کریں۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا: (ثُمَّ اسْتَوَى على العرش)۔

یہاں پر (ثم) ترتیب زمنی کے لیے ہے، سو یہاں پر اللہ کا مستوی ہونا یہ آسمان اور زمین کی تخلیق کے بعد پایا گیا ہے، سو اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے یہی چاہا کہ وہ اپنی تمام مخلوق سے اوپر ہو سو وہ سب سے اوپر ہے، یہ اللہ کی صفت کمال میں سے ہے، عرش تمام مخلوق کے اوپر بطور چھت کے ہے، آسمان وزمین اور جنت کا چھت، وہ جنت جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے، اللہ کا عظیم عرش، اللہ تعالی نے اس کی عظمت کا بیان کیا ہے کہ وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

اور اللہ تعالی کے لیے اور اس کی ذات اور جاہ وجلال کے لیے یہی لائق ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ وہ کائنات کے اندر ہو، اللہ تعالی اس طرح بالکل نہیں ہے جیسا کہ معتزلہ، جہمیہ اور ان کے پیروکار کہتے ہیں کہ وہ نہ تو اوپر ہے نہ نیچے ہے نہ دائیں ہے نہ بائیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی ساری مخلوق سے اوپر

ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے خود قرآن پاک کے اندر فرمایا ہے:(يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ) ترجمہ: اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم مل جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں[النحل:50]۔

اور اسی طرح ایک دوسری جگہ فرمایا:(تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ) ترجمہ: فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں۔(المعارج:4)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ) ترجمہ: اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے۔(فاطر:10)۔

اللہ تعالی کی فوقیت اور اس کے علو نیز عرش پر اس کے مستوی ہونے کے بارے میں ہزار سے زیادہ دلیلیں ہیں، اور یہ ساری دلیلیں بالکل واضح اور روشن حجت ہیں ان تمام لوگوں کے خلاف جو کتاب و سنت کے نصوص کے اندر تحریف کرتے ہیں اور عقل وفطرت کی مخالفت کرتے ہیں۔

گیارہویں مجلس

سورہ ھود کی ابتدائی آیات سے-سورہ یوسف آیت 52 تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

امید ہے کہ سورہ ہود اور سورہ یوسف سے جن آیتوں کو پڑھا گیا انہیں سن کر ہم نے ان سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہوگا؛ چنانچہ اللہ تعالی نے سورہ ہود کے اندر بہت سارے انبیاء کے واقعات بیان کیے ہیں تا کہ ہم ان واقعات سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور دعوت دین کے میدان میں ان انبیاء کو اسوہ اور نمونہ بنائیں، اور مجرموں کا مقابلہ کرنے میں اخلاق عالیہ کے ساتھ تکلیفوں پر صبر کریں جس طرح سے ان رسولوں نے صبر کیا۔

ان قصوں کو اور واقعات کو اللہ تعالی نے اسی لیے بیان کیا ہے تا کہ ہم مسلمان اپنی زندگی میں ان سے استفادہ کریں علم وعمل، جہاد، صبر اور دعوت دین ہر میدان میں۔

* استقامت کا حکم:

یہاں پر میں سورہ ہود کی دو عظیم آیتوں کو لے کر آپ سے گفتگو کروں گا اور وہ دونوں آیتیں درج ذیل ہیں: (فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ[112] وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ) ترجمہ: پس آپ جمے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں، خبر دار تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے [112] دیکھو ظالموں

کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہوسکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے [ھود:113]۔

یہاں پر اللہ تعالی اپنے رسول کو اور ان کے ساتھ جن مسلمانوں نے توبہ کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان سب کو استقامت کا حکم دے رہا ہے؛ کیونکہ اس سے پہلے یہ سب جہالت، گمراہی، شرک اور جاہلیت میں پڑے ہوئے تھے، اللہ تعالی نے ان پر احسان کیا اور ان سب نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اس سے توبہ کی، اس طرح یہ سب سے بہتر امت بن کر لوگوں کے لیے ظاہر ہوئے، نہ ان کی طرح آج تک کوئی آیا ہے اور نہ ہی مستقبل میں ان کی طرح کوئی ہوسکتا ہے؛ خواہ وہ صبر وثبات قدمی میں ہو یا استقامت اور جہاد میں ہو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں ہو، ان کے بعد ساری امت محمدیہ انہی کے تابع ہے۔

استقامت کا یہ حکم صرف اور صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ پوری امت کے لیے عام ہے، اللہ تعالی نے استقامت کا جو حکم دیا ہے یہ ساری امت کو شامل ہے اور قیامت تک آنے والے سب لوگ اس میں شامل ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ استقامت اختیار کرو، اسی طرح جیسے تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے بہت ساری آیتوں میں ثابت قدمی، صبر اور جہاد کا حکم دیا ہے، ان بہت سارے میدانوں میں جن کی طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے تھے، آپ خود استقامت اختیار کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کی امت بھی اسی طرف استقامت اختیار کرے یہاں پر استقامت کی تفسیر توحید سے کی گئی ہے، اور اسی طرح اعمال صالحہ سے بھی کی گئی ہے، جبکہ مومنوں سے ان تمام چیزوں میں استقامت مطلوب ہے جنہیں اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبانی مشروع قرار دیا ہے کہ وہ ثابت قدم رہیں اور استقامت اختیار کریں، چنانچہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو استقامت اختیار کرتے ہیں اور اس کے دین پر ثابت قدم رہتے ہیں

چنانچہ ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:(إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ[30] نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ [30] ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔(فصلت:31)۔

یہ ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے استقامت اختیار کیا اور اپنی زندگی میں اللہ کے دین حق پر ثابت قدم رہے، اللہ تعالی ان کے اوپر فرشتوں کو نازل کرے گا جو انہیں کامیاب مستقبل کی بشارت دیں گے یعنی ایسی جنت کی جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہوگی اور اللہ تعالی ان کا کارساز ہوگا ارشاد باری تعالی ہے:(اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ) ترجمہ: اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔[البقرہ:257]۔

چنانچہ اللہ کے نیک بندے مومنین فرشتوں کے دوست ہوں گے اور فرشتے ان کے دوست ہوں گے جیسا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ) ترجمہ: ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل

چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔[فصلت:31]۔

اور اسی طرح اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اس امت کو دوسری آیتوں میں بھی استقامت کا حکم دیا ہے چنانچہ وہ آیت استقامت اختیار کرنے والوں کے انجام کی خبر دے رہی ہے؛ اللہ تعالی نے فرمایا: (قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ) ترجمہ: آپ کہہ دیجیئے! کہ میں تو تم ہی جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو، اور ان مشرکوں کے لیے (بڑی ہی) خرابی ہے[فصلت:6]۔

یہاں پر استقامت کا حکم دیا گیا ہے نیز حق پر ثابت قدم رہنے اور شرک اور گمراہیوں سے دوری اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اسی طرح اور بھی دوسری آیتوں کے اندر حکم دیا گیا ہے۔

اور اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ، قَالَ: "قُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ فَاسْتَقِمْ".

ترجمہ: سیدنا سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی (تسلّی بخش) بات بتائیے کہ پھر آپ کے بعد مجھے کسی سے اسلام کے متعلق سوال نہ کرنا پڑے آپؐ نے ارشاد فرمایا: "آمنتُ باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا) کہہ کر اس پر پختگی کے ساتھ قائم رہو یا جم جاؤ۔" (صحیح مسلم:38)۔

یہ بہت ہی جامع کلام ہے جلیل القدر صحابی سیدنا سفیان سرخی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ ایسی بات کہہ دیں جو ان کے لیے کافی ہو اور کسی دوسرے سے سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے تو آپ نے مختصر انداز میں بتلایا کہ "آمنتُ باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا) کہہ کر

اس پر پختگی کے ساتھ قائم رہو یا جم جاؤ۔"

یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے اور آپ کے مختصر گفتگو کا حصہ ہے جس کے اندر دین اسلام کے تمام امور کو سمیٹ دیا گیا ہے؛ چنانچہ اس کے اندر عقائد و عبادات سب آگئے یعنی اللہ کی شریعت اور اس کے امر پر استقامت اختیار کرو جو کتاب و سنت کے اندر پائے جاتے ہیں پھر اس کے بعد تفصیلی باتیں کتاب اللہ اور سنت رسول سے جا کر حاصل کی جا سکتی ہیں، اسی طرح سے ہمیں استقامت کا حکم دیا گیا ہے اس بات پر کہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور توحید پر استقامت اختیار کریں بلکہ اسلام کے تمام امور پر استقامت اختیار کریں جیسے کہ صوم و صلوۃ، صدقہ، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا بلکہ تمام اسلامی امور اور ربانی قوانین کی پابندی کرنا اور انہیں پورے طور پر بجا لانا، یہ استقامت سابقہ تمام رسالتوں میں بھی مشروع تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا، کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ تو (ان) مشرکین پر گراں گزرتی ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہ نمائی کرتا ہے [الشوری:13]۔

انہیں حکم دیا گیا کہ وہ دین کو قائم کریں یعنی دین حق کو، اس کے قائم کرنے سے مراد اس پر استقامت اختیار کرنا ہے، اور یہ گمراہ مشرکین کے نزدیک بہت ہی مشکل معاملہ ہے اور ان کے لیے بڑی

بھاری چیز ہے، جبکہ یہ آسان ہے ہر اس شخص کے لیے جس کے لیے اللہ تعالی آسان کر دے، سو ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ کے دین پر استقامت اختیار کریں، اس کی شریعت کو قائم کریں اور اس میں کسی بھی چیز کی مخالفت نہ کریں بلکہ ہم ان تمام چیزوں کو مضبوطی سے تھام لیں جنہیں اللہ تعالی نے ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے۔ سوائے نوجوانو! اللہ کے دین حق پر استقامت اختیار کرو۔

*ظالموں کا سہارا لینے کی حرمت:

یہاں پر گفتگو طویل ہو سکتی ہے لیکن میں ایک دوسری آیت کی طرف منتقل ہوتا ہوں اور وہ یہ درج ذیل اللہ کا کلام ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ) ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہونا جنھوں نے ظلم کیا، ورنہ تمھیں آگ آ لپٹے گی اور تمھارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست نہیں ہوں گے، پھر تمھیں مدد نہ دی جائے گی۔ [ھود:113]۔

***وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا: اور ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہونا جنھوں نے ظلم کیا۔**

معلوم ہوا جو اللہ کے حکم کی مخالفت کرے وہ ظالم ہے، جو اسلامی عقائد کی مخالفت کرے وہ ظالم ہے، جو اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ ظالم ہے، گمراہ بدعتی لوگوں میں سب سے بڑے ظالم ہیں، جو ظالموں کی طرف مائل ہو وہ اس وعید میں شامل ہوگا کہ انہیں آگ پکڑ کے رہے گی؛ اس لیے ان کی طرف نہ تو کوئی میلان رکھو اور نہ ہی گناہ اور زیادتی کی بنیاد پر ان کے ساتھ کسی طرح کا کوئی تعاون کرو؛ لہذا جو بھی ان کی طرف میلان رکھے گا ضروری ہے کہ وہ گناہ اور زیادتی کی طرف بھی مائل ہو، اور یہ معروف چیز ہے؛ اس لیے اللہ تعالی نے ظالموں کو عذاب دوزخ کی وعید سنائی ہے اور ان لوگوں کو بھی جو ان ظالموں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

ایسی بہت ساری آیتیں اور حدیثیں ہیں جن کے اندر ظالموں کو عذاب دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے:

انہی میں یہ آیت بھی اس بات میں صریح ہے کہ جو ظالموں کی طرف میلان رکھے گا اسے دوزخ کا کی آگ پکڑ کر رہے گی، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہم سب کو دین حق پر ثابت قدم رکھے اور ان لوگوں میں بنائے جو اس پر ثابت قدم ہیں اور استقامت اختیار کیے ہوئے ہیں اور اس کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں اور اس راہ میں آنے والی تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

بارہویں مجلس

سورہ یوسف آیت 53-سورہ ابراہیم کی آخری آیت تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اتبع هداه، اما بعد:

* انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق کریمہ کے بعض نمونے:

امید ہے کہ تمہارے سامنے قرآن کی جن آیتوں کو پڑھ کر سنایا گیا تم نے انہیں غور سے سنا ہوگا؛ کیونکہ یہ اللہ کی وہ واضح آیتیں ہیں جن کے اندر توحید باری تعالی کا ذکر ہے، جن کے اندر انبیاء علیہم السلام کے اخلاق کا بیان ہے، جن کے اندر انبیاء کے صبر اور ان کی حکمتوں کا بیان ہے، جیسا کہ اس کے اندر اللہ تعالی نے یعقوب علیہ السلام اور آپ کے بیٹے یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے، آپ دیکھیں یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد پر کس قدر صبر کیا کہ ان کے بیٹوں نے ان کے لخت جگر کو معمولی قیمت میں فروخت کر دیا اور آ کر غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ بھیڑیے نے انہیں کھالیا ہے پھر بھی آپ نے ان پر صبر سے کام لیا، اپنے جگر کے ٹکڑے کو کھونے کے بعد بھی صبر کیا، یہ انبیاء کا صبر ہے، یہ تمام اچھے لوگوں کے صبر سے بڑھ کر ہے، اس کے باوجود بھی آپ نے انہیں معاف کر دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ[97] قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ) ترجمہ: انھوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کر، یقیناً ہم خطا کار تھے۔ [97] اس نے کہا میں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا۔ بے شک وہی بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ [یوسف:98]۔

یعقوب علیہ السلام نے کیا کہا؟! کیا انہوں نے اس طرح کہا کہ تم میرے بچے کو لے کر چلے گئے، تم نے ایسا اور ایسا کیا، میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کرسکتا؟! نہیں، یہ سب بالکل نہیں کہا، بلکہ کہا کہ میں عنقریب تم سب کے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا۔

یہی معاملہ یوسف علیہ السلام کا ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو ان کے باپ سے الگ کر دیا، کنویں میں ڈال دیا بلکہ انہیں چند ٹکے میں بیچ دیا مگر انہوں نے صبر کیا، شہوتوں پر صبر کیا عزیز مصر کی بیوی نے دعوت گناہ دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ) ترجمہ: تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی (یوسف) جلدی آؤ۔ انہوں نے کہا کہ خدا پناہ میں رکھے (وہ یعنی تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے (میں ایسا ظلم نہیں کرسکتا) بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے (یوسف:23)۔

اس طرح آپ نے عفت و پاک دامنی کی ایک انمول مثال قائم کر دی؛ چنانچہ آپ عفت و پاکدامنی کے امام ٹھہرے حالانکہ عزیز مصر کی بیوی جو کہ حسن و جمال کی ملکہ تھی اپنے گھر میں اس نے دعوت گناہ دیا تھا اس وقت آپ بھی عنفوان شباب کے بہاروں میں تھے اس کے باوجود آپ نے وہ جملہ کہا جسے قرآن نے نقل کیا ہے: (قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ) ترجمہ: انہوں نے کہا کہ خدا پناہ میں رکھے (وہ یعنی تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے (میں ایسا ظلم نہیں کرسکتا) بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے (یوسف:23)۔

مگر اس ظالمہ نے آپ کو قید کرا دیا، یوسف علیہ السلام قید خانے میں جا کر بھی لوگوں کو توحید باری تعالی

کی طرف دعوت دی جیسا کہ قرآن نے نقل کیا ہے: (يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ) ترجمہ: اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟ (یوسف:39)۔ مزید اللہ تعالی نے فرمایا: (إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ) ترجمہ: فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ (یوسف:40)۔

چنانچہ ایک مومن بندہ جہاں بھی ہوتا ہے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے، اس کی توحید کی طرف، صرف اس کی عبادت اور بندگی کی طرف، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے جس مقصد کی خاطر انس وجن کو پیدا کیا گیا ہے۔

*شرک باللہ سے خوف:

اللہ تعالی نے ہمارے لیے ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کو بیان کیا ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنے رب کو پکارا اور بت پرستی میں واقع ہونے سے خوف کھاتے ہوئے اللہ تعالی سے دعاء کی، مگر آج لوگ کھلے عام شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور ذرا بھی اللہ کا خوف نہیں کھاتے ہیں بلکہ بہتوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ شرک کیا چیز ہے، یہ اللہ کے نبی اور خلیل ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہوں نے بتوں کو توڑا تھا اللہ سے دعاء کرتے ہوئے کہتے ہیں: (وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ [35] رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے۔ [35] اے میرے پالنے والے معبود! انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا دیا ہے۔ پس میری تابعداری کرنے والا میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بہت ہی معاف اور کرم کرنے والا ہے۔ [ابراہیم:36]۔

اس طرح قبر پرستی نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان

بتوں کو اور ان قبروں کو منہدم کرنے اور انہیں توڑنے کے لیے صحابہ کرام کو بھیجتے تھے؛ سیدنا جریر بجلی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالخلصہ بت کو توڑنے کے لیے بھیجا تھا، اس کی لوگ پرستش کرتے تھے، اصل میں یہ ایک آدمی تھا شاید کہ وہ کوئی نیک بزرگ انسان تھا جس کی لوگوں نے عبادت کرنا شروع کر دی تھی، اسی طرح سے لات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک نیک انسان کی جگہ کا نام ہے یا یہ کہ ایک آدمی کا نام ہے جو کہ لوگوں کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔

اس وقت امت محمدیہ قبر پرستی کے فتنے سے دوچار ہے، قبر والوں کو ان لوگوں نے اللہ کا ہمسر بنا رکھا ہے؛ ان کی قبروں پر جا کر یہ ذبیحہ کرتے ہیں، وہاں رخت باندھ کر ثواب کی نیت سے جاتے ہیں؛ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ قبر والے غیب کا علم رکھتے ہیں اور کائنات میں تصرفات کا حق اور اختیارات رکھتے ہیں، اس طرح یہ توحید الوہیت اور توحید ربوبیت دونوں میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ بڑے افسوس کی بات ہے، انہیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو انہیں قرآن کی سچی تعلیم دیں اور سنت رسول کی طرف انہیں دعوت دیں جو کہ قرآن کی تشریح اور وضاحت ہے، پھر یہ کتاب اللہ اور سنت رسول کو پڑھیں، مطالعہ کریں اور انہیں سمجھیں، توحید اور دیگر دین کے احکام کو سمجھیں، حلال وحرام کو سمجھیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا کرتا ہے۔

اس لیے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرو، اس کی توحید میں سمجھ حاصل کرو، اور انبیاء علیہم السلام کے منہج پر چلتے ہوئے شرک سے لوگوں کو روکو اور اس کا مقابلہ کرو اور ساتھ ہی اللہ کی توحید کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔

یہ توحید باری تعالی سے متعلق ایک سرسری جائزہ تھا جسے آپ نے ان آیتوں میں سنا جن کی تلاوت آپ کے سامنے کی گئی اس قرآن عظیم سے رمضان کے ابتدائی اس رات میں، اور ان کے علاوہ بھی آپ نے بہت ساری ایسی آیتوں کو سنا ہوگا جن کے اندر توحید اور اخلاص دین کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

*مومنوں کے اخلاق کے چند نمونے:

آج ہمیں ضرورت ہے کہ ہم مومنوں کی عمدہ صفات اور ان کے اخلاق عالیہ کے بارے میں جانکاری حاصل کریں کہ ایک مومن کا اس کے رب کے ساتھ اور اس کے بندوں کے ساتھ اس کا کیا تعامل اور برتاؤ ہونا چاہیے اللہ تعالی نے سورہ رعد کے اندر فرمایا:(أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ[19]الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ[20]وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ[21] وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ[22]جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ[23] سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ) ترجمہ: کیا وہ ایک شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے جو اتارا گیا ہے وہ حق ہے، اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اندھا ہو نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں[19]۔ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔[20] اور وہ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔[21] اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔[22] ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔[23] سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے

صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔ [الرعد: 24]۔

یہ دار عقبی دراصل ان لوگوں کے لیے ہے جو اچھی اور عمدہ صفات کے حامل ہوں گے؛ وہ عہد و پیمان کو پورا کرنے والے ہوں گے اسے توڑیں گے نہیں، اور سب سے بڑا عہد و پیمان بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور یہ کہ وہ اللہ کی توحید اور اخلاص دین پر مجتمع ہو جائیں، اور ان تمام وعدوں کو پورا کریں جو ان کے اور اللہ کے دیگر بندوں کے درمیان کیے جاتے ہیں؛ خواہ یہ عہد و میثاق اور وعدے امراء اور خلفاء کے ساتھ ہوں یا ان تمام حکام کے لیے جو اسلام پر باقی ہیں؛ چنانچہ اگر آپ کسی حاکم سے بیعت کر لیں تو کبھی بھی اسے نہ توڑیں بلکہ اہل وفا میں سے رہیں یعنی وعدے کو پورا کرنے والا بنیں۔ اسی لیے جب کچھ لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑنے کا ارادہ کیا؛ وہ یزید جو کہ فاسق تھا اور ظالم بھی تھا جس نے حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کیا تھا، اہل مدینہ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا مگر ان سب کے باوجود ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر کبار صحابہ نے اہل مدینہ کی اس حرکت پر اور ان کی بغاوت پر نکیر فرمائی اور سختی سے انہیں روکا کہ آخر بیعت کو کیسے توڑ سکتے ہیں؛ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث کے اندر آتا ہے:

عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: لَمَّا خَلَعَ النَّاسُ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ، جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ بَنِيهِ وَأَهْلَهُ، ثُمَّ تَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ عَلَى بَيْعِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ "، وَإِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْغَدْرِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ تَعَالَى أَنْ يُبَايِعَ رَجُلٌ رَجُلًا عَلَى بَيْعِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، ثُمَّ يَنْكُثَ بَيْعَتَهُ، فَلَا يَخْلَعَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ يَزِيدَ، وَلَا يُشْرِفَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ فِي هَذَا الْأَمْرِ فَيَكُونَ صَيْلَمٌ بَيْنِي وَبَيْنَهُ.

ترجمہ: نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے سارے بیٹوں اور اہل خانہ کو جمع کیا، شہادتین کا اقرار کیا اور فرمایا: اما بعد! ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر اس شخص کی بیعت کی تھی اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر دھوکے باز کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی دھوکہ بازی ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ آدمی اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کسی کی بیعت کرے اور پھر اسے توڑ دے، اس لئے تم میں سے کوئی بھی یزید کی بیعت توڑے اور نہ ہی امر خلافت میں جھانک کر بھی دیکھے، ورنہ میرے اور اس کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گا۔ (مسند احمد :5088)۔

پھر اس کے بعد آپ روز وقتال کے ایک بڑے داعی کے پاس گئے جس کا تعلق قریش سے ہے چنانچہ صحیح مسلم کے اندر آیا ہے:

عَنْ نَافِعٍ ، قَالَ: " جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُطِيعٍ، حِينَ كَانَ مِنْ أَمْرِ الْحَرَّةِ مَا كَانَ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: اطْرَحُوا لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ وِسَادَةً، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ آتِكَ لِأَجْلِسَ أَتَيْتُكَ لِأُحَدِّثَكَ حَدِيثًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً ".

ترجمہ: نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما، یزید بن معاویہ کے دور میں، جب حرہ کا واقعہ پیش آیا، جیسے بھی ہوا، عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے، تو اس نے کہا، ابوعبدالرحمٰن کے لیے تکیہ رکھو، تو ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا، میں تیرے پاس بیٹھنے کے لیے نہیں آیا، میں تو تمہیں

وہ حدیث سنانے آیا ہوں، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: "جس نے اطاعت سے ہاتھ نکالا، وہ قیامت کے دن اللہ کو اس حال میں ملے گا، کہ اس کے پاس (عذر کے لیے) کوئی دلیل نہیں ہوگی اور جو اس حال میں مرے گا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں ہوگی، وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔" (صحیح مسلم: 1851)۔

اگر یہ عہد و پیمان اور معاہدہ تمہارے اور کافروں کے درمیان بھی ہو تو اس کا بھی توڑنا جائز نہیں ہے؛ چنانچہ اگر کوئی مسلمان حاکم یا کوئی عالم یا کوئی عام مسلمان کفار کے ساتھ کوئی معاہدہ کرے پھر اسے کوئی توڑ دے تو یہ اللہ کی راہ سے روکنے والوں میں سے ہوگا بلکہ دین اسلام سے لوگوں کو روکنے والا ہوگا؛ کیونکہ کفار ایسے ہی شخص کو دیکھتے ہیں جو اس طرح کے معاہدوں کو اور عہد و پیمان کو توڑنے والے ہوتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کو دیکھ کر وہ کہتے ہیں کہ اس کا دین فاسد ہے اگر اس کا دین صحیح ہوتا تو یہ عہد و پیمان کو نہ توڑتا، اس طرح کافروں کے ساتھ عہد و پیمان کو توڑ کر یہ دوسروں کو اللہ کی راہ سے اور دین حق سے روک دیتا ہے جبکہ اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں کی یہ صفت بتلائی ہے کہ وہ اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں وہ عہد و پیمان کو توڑتے نہیں ہیں، اسی طرح اللہ تعالی نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے وہ جوڑتے ہیں اللہ تعالی نے رشتہ داری جوڑنے کا حکم دیا ہے یعنی صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور جو رشتہ داری کو کاٹے اسے وعید سناتے ہوئے کہا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب پائے گا بلکہ وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا؛ ارشاد باری تعالی ہے: (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ [22] أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ) ترجمہ: اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو [22] یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے [محمد: 23]۔

رشتہ داری کاٹنا بہت سخت گناہ ہے؛ چنانچہ جس طرح والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا واجب ہے اسی طرح رشتہ داری کو جوڑنا بھی واجب ہے، یہ اسلام کے آداب میں سے ہے بلکہ یہ اعلی اخلاق کا حصہ ہے؛ انسان جب اللہ کے حق کو جانتا ہے اور اسی طریقے سے بندوں کے حقوق کو جانتا ہے تو انہیں ادا کرتا ہے، اسی طرح قرابت داروں اور رشتہ داروں کے حقوق کو جانتا ہے اسے بھی پورا کرتا ہے وہ رشتوں کو کاٹتا نہیں ہے۔

بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ جو تمہیں کاٹے اسے تم جوڑو، فرمانبردار اور نیک وہ نہیں ہے جو رشتہ جوڑے اس سے جو اس سے رشتہ جوڑے اور رشتے کو کاٹ دے اس سے جو اس سے رشتہ کاٹ دے بلکہ فرمانبردار اور نیک وہ شخص ہے کہ وہ رشتہ جوڑے اس سے جو رشتہ کاٹے، سو اگر کوئی رشتہ دار آپ سے رشتہ توڑتا ہے تو ایسی صورت میں آپ پر واجب ہے کہ اپ اس رشتے کو نہ کاٹیں بلکہ ان سے جوڑیں، اس طرح آپ ان نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے جو رشتہ داری کو جوڑتے ہیں، اسی طرح وہ ساری چیزیں جنہیں اللہ تعالی نے مساکین کے حق میں وصیت کی اور ان کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا بلکہ وہ تمام چیزیں جن کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اور سچے مومن وہی ہیں جو اسی طرح صلہ رحمی کرتے ہیں جیسے اللہ نے حکم دیا ہے۔

-وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ: اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

یہ خوف کا مقام ہے، بہت ہی عظیم مقام ہے؛ اس لیے کہ یہ مقام شرک، معاصی اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے روکتا ہے، اور اللہ تعالی نے اجر عظیم کا وعدہ کیا اس شخص کے لیے جو اس سے خوف کھاتا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ) ترجمہ: اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، دو باغ ہیں۔ [الرحمن: 46]۔ یہی خوف کا مقام ہے یعنی بندہ اللہ کا خوف اپنے دل میں رکھے نہ کہ لوگوں کا، یہ مقام خوف ایسا ہے جو انسان کو اللہ کی اطاعت پر ابھارتا

ہے، اسی سے پتہ چلے گا کہ اللہ کے خوف کا کیا مقام ہے، کیسے اللہ تعالی اس شخص کو دو باغات عطا کرے گا جو اللہ تعالی کا خوف اپنے دل میں رکھتا ہے، پھر اللہ تعالی نے ان دونوں باغات کی تفسیر سورہ رحمن کے اندر کی ہے۔

-وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ: اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔

یہ خوف کی دوسری قسم ہے جو برے حساب کا خوف رکھتے ہیں، والعیاذ باللہ، یعنی جس سے حساب کتاب کے وقت جرح کیا گیا وہ عذاب پا کر رہے گا؛ چنانچہ کفار ہی برے حساب کا سامنا کریں گے اسی طرح سے وہ ظالم بندے جن کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہو جائیں گے وہ بھی برے حساب کا سامنا کریں گے، ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس بات سے کہ ہمیں برے حساب کا سامنا کرنا پڑے؛ اس لیے اللہ تعالی کا مراقبہ ہمیشہ کرتے رہو، اس کا خوف اپنے دل میں رکھو، اور ڈرو اس ہولناک دن سے جس دن تمہارا حساب کتاب لیا جائے گا، اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دن تمہارے گناہ تمہاری نیکیوں سے زیادہ ہو جائیں اور پھر تمہیں بھی دوزخ میں جانے کا حکم دے دیا جائے، لیکن اگر تم موحد ہو اور گناہ زیادہ ہو جائیں تو ممکن ہے اللہ معاف نہ کرے اور یہ بھی ممکن ہے اللہ تعالی معاف کر دے کیونکہ گناہ کبیرہ کہ مرتکبین کو اللہ معاف کر دے گا لیکن یہ کوئی گارنٹی نہیں ہے، اللہ کی طرف سے تمہارے ہاتھ میں کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔

-وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ: اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی۔

انہوں نے اللہ کی رضا جوئی کی خاطر صبر کیا، دعوت دین کے میدان میں انہوں نے صبر سے کام لیا اور ان میں سر فہرست اللہ کے انبیاء علیہم السلام ہیں، کس قدر انہیں تکلیف دی گئی! انہیں بے گھر کیا گیا! کتنے انبیاء ہجرت کر گئے! اپنی قوم کو سمجھایا مگر ناامیدی کے بعد انہوں نے گھر بار کو چھوڑ دیا! ان کی تکلیفوں پر اور ان کی تکذیب پر انہوں نے صبر کیا؛ ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ

فَصَبَرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا) ترجمہ: اور تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچتی رہی (الانعام:34)۔

معاصی اور گناہوں پر صبر یہی ہے کہ وہ اللہ کی معصیت، فواحش ومنکرات اور ظلم وزیادتی سے اپنے نفس پر کنٹرول رکھے۔ چنانچہ صبر کہتے ہیں کہ آدمی نفس کو کنٹرول رکھے ان تمام چیزوں سے جن کی وہ خواہش کرے؛ چنانچہ وہ اللہ کے احکام پر اسے کنٹرول رکھتا ہے تاکہ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہو اور محرمات میں واقع نہ ہو، اور یہ سب کچھ وہ اللہ کی رضاجوئی کے لیے کرتا ہے، اسی طرح جو مقدر مصیبتیں، آفتیں اور رشتہ داروں کی اموات، مال ودولت کا چھن جانا کھوجانا اور اس طرح کے دیگر آفات ومصائب میں وہ صبر سے کام لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ[155] الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ[156] أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ) ترجمہ: اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دے۔ [155] وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ [156] یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ [البقرہ:157]۔

میرے بھائیو اور دوستو! ہر میدان میں صبر کرنے والوں کے ساتھ رہیں؛ کیونکہ صبر سے بڑی نیکی بندے کو اور کوئی نہیں دی گئی ہے، صبر سے زیادہ کشادہ اور وسیع کوئی چیز نہیں ہے، اللہ تعالی نے صبر کرنے والوں سے اچھے بدلے کا وعدہ کیا ہے: اللہ کی اطاعت پر صبر، اس کے معاصی سے صبر کرنا، دعوت دین کے میدان میں صبر کرنا، تقدیر پر صبر کرنا، یہ سب صبر کی قسمیں ہیں۔

-اور وہ نماز کو قائم کرتے ہیں یعنی نماز کو پورے طور پر اس کے ارکان وواجبات کی مکمل ادائیگی کے ساتھ

ادا کرنا بالکل اسی طرح جیسے اللہ تعالی نے اپنے رسول کی زبانی مشروع قرار دیا ہے، اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم نمازوں کی پابندی کریں؛ ان کے اوقات میں انہیں ادا کریں اور مساجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں، طہارت، وضو اور غسل سب مشروع طریقے سے ادا کریں اور خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز کو پڑھیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ [1] الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ) ترجمہ: یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی [1] جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں [المومنون:2]۔

یعنی ہم اس کو رکوع اور سجود اور نماز کے جو حقوق ہیں سب کو مکمل طور سے ادا کریں، اس طرح ہم نماز کے اندر خشوع وخضوع کرنے والے ٹھہریں گے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے: (مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ). ترجمہ: جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور (حضور قلب سے) دو رکعت پڑھے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ صحیح بخاری:164)۔

اسلئے نماز کی حالت میں دیگر دنیاوی امور کی طرف ذہن کو نہ لے جائیں بلکہ اللہ تعالی کا مراقبہ کریں جیسے کہ حدیث جبرائیل میں آیا ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں گویا آپ اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ ہو پائے تو یقین رکھیں کہ اللہ تعالی آپ کو دیکھ رہا ہے؛ اس لیے اللہ کی خاطر اخلاص پیدا کریں، نماز کی ادائیگی میں بلکہ اسے بہتر سے بہتر طور پر قائم کرنے میں خشوع اور خضوع کا مظاہرہ کریں جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نماز کو اسی طرح پڑھو جیسا تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ بلکہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن مطرف بن عبد الله بن الشخير عن أبيه قال: رأيت رسول الله صلى الله

عليه وآله وسلم يصلي وفي صدره أزيز كأزيز المرجل من البكاء.

ترجمہ: سیدنا مطرف اپنے باپ عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے گریہ وزاری کی وجہ سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے جوش کھاتی ہوئی ہنڈیا (سے آواز آتی) ہے۔(سنن نسائی:1214)۔

-وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً: اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا۔

یعنی یہ لوگ سب سے پہلے اللہ کی راہ میں جو زکوۃ مشروع ہے اسے مستحقین تک پہنچاتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی یہ شب و روز صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور چھپ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اور ان کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ یہ برائی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں۔

یہ وہ بلند اخلاق ہیں جو ایک مومن کو مطلوب ہیں کہ وہ اپنے مدمقابل کو برائیوں اور غلط چیزوں کا بدلہ صبر، حلم و بردباری اور درگزر سے دیں چنانچہ اسے بڑے ہی صبر اور بردباری سے معاف کر دیں اور جاہلوں کی طرح لڑائی نہ کریں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا) ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔ [الفرقان:63]۔

چنانچہ اگر کوئی انسان گالی دے تو اس پر صبر کریں اور اس کے ساتھ نرمی کرتے ہوئے اسے درگزر کریں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ [34] وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ

صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ) ترجمہ: اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ [34] اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔ [فصلت:35]۔

اس لیے ضروری ہے کہ ان اعلی اخلاق اور نیک اعمال کو سیکھیں یعنی عہد و پیمان کی وفاداری کریں، معاہدوں کو پورا کریں، نماز کو قائم کریں بلکہ ان تمام امور کو احسن طریقے سے ادا کریں۔

-أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ: یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔

یہاں دار عقبی کی تفسیر ہمیشگی کے باغات سے کی گئی ہے جس کے وہ اللہ کے فضل سے اور پھر اپنے اعمال کی بنا پر مستحق ٹھہریں گے؛ ان کے وہ اعمال و اوصاف جنہیں وہ کامل طریقے سے ادا کرتے تھے: چنانچہ اللہ تعالی ان کی عزت و اکرام کرے گا اس طور پر کہ اگر ان کی بیویاں اور ان کے آباء و اجداد مومن ہوں گے اور ان کے مقام و مرتبے کم ہوں گے تو اللہ تعالی انہیں بھی اس کے مقام و مرتبے تک پہنچا دے گا تا کہ یہ انہیں دیکھ کر خوش ہو جائے اس طرح اللہ تعالی اسے دنیا میں بھی جس طرح عزت سے نواز رکھا تھا آخرت میں بھی عزت و اکرام سے نوازے گا اور اگر وہ بندہ انبیاء، صدیقین، شہداء میں سے ہوگا تو اللہ تعالی اس کے باپ دادا کو اور اس کے رشتہ داروں اور اس کے مومن بھائیوں کو جنت کے اندر اسی کے مقام تک پہنچا دے گا۔

- وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ: اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔

یہ اللہ کی طرف سے ان کے لیے کمال اکرام ہوگا جنت کے اندر کہ فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آئیں گے ان پر سلامتی بھیجیں گے اور انہیں جنت میں آنے پر مبارکبادی پیش کریں گے:

اس طرح جنت کے ذریعے اللہ تعالی ان کی اکرام کرے گااور ساتھ ہی اس طرح بھی ان کی عزت واکرام کرے گا کہ ان کے پاس فرشتے اللہ کے فرشتے آئیں گے ان پر سلام کریں گے، ان کا احترام اور اکرام کریں گے اور انہیں جنت کی خوشخبری دیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو ان لوگوں میں شامل کرے جو دین کے تمام احکامات کو کامل طریقے سے ادا کرتے ہیں، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

تیرہویں مجلس

سورہ حجر کے شروع سے-سورہ نحل کی آخری آیت تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

ذکر حکیم قرآن مجید سے جو بھی آیتیں آپ کے سامنے پڑھی گئیں ان سے عبرتیں نصیحتیں اور اسباق حاصل کیے ہوں گے وہ سارے لوگ جن کے لیے اللہ نے خیر کا ارادہ کیا ہوگا۔

*** رسولوں کو اپنی قوموں سے تکلیفوں کا سامنا اور ان پر ان کا صبر کرنا:**

سورہ حجر کے اندر اللہ تعالی نے یہ تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ کیسے رسولوں نے کافروں کی طرف سے دی گئی تکلیفوں کو برداشت کیا خاص طور سے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے؛ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ) ترجمہ: اور انھوں نے کہا اے وہ شخص جس پر یہ نصیحت نازل کی گئی ہے! بے شک تو تو دیوانہ ہے۔ [الحجر: 6]۔

یہاں ذکر سے مراد قرآن پاک ہے؛ چنانچہ اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی تمام تر تکلیفوں پر صبر کیا؛ انہی میں سے ان کا یہ کہنا بھی تھا کہ آپ مجنوں اور پاگل ہیں، یہ بات انہوں نے تاکید کے ساتھ کہی تھی- اللہ ان کا برا کرے- اللہ تعالی نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ رسول کا استہزا اڑاتے اور ان کا مذاق کرتے تھے چنانچہ فرمایا: (وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ) ترجمہ: اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔ [الحجر: 11]۔ اس پر بھی انبیاء علیہم السلام نے صبر کیا تاکہ اپنے رب کے پیغام کو لوگوں تک پہنچا

سکیں۔

یہ سارے رسول اور انبیاء علیہم السلام ہر مخلص داعی کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں؛ اس لیے داعی کو چاہیے کہ وہ رنجیدہ خاطر نہ ہو بلکہ دعوت دین کے کام کو صبر اور اخلاص کے ساتھ جاری رکھے، یہ اللہ کے انبیاء اور رسل ہیں ان کے سامنے آپ کی کیا اوقات ہے، انہوں نے جس طرح سب وشتم، تکلیفوں اور پریشانیوں کا سامنا کیا اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے صبر سے کام لیا؛ اللہ تعالی فرماتا ہے: (فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ) ترجمہ: پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لئے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کرو۔(الاحقاف:35)۔

اس لیے اس قرآن اور سنت رسول کو سیکھو، اللہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ اور یہ جان لو کہ یہ اللہ کی سنت رہی ہے کہ اس کی طرف دعوت دینے والوں کو تکلیف دی جائے گی؛ اس لیے اس راہ میں صبر سے کام لو، بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ جب انہیں اللہ کی راہ میں تکلیف دی جاتی ہے تو بددل ہو جاتے ہیں، یہ غلط ہے، ہم اللہ سے عافیت کی دعا مانگتے ہیں، ایک ایسا مومن جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہو، اللہ کی کما حقہ قدر کرتا ہو اور اس کی دعوت کی کما حقہ قدر کرتا ہو اس کے لیے ہزیمت اور شکست کے سامنے سرنڈر ہو جانا بالکل مناسب نہیں ہے۔

سورہ نحل کے اندر بہت ساری نشانیاں، عبرتیں اور نصیحتیں ہیں، اللہ تعالی نے بہت سارے جانوروں اور چوپایوں کو پیدا کیا ہے جن کے اندر بہت سارے فوائد ہیں، اللہ تعالی نے پہاڑوں کو اور دریاؤں کو پیدا کیا حتی کہ شہد کی مکھیوں کو پیدا کیا جن کے اندر بہت سارے فوائد ہیں حتی کہ جوڑوں یعنی بیویوں کو پیدا کیا اور ان کے ذریعے مردوں پر احسان جتایا اور یہ کہ ان سے بہت ساری اولاد اور اولاد کی اولاد بنائے اور بہت ساری نعمتیں جو بے شمار ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ

اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بے شک اللہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ [النحل: 18]۔

* دعوت دین میں حکمت:

اس سورت کے اختتام میں اللہ تعالی نے دعوت دین کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: (ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ) ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے، یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پوراواقف ہے [النحل: 125]۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے دعوت دین کے آداب کو واضح کیا کہ دعوت دین حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ ہو، اور اگر علمی مباحثے اور مناظرے کی ضرورت پڑے تو بہترین طریقے سے بحث ومباحثہ بھی کیا جائے جس کے اندر نہ تو کوئی سب وشتم ہو اور نہ ہی تحقیر آمیز لہجہ اختیار کیا جائے اور نہ ہی مد مقابل کا استہزا کیا جائے تاکہ حق بات کو منوانے میں آسانی ہو، اس طرح کا اسلوب حکیم بہتر طریقہ کار، نرمی اور حکمت والا اسلوب اپنانا دعوت دین کے میدان میں کامیابی کا طریقہ ہے۔

چنانچہ ایک داعی پر واجب ہے کہ وہ ان تمام چیزوں سے دور رہے جن سے دعوت دین کو نقصان ہو اور لوگ ان چیزوں کی وجہ سے دعوت دین سے نفرت کرنے لگیں، بلکہ ضروری ہے کہ ایک داعی دعوت دین کو خوبصورت شکل میں پیش کرے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک سے ان اسلوبوں اور طریقوں کو سیکھے، ساتھ ہی انبیاء اور رسولوں کے واقعات سے سیکھے اور ان کے طریقے کار کو اپنائے؛ اللہ تعالی نوح علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: (قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ[66] قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي

سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: ان کی قوم میں جو بڑے لوگ کافر تھے انہوں نے کہا ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں۔ اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سمجھتے ہیں [66] انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں [الاعراف:67]۔

دیکھیں آپ نے کس قدر ادب سے نرم پہلو اختیار کرتے ہوئے اسلوب حکیم سے جواب دیا یہ کہہ کر کہ میں رب العالمین کی طرف سے ایک رسول ہوں حالانکہ وہ آپ کو مجنوں اور پاگل کہہ رہے ہیں لیکن آپ پلٹ کر اس کا جواب نہیں دے رہے ہیں اور نہ ہی مقابلے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نہیں تم پاگل ہو اور یہ کہ تم ایسے اور ویسے ہو بلکہ جب آپ نے ان کی طرف سے سب وشتم اور تکلیف دہ باتوں کو سنا تو اس پر صبر کیا وہ بھی خوبصورتی کے ساتھ اور جواب بھی ادب کے دائرے میں رہ کر عمدگی سے دیا۔

*قرآن پاک کی سب سے جامع آیت:

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے ایک جامع آیت پر کچھ تبصرہ کیا جائے جس کے اندر تمام اوامر ونواہی پائے جاتے ہیں جیسا کہ علماء نے کہا ہے، اور وہ عظیم جامع آیت یہ ہے: (إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ) ترجمہ: بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔(النحل:90)۔

یہ ایک بہت ہی عظیم آیت ہے، یہی آیت ایک بڑے کافر سرغنہ کے اسلام قبول کرنے کا سبب بنی تھی چنانچہ جب اکثم بن صیفی نے اس آیت کو سنا تو یہ کہا تھا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھے اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور برے اخلاق سے روکتے ہیں؛ اس لیے اس دین کو قبول کرنے میں سب کا سردار بن کر رہو

دوسروں کے پیچھے دم بن کے نہ رہو۔ (تفسیر ابن کثیر: 4/596)۔

گویا انہوں نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ دین اسلام کے اندر سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں سے ہو جاؤ، بعد میں داخل ہو کر دوسروں کے پیچھے دم نہ بنو۔ اسی طرح عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے بھی اسی آیت کے سبب سے اسلام قبول کیا تھا جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عن عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ بَيْتِهِ بِمَكَّةَ جَالِسٌ، إِذْ مَرَّ بِهِ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ، فَكَشَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَلَا تَجْلِسُ؟" قَالَ: بَلَى. قَالَ: فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَهُ، فَبَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُهُ إِذْ شَخَصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، فَنَظَرَ سَاعَةً إِلَى السَّمَاءِ، فَأَخَذَ يَضَعُ بَصَرَهُ حَتَّى وَضَعَهُ عَلَى يَمِينِهِ فِي الْأَرْضِ، فَتَحَرَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جَلِيسِهِ عُثْمَانَ إِلَى حَيْثُ وَضَعَ بَصَرَهُ، وَأَخَذَ يُنْغِضُ رَأْسَهُ كَأَنَّهُ يَسْتَفْقِهُ مَا يُقَالُ لَهُ، وَابْنُ مَظْعُونٍ يَنْظُرُ، فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ، وَاسْتَفْقَهَ مَا يُقَالُ لَهُ، شَخَصَ بَصَرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاءِ كَمَا شَخَصَ أَوَّلَ مَرَّةٍ، فَأَتْبَعَهُ بَصَرَهُ حَتَّى تَوَارَى فِي السَّمَاءِ، فَأَقْبَلَ إِلَى عُثْمَانَ بِجِلْسَتِهِ الْأُولَى، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فِيمَا كُنْتُ أُجَالِسُكَ وَآتِيكَ، مَا رَأَيْتُكَ تَفْعَلُ كَفِعْلِكَ الْغَدَاةَ! قَالَ:" وَمَا رَأَيْتَنِي فَعَلْتُ؟" قَالَ: رَأَيْتُكَ تَشْخَصُ بِبَصَرِكَ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ وَضَعْتَهُ حَيْثُ وَضَعْتَهُ عَلَى يَمِينِكَ، فَتَحَرَّفْتَ إِلَيْهِ وَتَرَكْتَنِي، فَأَخَذْتَ تُنْغِضُ رَأْسَكَ كَأَنَّكَ تَسْتَفْقِهُ شَيْئًا يُقَالُ لَكَ. قَالَ:" وَفَطِنْتَ لِذَاكَ؟" قَالَ عُثْمَانُ: نَعَمْ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" أَتَانِي رَسُولُ اللَّهِ آنِفًا، وَأَنْتَ جَالِسٌ" قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ؟! قَالَ:"

نَعَمْ ". قَالَ: فَمَا قَالَ لَكَ؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ سورة النحل آية 90. قَالَ عُثْمَانُ فَذَلِكَ حِينَ اسْتَقَرَّ الإِيمَانُ فِي قَلْبِي، وَأَحْبَبْتُ مُحَمَّدًا.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے کہ وہاں سے عثمان بن مظعون کا گزر ہوا، وہ تیزی سے گزرنے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "کیا آپ بیٹھیں گے نہیں؟" انہوں نے کہا: کیوں نہیں، چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر بیٹھ گئے، ابھی یہ دونوں آپس میں باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں اوپر کو اٹھ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمحے کے لئے آسمان کی طرف دیکھا، پھر آہستہ آہستہ اپنی نگاہیں نیچے کرنے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نظریں زمین پر اپنی دائیں جانب گاڑ دیں اور اپنے مہمان عثمان سے منہ پھیر کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اپنا سر جھکا لیا، ایسا محسوس ہوا کہ وہ کسی کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں، عثمان یہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کام سے فارغ ہوئے اور جو کچھ ان سے کہا جا رہا تھا، انہوں نے سمجھ لیا تو پھر ان کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں، جیسے پہلی مرتبہ ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں کسی چیز کا پیچھا کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ چیز آسمانوں میں چھپ گئی، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کی طرح عثمان کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ کہنے لگے کہ میں آپ کے پاس آ کر کیوں بیٹھوں؟ آج آپ نے جو کچھ کیا ہے اس سے پہلے میں نے آپ کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے مجھے کیا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟" عثمان کہنے لگے کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں، پھر آپ نے دائیں ہاتھ اپنی نگاہیں جما دیں، آپ مجھے چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہو گئے، اور آپ نے اپنے سر کو جھکا لیا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ سے کچھ کہا جا رہا ہے، اسے آپ سمجھنے کی

کوشش کر رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا واقعی تم نے ایسی چیز محسوس کی ہے؟" عثمان کہنے لگے: جی ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابھی ابھی میرے پاس اللہ کا قاصد آیا تھا جبکہ تم میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے"، عثمان نے کہا: اللہ کا قاصد؟ فرمایا: "ہاں!" عثمان نے پوچھا کہ پھر اس نے آپ سے کیا کہا؟ فرمایا: "بیشک اللہ عدل واحسان کا اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، ناپسندیدہ اور سرکشی کے کاموں سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔" عثمان کہتے ہیں کہ اسی وقت سے میرے دل میں اسلام نے جگہ بنانی شروع کر دی اور مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگئی۔ (مسند احمد: 2919)۔

چنانچہ جب آپ نے اس آیت کو سنا تو اسلام قبول کرلیا؛ کیونکہ اس کے اندر جو تاثیر اور معنویت تھی اور یہ آیت جن اخلاق عالیہ کو شامل ہے اور جن برے اخلاق سے روکتا ہے اس نے اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا؛ کیونکہ عرب کے لوگ اخلاق کی تعظیم کرتے تھے، سچائی بہادری سخاوت صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اس طرح کے دیگر مکارم اخلاق اور آداب عالیہ کی قدر کرتے تھے، ان ساری چیزوں کو انہوں نے ملت ابراہیمی سے حاصل کیا تھا جن پر وہ فخر کرتے تھے اور اسی لیے یہ بہت سارے برے اخلاق سے نفرت کرتے تھے جیسے کہ جھوٹ، خیانت، دھوکا اور اس طرح کے دوسرے برے اخلاق۔

چنانچہ جب قرآن نازل ہوا تو قرآن کے اندر اچھے اخلاق اور عمدہ آداب کے اپنانے کا حق دیا گیا اور برے اور گھٹیا اخلاق وعادات سے دور رہنے کا حکم دیا گیا اور یہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ) ترجمہ: اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ [فصلت: 42]۔

اور اپنے رسول کے بارے میں فرمایا: (وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ) ترجمہ: اور بیشک آپ

بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہیں [القلم :4]۔

انبیاء اسی طرح بلند اخلاق کے حامل ہوتے تھے: ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا گیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی کا اخلاق قرآن ہی تھا جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: أَخْبِرِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: " كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ ".

ترجمہ: سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے ام المومنین مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے بارے بتایئے، انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تو قرآن ہی ہے۔ (مسند احمد :25302)۔

مذکورہ آیت نے تمام عمدہ اخلاق کو اپنے اندر جمع کرلیا ہے اور تمام برے اور گھٹیا اخلاق سے منع کیا ہے، عدل کے اندر اللہ کے ساتھ تعامل اور برتاؤ اور ساتھ ہی بندوں کے ساتھ تعامل اور برتاؤ دونوں شامل ہے؛ چنانچہ ایک مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں عدل وانصاف سے کام لے خواہ وہ صوم وصلاۃ سے متعلق ہو یا ان تمام چیزوں سے جنہیں اللہ نے فرض قرار دیا ہے ان سب کو وہ اللہ کی خاطر ادا کرے یہی عدل وانصاف ہے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے؛ کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ شرک ایک عظیم گناہ ہے۔ (لقمان 13)۔

سارے گناہ ظلم ہیں؛ چنانچہ جو گناہ کرتا ہے وہ ظلم کرتا ہے، ایک ظالم سب سے پہلے خود اپنے اوپر زیادتی کرتا ہے؛ کیونکہ اس ظلم اور زیادتی کا وبال اور انجام خود وہی بھگتے گا۔

اور عدل وانصاف میں سے یہ بھی ہے کہ ایک حاکم جو مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار ہے وہ انصاف سے کام لے اور اللہ کی شریعت کو نافذ کرے؛ کیونکہ انصاف پرور حاکم ان سات خوش نصیبوں میں سے ہوگا

جنہیں اللہ تعالی قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا کہ جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا لیکن اگر وہ حاکم مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کرے گا تو ان کے ساتھ وہ جنت میں نہیں جائے گا؛ اس لیے اس پر ضروری ہے کہ وہ امت کے لیے خیر خواہ ہو، امت کے اندر وہ عدل وانصاف کو قائم کرے۔ یہاں حاکم اور امام کے اندر حاکم عام بھی شامل ہے، ساتھ ہی وہ قاضی بھی شامل ہیں جو عدالتوں میں فیصلے کرتے ہیں، اسی طرح سے دیگر مفتیان بھی اس میں شامل ہیں جو عوام کو فتوی دیتے ہیں، اوراسی طرح سے دیگر امراء بھی شامل ہیں، اسی طرح ضروری ہے کہ گواہی دینے میں بھی انصاف سے کام لے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا) ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لئے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا ان کا خیر خواہ ہے۔ تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم پیچیدا شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو) خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے (النساء:135)۔

اور عدل کہتے ہیں انصاف قائم کرنے کو؛ چنانچہ جو گواہی دے اس پر ضروری ہے کہ وہ سچائی عدل و انصاف امانت داری اور دقت کے ساتھ گواہی دے خواہ یہ گواہی خود اسی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالی نے بندوں پر یہی واجب کیا ہے کہ سچی گواہی دیں گرچہ وہ خود انہی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، ان کے باپ دادا یا ان کے رشتے داروں ہی کے خلاف کیوں نہ ہو، میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح سے نادر نمونہ بہت ہی کم ملے گا کہ کوئی ایسا شخص جو اپنے رشتہ داروں کے خلاف سچی گواہی دے، یہ بڑے افسوس کی بات ہے، حتی کہ جو سلفیت کا دعوی کرتے ہیں جب فتنوں سے وہ دو چار ہوتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ

گواہی سچائی پر مبنی ہونی چاہیے، میں کہتا ہوں کہ یہ سلفیت کے صرف دعوی دار ہوتے ہیں لیکن جو سچا سلفی ہوتا ہے وہ اللہ کی خاطر گواہی دیتا ہے وہ حق بات کہتا ہے، حق کا ساتھ دیتا ہے اور حق کی گواہی دیتا ہے، لیکن جو دھوکے باز اور جھوٹا سلفی ہوتا ہے فتنوں کے وقت وہ ایکسپوز ہو جاتا ہے اس کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے، اس کا جھوٹ اور اس کا دھوکہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ اللہ کے لیے سچی گواہی دو خواہ وہ اپنے ہی اوپر کیوں نہ ہو اپنے والدین یا اپنے رشتہ داروں ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔

چنانچہ ایک باپ پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے اندر انصاف سے کام لے اور سب کے ساتھ برابری کا سلوک کرے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عن النُّعمان بن بَشِيرٍ : " أَنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْ أَبَاهُ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ مِنْ مَالِهِ لِابْنِهَا، فَالْتَوَى بِهَا سَنَةً ثُمَّ بَدَا لَهُ، فَقَالَتْ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا وَهَبْتَ لِابْنِي، فَأَخَذَ أَبِي بِيَدِي وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أُمَّ هَذَا بِنْتَ رَوَاحَةَ أَعْجَبَهَا أَنْ أُشْهِدَكَ عَلَى الَّذِي وَهَبْتُ لِابْنِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَشِيرُ أَلَكَ وَلَدٌ سِوَى هَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هَذَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ ".

ترجمہ: سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان کی ماں بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے ان کے باپ سے سوال کیا کہ اپنے مال میں سے کچھ ہبہ کر دیں، ان کے بیٹے کو (یعنی نعمان کو) لیکن بشیر نے ایک سال ٹالا۔ پھر وہ مستعد ہوئے ہبہ کرنے کو، ان کی ماں بولی: میں راضی نہیں ہوں گی جب تک تم گواہ نہ کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہبہ پر، میرے باپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور میں ان دونوں

لڑکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی ماں بنت رواحہ نے جو یہ چاہا کہ آپ گواہ ہو جائیں اس ہبہ پر جو میں نے اس لڑکے کو کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بشیر! کیا سوا اس کے اور بھی تیرے لڑکے ہیں؟" بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کو بھی تو نے ایسا ہی ہبہ کیا ہے؟" بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو پھر مجھے گواہ مت کر کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔" (صحیح مسلم:1623)۔

اسی طرح ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان انصاف سے کام لے اگر اس کے پاس کئی بیویاں ہوں، کیونکہ اگر وہ انصاف سے کام نہیں لے گا تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک کندھا جھکا ہوا ہوگا، یہ نفس عمل کا بدلہ ہوگا۔

اسی طرح حاکم پر ضروری ہے کہ وہ قصاص کے اندر بھی رعایا میں عدل وانصاف سے کام لے یعنی وہ قصاص کو نافذ کرے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ) ترجمہ: مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح پر کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام۔ (البقرہ:178)۔

دورِ جاہلیت کے اندر بعض قبائل سرداری اور سیادت کا دعوی کرتے تھے اسی طرح یہودیوں کا بھی دعوی تھا لیکن جب ان کے یہاں کسی بڑے معزز قبیلے کا کوئی شخص کسی کو قتل کرتا تھا تو اس سے قصاص نہیں لیا جاتا تھا بلکہ اس کی طرف سے دیت دیتے تھے اور یہ دیت بھی بہت ہی کمتر ہوتی تھی؛ چند وسق کھجور دے دیتے تھے، لیکن اگر کسی کمتر قبیلے کا کوئی شخص قاتل ہوتا تھا تو اس کی دیت لیتے تھے مگر اسلام نے آکر عدل وانصاف کا برتاؤ کرتے ہوئے سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ

بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ)

ترجمہ: مومنو! تم کومقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح پرکہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت اور قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کردیا جائے تو (وارث مقتول) کو پسندیدہ طریق سے (قرارداد کی) پیروی (یعنی مطالبۂ خون بہا) کرنا اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے آسانی اور مہربانی ہے جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لئے دکھ کا عذاب ہے (البقرہ:178)۔

سورہ نحل کی آیت کے اندر عدل وانصاف اور فضل وکرم دونوں ہیں، قصاص عدل وانصاف ہے چنانچہ اگر کوئی آپ کا قریبی مقتول ہو جائے اور آپ اس کے سرپرست ہوں؛ اس کے والد ہوں یا اس کے آپ بیٹے ہوں یا بھائی ہوں تو قصاص لینا آپ کا حق ہے، آپ کو یہ حق ہے کہ آپ قاتل کے ورثہ سے قصاص کا مطالبہ کریں، اور ایک شرعی حاکم پر واجب ہے کہ وہ اس قصاص کو نافذ کرے، لیکن اگر مقتول کا سرپرست معاف کردے یعنی مطلق طور پر معاف کردے یا قصاص نہ لے کر دیت پر راضی ہو جائے تو پھر حاکم کے لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ قصاص کو نافذ کرے؛ کیونکہ قصاص لینا آپ کا حق ہے، آپ نے اپنے حق سے تنازل اختیار کرلیا؛ لہذا معلوم ہونا چاہیے کی مقتول کے تعلق سے تین حقوق بنتے ہیں:

-ایک اس کے سرپرست کا حق یعنی قصاص لینا۔

-اوراسی طرح اسی کا ایک دوسرا حق ہے یعنی قصاص سے دیت لینے کی طرف تنازل اختیار کرلینا۔

-اور ایک تیسرا حق مقتول کے پاس خود محفوظ رہے گا جو قیامت کے دن وہ پورا کرے گا؛ ممکن ہے اللہ تعالی قاتل کو معاف کردے اور مقتول کو اس کی مرضی کے مطابق کچھ بدلہ دے دے جیسا کہ ایک حدیث

کے اندر آیا ہے: (فَقَالَ جُنْدُبٌ: حَدَّثَنِي فُلَانٌ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِقَاتِلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، سَلْ هَذَا فِيمَ قَتَلَنِي؟) ترجمہ: سیدنا جندب کہنے لگے کہ فلاں آدمی نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو لے کر بارگاہ الہی میں حاضر ہو کر عرض کرے گا پروردگار! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کس وجہ سے قتل کیا تھا؟ (مسند احمد: 16600)۔

اس کے بعد اگر اللہ چاہے گا تو اسے سزا دے گا اور اگر چاہے گا تو مقتول کو راضی کرلے گا۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ) ترجمہ: اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔ (المائدہ: 45)۔

یہ بھی عدل وانصاف کا حصہ ہے؛ ایک حاکم پر واجب ہے کہ وہ اس عدل کو قائم کرے، مظلوم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ بدلہ اپنے ہاتھ سے حاصل کرے بلکہ یہ حاکم کی ذمہ داری ہے؛ اسی لیے اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ) ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق حکم نہ کریں، وہی لوگ ظالم ہیں [المائدہ: 45]۔

کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالی نے نازل کیا ہے اور عدل قائم کرنے کے لیے اسے مشروع قرار دیا ہے تاکہ معاشرے کے اندر امن و امان قائم رہے؛ کیونکہ اگر اس طرح کے معاملات میں قصاص نہ لیے جائیں تو پھر سماج کے اندر انارکی اور لاقانونیت پھیل جائے گی، اور اسلام نظام حیات کو سدھارنے کے لیے آیا ہے، ایک اسلامی معاشرہ کو وجود میں بخشنے کے لیے آیا ہے تاکہ دنیا کے اندر امن و

امان کی ایک مثال بن جائے؛ چاہے وہ مال و دولت پر ظلم وزیادتی سے سماج کو محفوظ رکھنا ہو یا انسانی جان کو تحفظ دینا ہو ساری چیزوں کو اس آیت نے بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔

-وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ : اور بے حیائی اور برائی سے منع کرتا ہے۔

یہ جو سلبی اور منفی امور ہیں اور یہ برے اخلاق اور گندے کام ہیں ان سب سے اسلام لڑائی کرتا ہے اور ان کے مخالف ہے؛ چنانچہ وہ فواحش ومنکرات سے لوگوں کو روکتا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے ایک دوسری آیت میں فرمایا: (قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ) ترجمہ: آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگادو جس کو تم جانتے نہیں [الاعراف:33]۔

یہ عظیم دساتیر وقوانین جن کے ذریعے اللہ تعالی نے اس امت کو ممتاز بنایا ہے ان پر ہم اللہ تبارک و تعالی کا شکر ادا کرتے ہیں۔

ایک ایسا سماج جس کے اندر فواحش ومنکرات عام ہوں وہ حیوانوں سے بھی گرا ہوا سماج ہوگا، اللہ کی قسم! بعض بندروں اور بعض حیوانوں کے اخلاق دور حاضر کے کفار کے اخلاق سے کہیں زیادہ بہتر ہیں، اس وقت بہت ہی خطرناک اور ہولناک انداز میں انسانیت پستی کی طرف جا رہی ہے، حیوانوں سے بھی بدتر اور بندروں سے بھی بدتر زندگی گزار رہی ہے؛ چنانچہ صحیح بخاری کے اندر آیا ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: " رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوهَا فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ ".

ترجمہ: عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندریا دیکھی اس کے چاروں طرف بہت سے بندر جمع ہو گئے تھے اس بندریا نے زنا کرایا تھا اس لیے سبھوں نے مل کر اسے رجم کیا اور ان کے ساتھ میں بھی پتھر مارنے میں شریک ہوا۔ (صحیح بخاری: 3849)۔

ان لوگوں نے ایک بندریا جو رجم کیا اسلئے کہ اس نے زنا کیا تھا، یہ جانوروں کی غیرت کی مثال ہے۔ مگر یہ جانوروں سے بھی نیچے گرے ہوئے ہیں بلکہ خنزیروں کی طرح زندگی گزارتے ہیں؛ اس لیے کہ خنزیر دیوث ہوتا ہے، تمام حیوانوں میں دیوثیت کے اندر اس کی کوئی نظیر نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے خنزیر کا گوشت حرام کیا ہے؛ اسلئے کہ اس کے اندر رزالت، گھٹیا پن، بدخلقی پائی جاتی ہے، یہ لوگ خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں اسی لیے ان کے قانون بھی خنزیروں کے ساتھ چلتے ہیں، ان کے یہاں نہ کوئی حد ہے نہ کوئی رجم ہے، نہ کوئی قصاص ہے نہ کوئی غیرت ہے اور نہ کوئی اخلاق ہے، مسلمانوں کو اپنے اسلام پر فخر ہے اس لیے انہیں چاہیے کہ یہ اپنے دین کو مضبوطی سے تھام کر رکھیں لیکن حال یہ ہے کہ یہ بھی اس وقت مغرب پرست ہو چکے ہیں، مغرب کی بداخلاقیوں کے دلدادہ ہو چکے ہیں؛ اس لیے یہ بھی اخلاق میں حیوانوں سے نیچے جا رہے ہیں؛ کیونکہ یہ بھی مغرب کی تقلید کر رہے ہیں ان کا بھی لباس مغربی لباس بن چکا ہے، یہ بھی اپنی داڑھی کو منڈوا رہے ہیں انہوں نے دیکھا یہودیوں اور عیسائیوں کو وہ اپنی داڑھیوں کو منڈاتے ہیں تو یہ بھی منڈانے لگے، ٹائی اور پینٹ پہننے لگے اسی کو انہوں نے ترقی کی علامت سمجھ رکھی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اسلامی لباس سے بہتر ہے؛ اسی لیے انہوں نے مغرب کے لباس کو زیب تن کر لیا جس پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے، کیونکہ انہوں نے مغرب کی بہت ساری بدخرقیوں کو اپنا رکھا ہے۔

اس لیے نوجوانو! اسلامی اخلاق کو اپناؤ اسی پر فخر کرو؛ کیونکہ اسلامی قوانین کے اندر اخلاق ہے انسانیت ہے حتی کہ عقائد وغیرہ میں بھی انسانیت ہے تاکہ مسلمانوں کی زندگی بلند اخلاق پر استوار ہو، عدل

وانصاف کا بول بالا ہو، فواحش ومنکرات سے معاشرہ دور ہو، ظلم وزیادتی کا کہیں نام ونشان نہ ہو۔

آیت کے اندر منکر سے مراد وہ تمام ممنوعہ چیزیں ہیں جو اسلامی شریعت کے مخالف ہیں جیسے کہ زنا کاری، قتل، خیانت دھوکہ اور اس طرح کی دوسرے ممنوعہ چیزیں، ان سب کا شمار منکرات میں ہوگا ان میں سرفہرست اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اسی طرح سے بدعتوں کا ارتکاب کرنا ہے، سو ہمیں چاہیے کہ ہم لوگوں کو بھلائی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا بنیں، اس امت کی یہی پہچان ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ) ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران: 110)۔

اس امت کو یہ بلند مقام وہ مرتبہ اسی سبب ملا ہے کہ یہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، چنانچہ جب انہوں نے اس عظیم فریضے کو چھوڑ دیا اور ان کے اندر فواحش ومنکرات عام ہو گئے؛ اسی لیے اس امت سے یہ مقام اور مرتبہ بھی چھین لیا گیا اور وہ خیریت اور فضیلت بھی ختم ہوگئی سوائے اس کے لیے جو اس فریضے کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے اور یہ وہ طائفہ ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستثنیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عن مُعَاوِيَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ".

ترجمہ: سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر قائم رہے گا، انہیں ذلیل کرنے کی کوشش کرنے والے اور اسی طرح ان کی

مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی حالت پر رہیں گے۔(صحیح بخاری:3641)۔

- وَيَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ وَٱلۡبَغۡيِۚ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ :اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔(النحل:90)۔

یہاں سرکشی سے مراد مسلمانوں کے مال پر اور ان کی عزت وآبرو پر زیادتی کرنا اور ان کے خون کو بہانا ہے اور اس طرح کے دیگر ظلم کے طریقوں کا استعمال کرنا ہے، اللہ تعالی نے ظلم کی تمام قسموں کو حرام قرار دیا ہے اور ان سے روکا ہے بلکہ مسلمانوں کو انہیں ختم کرنے اور ان سے جنگ کرنے کا مکلف بنایا ہے؛ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم عدل انصاف پر قائم رہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا ہے، اور فواحش و منکرات سے دور رہیں اور بھلائی کا حکم دیں برائی سے روکیں تاکہ ہم وہ بہتر امت بن سکیں جسے اللہ تعالی نے لوگوں کے لیے برپا کیا ہے۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

چودھویں مجلس

سورہ اسراء کے آغاز سے- سورہ کہف: آیت 83 تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

*سورہ اسراء اور کہف کے بعض مشمولات:

آج کی رات سورہ اسراء اور سورہ کہف سے اللہ تعالی کی جن واضح آیات کو آپ کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا انہیں آپ نے غور سے سنا اور ان سورتوں کے اندر اللہ تعالی نے جن انبیاء کے قصوں کو بیان کیا ہے انہیں بھی آپ نے سنا؛ انہی میں سے سورہ اسراء کے اندر موسی علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے جو فرعون کے ساتھ پیش آیا تھا جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو نو واضح معجزات عطا کیے تھے مگر فرعون نے ان سب کا انکار کر دیا اور موسی علیہ السلام پر یہ الزام لگایا کہ ان پر جادو کر دیا گیا ہے، موسی علیہ السلام نے نو واضح معجزات پیش کیے جو اس بات کا ثبوت تھے کہ آپ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے بھیجے گئے رسول ہیں، انہی میں سے ایک آپ کا عصا تھا جو اژدہے میں بدل جاتا تھا۔

اللہ تعالی نے ان پر ٹڈی، کھٹمل اور مینڈک کی فوج بھیجی تھی اور ان کے علاوہ بھی دیگر معجزات بھیجے تھے مگر قوم فرعون نے تکبر سے کام لیا، ہم متکبرین کے اخلاق سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں اپنے خاکسار بندوں میں شامل کرے جو حق کی پیروی کرتے ہیں اور ان تمام چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جنہیں انبیاء علیہم السلام لے کر آئے۔

سورہ کہف کے اندر اللہ تعالی نے اصحاب الکہف کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جس کے اندر مسلمانوں کے

لیے بڑی عبرتیں اور نصیحتیں ہیں، اس واقعے کے اندر بیان کیا کہ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اللہ تعالی نے انہیں ہدایت سے نوازا تھا، وہ اپنے دین کی خاطر اپنے گھر بار کو چھوڑ آئے تھے اور ہجرت کر گئے تھے، اللہ تعالی نے انہیں ایک غار میں ٹھکانہ دیا جس کے اندر وہ 309 سال تک ٹھہرے رہے جیسا کہ قرآن میں اس کی صراحت آئی ہے۔

اسی طرح دو آدمیوں کا قصہ مذکور ہے ان میں سے ایک مومن تھا اور دوسرا کافر، پھر دونوں کی گفتگو کو بھی نقل کیا گیا ہے کہ کس طرح کافر اپنے دونوں باغ کو لے کر دھوکے میں پڑ گیا؛ کیونکہ اللہ تعالی نے اسے مال و دولت سے نوازا تھا وہ اپنے مومن ساتھی پر فخر کرتا تھا جس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے اس کے دونوں باغ کو تباہ کر دیا پھر وہ ہاتھ ملتا رہ گیا جیسا کہ اللہ تعالی نے بیان کیا ہے:(وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَى مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا) ترجمہ: اور اس کے (سارے) پھل گھیر لئے گئے، پس وہ اپنے اس خرچ پر جو اس نے اس میں کیا تھا اپنے ہاتھ ملنے لگا اور وہ باغ تو اوندھا الٹا پڑا تھا اور (وہ شخص) یہ کہہ رہا تھا کہ کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتا[الکهف:42]۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ باغ والا جو تباہی کا شکار ہوا ممکن ہے بعد میں اس کا حال ٹھیک ہوگیا ہو اور اللہ نے اسے توبہ کی توفیق دے دی ہو پھر اس کا تکبر اور ظلم ختم ہو گیا ہو، اس کی نشانی یہی ہے کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک کرنے پر اپنی ندامت کا اظہار کیا ہے۔(تفسیر السعدی: 477)۔

اس کے بعد اللہ تعالی نے موسی اور خضر علیہما السلام کا واقعہ بیان کیا ہے جس کے اندر بہت ساری عبرتیں اور نصیحتیں ہیں، اس واقعے میں طلب علم کے آداب کو بھی واضح کیا گیا ہے؛ موسی علیہ السلام نبی ہیں جو کہ خضر علیہ السلام سے افضل ہیں البتہ راجح قول کے مطابق خضر علیہ السلام بھی نبی ہیں، موسی علیہ السلام کو

خضر علیہ السلام کے پاس موجود علم کی ضرورت تھی اس لیے آپ علم حاصل کرنے کی خاطر انکے پاس پہنچنے کے لیے سفر کے لیے نکل پڑے جیسا کہ اللہ تعالی نے بیان کیا ہے: (قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا [66] قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا [67] وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا) ترجمہ: اس سے موسیٰ نے کہا کہ میں آپ کی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے [66] اس نے کہا آپ میرے ساتھ ہر گز صبر نہیں کر سکتے [67] اور جس چیز کو آپ نے اپنے علم میں نہ لیا ہو اس پر صبر بھی کیسے کر سکتے ہیں؟ [الکہف: 68]۔

اس کے بعد پورا قصہ بیان کیا، آپ دیکھیں کیسے موسی علیہ السلام نے سارے آداب کو ملحوظ خاطر رکھا اور کیسے آپ طلب علم کے لیے نکل پڑے جب اللہ رب العالمین کی طرف سے آپ کو یہ خبر ہوئی کہ اللہ کا ایک بندہ ایسا بھی ہے جس کے پاس بہت زیادہ علم ہے؛ چنانچہ اس سے علم سیکھنے کے لیے آپ نے رخت سفر باندھ لیا اور یہ قسم کھالی کہ اس تک پہنچ کر رہیں گے خواہ اس کے لیے ایک زمانہ ہی کیوں نہ لگ جائے، پھر اس کے بعد دونوں کا قصہ آپ نے سنا اور جو کچھ خضر علیہ السلام کے ہاتھوں پیش آیا اسے بھی آپ نے دیکھا، راجح قول کے مطابق آپ نبی ہیں، گرچہ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے، آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل واقعے کے آخر میں آپ کا یہ کہنا کہ میں نے یہ سب اپنی طرف سے نہیں کیا ہے یعنی میں نے جو کچھ بھی کیا ہے یہ سب اللہ کی طرف سے وحی وہی ہے؛ چنانچہ کشتی کا توڑنا ہو یا بچے کا قتل کرنا ہو یا اسی طرح سے شہر میں دو یتیم بچوں کے گھر کی دیوار کو سیدھا کرنا ہو ان سارے کاموں کو خضر علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے کیا تھا۔

ان سارے کاموں کو آپ نے اللہ کے حکم سے انجام دیا تھا اور اسی طریقے سے خضر علیہ السلام نے موسی علیہ السلام سے کہا تھا جب وہ دونوں دریا کے اندر کشتی میں تھے کہ میرا علم اور آپ کا علم اللہ کے علم کے

مقابلے اتنا ہی ہے جتنا کہ دریا کے اندر ایک پرندے کے چونچ مارنے سے پانی باہر نکل کر آتا ہے؛ چنانچہ اللہ کا علم بہت وسیع ہے؛ ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ) ترجمہ : روئے زمین کے (تمام) درختوں کے اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے، بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے (لقمان:27)۔

اسی طرح سے مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں (الأنعام:59)۔

اسی لیے اللہ تعالی نے غیب کے علم کو تمام مخلوقات سے نفی کر دی ہے چنانچہ فرمایا:(قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ) ترجمہ : کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟[النمل:65]۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:(قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا

يُوحَى إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں آپ کہیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہوسکتا ہے۔ سو کیا تم غور نہیں کرتے؟[الانعام:50]۔

یہاں شاہد اللہ کا یہ قول ہے(وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ)؛ کیونکہ بہت سارے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب کا علم رکھتے تھے جب کہ یہ قرآن پاک کی واضح تکذیب ہے اور قرآن کے بیانیہ کے بالکل مخالف ہے، حتی کہ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی دوسروں کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ بھی غیب کا علم رکھتے ہیں، کائنات کے اندر تصرفات اور اختیارات رکھتے ہیں جبکہ یہ عقیدہ قرآنی نصوص کے بالکل مخالف ہے؛ کیونکہ زمین اور آسمان میں جو کچھ بھی ہے ان سب کے بارے میں سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ جو غیب کا دعوی کرے اس نے کفر کیا اور پھر آپ نے اسی آیت سے استدلال کیا۔ یہ عقیدہ بہت سارے بدعتیوں کے یہاں رائج ہے چنانچہ آج ضرورت ہے کہ علم شرعی، حجتوں اور دلیلوں کے ذریعے ایسے لوگوں سے جہاد کیا جائے۔

* اسراء کا معجزہ:

سورہ اسراء کے اندر یہاں پر میں کچھ دیر آپ لوگوں کے ساتھ ٹھہر کر گفتگو کروں گا، اللہ رب العالمین نے فرمایا:(سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے، اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں، یقیناً اللہ

تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے [الاسراء: 1]۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ایک حصہ ہے اور آپ کی نبوت کی ایک بڑی نشانی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے جایا گیا اور پھر وہاں سے تمام بلند آسمانوں کی طرف لے جایا گیا جہاں ان ساتوں آسمانوں میں آپ نے انبیاء سے ملاقات کی؛ چنانچہ دنیاوی آسمان پر ابو البشر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، دوسرے آسمان پر یحیی اور عیسی علیہما السلام سے ملاقات ہوئی، یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں، تیسرے آسمان میں یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، چوتھے آسمان میں ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پانچویں آسمان میں ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، چھٹے آسمان میں موسی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ساتویں آسمان میں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پھر اس کے بعد وہاں سے آگے اپنے رب سے ملاقات کرنے چلے گئے، یہ علو باری تعالی کے لیے سب سے بڑی دلیل ہے اور یہ کہ اللہ تعالی اپنے عرش پر مستوی ہے، وہ تمام کائنات کے اوپر ہے، آپ اوپر چڑھتے گئے یہاں تک کہ جنت الماوی تک پہنچ گئے؛ وہیں پر سدرۃ المنتہی ہے، اسی کے پاس جنت الماوی ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسراء اور معراج دونوں الگ الگ رات میں ہوا ہے حالانکہ صحیح بات یہ ہے دونوں ایک ہی رات میں ہوا ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء سے آپ نے ملاقات کی، سارے انبیاء کو ان کے اصلی وطن مسجد اقصی کے پاس پایا اور آپ نے ان سب کی امامت کرائی جس سے تمام انبیاء پر آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء امام معظم اور امام اعظم ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو تمام رسولوں پر فضیلت دے رکھی ہے اور اس کی صراحت خود قرآن پاک کے اندر آئی ہے کہ اللہ تعالی نے رسولوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے۔

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالی تمام مخلوقات پر بلند ہے، اس کے علاوہ بھی بہت ساری

آیتیں ہیں جو اللہ تعالی کے بلند ہونے پر دلالت کرتی ہیں، انہی میں سے وہ سات آیتیں بھی ہیں جو واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے، اوران کے علاوہ بھی بہت ساری آیتیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی آسمان میں ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے: (أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ[16] أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ) ترجمہ: کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں دھنسا دے اور اچانک زمین لرزنے لگے [16] یا کیا تم اس بات سے نڈر ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تم پر پتھر برسا دے؟ پھر تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا[الملک:17]۔

مزید اللہ تعالی فرماتا ہے: (مَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ) ترجمہ: جو شخص عزت چاہتا ہو سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔ اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے۔ (فاطر:10)۔

ان کے علاوہ بھی دیگر آیتیں ہیں چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ) ترجمہ: فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) ایک ایسے دن میں (ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے۔ [المعارج:4]۔

پندرہویں مجلس

سورہ کہف آیت 83-سورہ طہٰ آخری آیت تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

***سورہ مریم کے بعد مشمولات کا ذکر:**

اس سورت کے اندر بہت ساری عبرتیں اور نصیحتیں ہیں، مزید اس سورت کے اندر اللہ کے عذاب سے اور گناہوں سے ڈرایا گیا ہے، حق کو مضبوطی سے تھامنے اور اس کی اتباع کرنے پر ابھارا گیا ہے، سورت کے اندر اللہ کے انبیاء کے قصوں کو بیان کیا گیا ہے بالخصوص سورہ مریم کے اندر زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے؛ چنانچہ یہ ذکر کیا گیا کہ آپ نے اپنے رب سے دعا کی کہ اللہ تعالی آپ کو ایک بیٹا عنایت کر دے جو آپ کا اور آل یعقوب کا وارث بن جائے، اللہ تعالی نے آپ کی اس دعاء کو قبول فرمالی اور آپ کو ایک نیک صالح لڑکا عطا کر دیا، اور اللہ تعالی نے اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: (يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا [12] وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا) ترجمہ: اے یحیٰ! میری کتاب کو مضبوطی سے تھام لے اور ہم نے اسے لڑکپن ہی سے دانائی عطا فرمادی [12] اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی بھی، وہ پرہیزگار شخص تھا [مریم:13]۔

اسی طرح مریم اور عیسی علیہما السلام کے واقعہ کو بھی بیان کیا گیا ہے، ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کا ذکر ہے اور یہ کہ آپ نے اپنے والد اور اپنی قوم کو کس طرح سے اللہ کی توحید کی طرف دعوت دی، انہیں بت پرستی سے روکا، اسی طرح اس سورت کے اندر اللہ تعالی نے اپنے انبیاء کی تعریف کی ہے؛ چنانچہ اللہ

تعالی نے ادریس علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور آپ کو سچا نبی بتلایا، اسی طرح اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیا اور آپ کو وعدہ پورا کرنے والا بتایا ہے اور یہ کہ آپ اپنے رب کے پاس بڑے مقبول ہیں، اسی طرح عیسی اور ہارون علیہما السلام کی بھی اللہ تعالی نے تعریف کی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے اس سورت کے اندر بہت سارے انبیاء کا اور اپنے نیک بندوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:(إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا [58] فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا) ترجمہ: جب ان پر رحمان کی آیات پڑھی جاتی تھیں وہ سجدہ کرتے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔[58] پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔[مریم:59]۔

ہم اس سخت وعید سے اللہ تعالی کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ تعالی نے انبیاء کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ انہوں نے اللہ کی طرف کیسے دعوت دی، لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا اور یہ کہ وہ اللہ کے دین پر کس طرح استقامت پذیر تھے، پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا:(فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا [59] إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا) ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔[59] مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔[مریم:60]۔

معلوم ہوا کہ توبہ تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے؛ خواہ وہ کفر ہو یا کوئی بھی گناہ، اللہ تعالی اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس سے توبہ کریں، اس کی طرف رجوع کریں خواہ وہ کتنی کیوں نہ گمراہی اور انحراف کا

شکار ہو، اگر وہ توبہ کریں گے تو اللہ تعالی معاف کرے گا؛ کیونکہ اللہ تعالی غفور رحیم ہے۔

*سورہ طہ کے بعض مشمولات کا ذکر:

آپ نے سورہ طہ کو سنا اللہ تعالی نے جس کے اندر اپنی تعریف کی ہے اور یہ کہ اللہ تعالی تمام آسمانوں کا رب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (تَنْزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى[4] الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى) ترجمہ: اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا۔ [4] وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا۔ [طہ:5]۔

اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے اسی طرح جیسا اس کی ذات اور اس کی جاہ و جلال کے لائق ہے، یہ اللہ تعالی کی عظمت کی دلیل ہے، وہ ہر چیز سے بالاتر ہے برخلاف ان شک میں مبتلا انحراف میں بڑے لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر جگہ ہے، اللہ تعالی ایسے لوگوں کے جھوٹ اور بہتان اور بدعقیدگی سے بلند اور بالاتر ہے، سلف نے ان پر رد کیا ہے اور اس پر بہت ساری دلیلیں بیان کی ہیں میں یہاں پر ان کا ذکر نہیں کرسکتا؛ کیونکہ ان کا مذہب بالکل فاسد اور ان کا عقیدہ بالکل منحرف ہے، اللہ کی آیتوں اور حدیثوں کے ساتھ انہوں نے ہٹ دھرمی دکھائی ہے، انہی میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء اور معراج بھی ہے کہ کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی کا سیر کیا اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کا سیر کیا اور پھر اپنے رب سے گفتگو کی، جب کافروں نے آپ کے بارے میں یہ سنا تو فورا ہٹ دھرمی دکھائی اور اس کا انکار کردیا جیسا کہ اس پر گزشتہ کل گفتگو ہو چکی ہے۔

اسی طرح اس سورت کے اندر اللہ تعالی نے فرعون اور موسی علیہما السلام اور جادوگروں کا واقعہ بیان کیا ہے، جہاں تک فرعون کا تعلق ہے تو اس نے بڑا ظلم کیا تکبر کیا سرکشی کی، اس کے لیے بڑی سی بڑی نشانیاں اور معجزات نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جنہیں اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے ہاتھوں اس کے سامنے بطور حجت و براہین کے پیش کیا تھا۔

جادوگروں کے واقعے میں ہمارے لیے بڑی عبرت اور نصیحت ہے کہ وہ جادوگر جو جادوگری میں پوری طرح ڈوبے ہوئے تھے کس طرح سے وہ موسی علیہ السلام کے خلاف اپنی تمام تر سازشوں اور شعبدہ بازیوں کے ساتھ میدان میں اترے تھے اور ان لوگوں نے موسی علیہ السلام اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کے بارے میں یہاں تک کہا تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے: (قَالُوا إِنْ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ يُرِيدَانِ أَنْ يُخْرِجَاكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَى) ترجمہ: کہنے لگے یہ دونوں محض جادوگر ہیں اور ان کا پختہ ارادہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کر دیں اور تمہارے بہترین مذہب کو برباد کر دیں (طہ:63)۔

پھر ان جادوگروں کے قصے کو بیان کیا جس کے اندر موسی علیہ السلام کے عصا کا بھی ذکر آیا کہ کیسے وہ اللہ کی قدرت سے سانپ بن گیا حالانکہ ان جادوگروں نے لوگوں کو اپنی جادوگری میں مبتلا کر دیا تھا اور لوگوں کو خوف و دہشت میں ڈال دیا تھا؛ کیونکہ وہ لوگ رسی اور لاٹھی لے کر آئے تھے جو کہ سب کے سب سانپ بن گئے تھے اور پورے وادی میں پھیل گئے تھے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى [67] قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى [68] وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى) ترجمہ: تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ [67] ہم نے کہا خوف نہ کر، یقینا تو ہی غالب ہے۔ [68] اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔ [طہ:69]۔

مگر موسی علیہ السلام کے عصا نے سارے سانپوں اور اژدہوں کو نگل لیا، یہ دیکھ کر سارے جادوگر حیران و ششدر رہ گئے اور انہیں یقین آ گیا کہ یہ عمل جادو نہیں ہے یہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے

ہے، یہ اللہ تعالی کی بڑی نشانیوں میں سے ہے؛ چنانچہ وہ سب کے سب اللہ رب العالمین کے سامنے جھک گئے اللہ سے توبہ کیا اس کی طرف رجوع کیا، فرعون نے انہیں دھمکی دی کہ وہ ان کے ہاتھ پر کاٹ دے گا اور انہیں سولی پر چڑھا دے گا اور اس کے علاوہ بھی اس نے دھمکیاں دیں مگر جادوگروں نے کہا جیسا کہ اللہ تعالی نے نقل کیا ہے: (قَالُوا لَن نُّؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا) ترجمہ: انہوں نے جواب دیا کہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ترجیح دیں ان دلیلوں پر جو ہمارے سامنے آچکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اب تو تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر، تو جو کچھ بھی حکم چلا سکتا ہے وہ اسی دنیوی زندگی میں ہی ہے (طہ:72)۔

اہل حق کا معاملہ اسی طرح ہوتا ہے کہ وہ اہل باطل کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے ہیں وہ اہل باطل خواہ کتنا ہی کیوں نہ متکبر اور جابر ہوں؛ چنانچہ پچھلی امتوں میں یہ واقعہ گزر چکا ہے کہ بعض لوگوں کو لایا جاتا اور ان کے بدن کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑا کر دیا جاتا لیکن پھر بھی انہیں یہ چیز ان کے دین سے نہیں پھیرتی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت صبر کرنے کی زیادہ محتاج ہے، کیونکہ ان کے پاس سب سے عظیم رسول سب سے کامل رسالت لے کر آئے، ایک عظیم دین جو تمام سابقہ رسالتوں پر غالب ہے پھر ہم کیوں نہ صبر کریں اور اللہ کی راہ میں کیوں نہ ہم تکلیفوں کو برداشت کریں؟!

ہم جانتے ہیں کہ بہت سارے مسلمانوں کو ان کے ملکوں میں تکلیفیں دی جاتی ہیں ہم انہیں صبر کی تلقین کرتے ہیں اور سلف کی اتباع کرنے کی وصیت کرتے ہیں، اللہ کے رسولوں اور نبیوں کو اس بارے میں اسوہ اور نمونہ بناؤ بنائیں؛ کیونکہ انہوں نے اس راہ میں سب سے زیادہ تکلیفیں اٹھائی ہیں، اور اللہ تعالی نے انبیاء کے قصوں کو اسی لیے بیان کیا کہ ہم ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور صبر وتحمل اور ثابت قدمی میں اور اللہ کی شریعت کو تسلیم کرنے اور اللہ کے منہج کو لازم پکڑنے میں انہیں اسوہ اور نمونہ بنائیں۔

اس سورت کے اندر اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا ہے کہ کیسے ان لوگوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی ،ولا حول ولا قوۃ الا باللہ. موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی طرف سے بہت ساری تکلیفوں کو جھیلا مگر ان پر صبر کیا، ان کی ہٹ دھرمیوں کو جھیلا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا) ترجمہ: اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی پس جو بات انہوں نے کہی تھی اللہ نے انہیں اس سے بری فرما دیا، اور وہ اللہ کے نزدیک باعزت تھے (الاحزاب:69)۔

انہوں نے آپ کو بڑی تکلیفیں دیں لیکن آپ نے صبر وتحمل سے کام لیا، بعض جاہلوں نے تو آپ کو بے صبرا اور جلد باز کہا، آپ کے پاس بہت سارے معجزات آئے مگر انہوں نے ان کی کوئی قدر نہیں کی اور نہ ہی اللہ کے فرمان کا کوئی دھیان دیا، اسی طرح کفار مکہ نے بھی تمام نشانیوں کا انکار کر دیا اللہ کے کسی قول پر انہوں نے دھیان نہیں دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی تکلیفوں پر صبر کرتے تھے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عن عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا، فَقَالَ: رَجُلٌ إِنَّ هَذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللَّهِ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَغَضِبَ حَتَّى رَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ: " يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مال تقسیم کیا' ایک شخص نے کہا کہ یہ ایک ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ کی رضا جوئی کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس کی خبر دی ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ

ہوئے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصے کے آثار دیکھے۔ پھر فرمایا' اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے' ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی تھی مگر انہوں نے صبر کیا۔ (صحیح بخاری :3405)۔

یہاں اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ صبر وتحمل میں اولو العزم رسولوں کو نمونہ بنائیں، اوران رسولوں سے مراد موسی، عیسی، ابراہیم اور نوح علیھم السلام اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ) ترجمہ: پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لئے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کرو، یہ جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں تو (یہ معلوم ہونے لگے گا کہ) دن کی ایک گھڑی ہی (دنیا میں) ٹھہرے تھے، یہ ہے پیغام پہنچا دینا، پس بدکاروں کے سوا کوئی ہلاک نہ کیا جائے گا (الاحقاف :35)۔

اسی طرح ہمیں بھی یہی حکم ہے کہ ہم صبر وتحمل اور برداشت کرنے میں انہی تمام انبیاء اور رسولوں کو نمونہ اور اسوہ بنائیں۔

ساتھیو! میں معذرت خواہ ہوں، میں چاہتا تھا کہ مجلس کا آغاز جلدی کیا جائے مگر چونکہ بہت سارے لوگ دیر سے آتے ہیں اور بڑے خیر سے محروم ہو جاتے ہیں اسی لیے ان کی رعایت کرتے ہوئے ہم بھی تاخیر کر دیتے ہیں؛ کیونکہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس کچھ ایسے ظروف اور احوال پیش آتے ہیں کہ وہ اس قدر جلدی مجلس میں نہیں پہنچ سکتے ہیں؛ اسی لیے ہم ان کا انتظار کرتے ہیں تا کہ ہماری مجلس پوری ہو جائے، ہمارا مقصد ہے کہ قرآن کو سنا جائے کیونکہ سلف کا یہ طریقہ تھا کہ جب ماہ رمضان آتا تھا تو وہ اپنی ساری مصروفیات کو چھوڑ دیتے تھے ان میں حصول علم بھی ہوتا تھا، اور ان سب کو چھوڑ کر وہ قران کی

تلاوت، نماز روزہ اور قیام اللیل کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو جاتے تھے۔

ایک مسلمان جب کتاب اللہ سے اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے تو اسے ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالی دس گنا بڑھا کر نیکیوں کو دیتا ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی اس مجلس کو ثواب کا ذریعہ بنائے اور اسے مفید اور بابرکت بنائے، اللہ تعالی ہم سب کے اعمال کو قبول کرے اور ہم سب کو ان لوگوں میں بنائے جو اچھی بات سنتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

بارہویں مجلس

سورہ انبیاء کے آغاز سے-سورہ حج کی آخری آیت تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه و من اتبع هداه،امابعد:

سورہ انبیاء اور سورہ حج سے اللہ کی آیتوں کی آپ کے سامنے تلاوت کی گئی جنہیں آپ نے سنا،ان آیتوں کے اندر ہمارے لیے بہت ساری نصیحتیں اور عبرتیں مضمر ہیں،ان کے اندر توحید پر گفتگو کی گئی ہے اور شرک کو باطل ٹھہرایا گیا ہے،مشرکین کو سخت دھمکی دی گئی ہے اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

*سورہ انبیاء کے بعض مشمولات کا ذکر:

سورہ انبیاء کے اندر اللہ تبارک وتعالی نے ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا قصہ ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کیسے آپ نے بتوں کو توڑا اور بت پرستوں کو ذلیل ورسوا کیا،ان کے شرک پر انہیں ڈانٹ پلائی جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ) ترجمہ : تف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو،تو کیا تم سمجھتے نہیں۔ [الانبیاء :67]۔

آپ پر اللہ تعالی کی رحمت ہو آپ نے بت پرستوں پر اللہ کی طرف سے حجتوں اور دلیلوں کو قائم کردیا جیسا کہ سورہ انعام کے اندر تفصیل سے ذکر ہے۔اس کے بعد جب آپ نے انہیں شرک پر اصرار کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں یہ دھمکی دی کہ آپ ان کے بتوں کو توڑ دیں گے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا

ہے:(وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ[57] فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ) ترجمہ: اور اللہ کی قسم! میں ضرور ہی تمھارے بتوں کی خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔ [57] پس اس نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے ان کے ایک بڑے کے، تاکہ وہ اسی کی طرف رجوع کریں۔ [58] آخری قصے تک۔

اللہ تعالی نے تمام انبیاء اور رسولوں کی تعریف کی ہے جن میں داؤد سلیمان ایوب یونس زکریا یحیی علیہم السلام شامل ہیں؛ اسی لیے اس سورت کا نام انبیاء ہے، اس کے اندر اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف ومقام کو بیان کیا ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ آپ کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اس طرح آپ انبیاء میں سب سے افضل ہیں، آپ کی سب سے زیادہ عزت ہے، آپ نبیوں کے سردار ہیں اور آپ کی رسالت سب سے عام ہے، اللہ تعالی نے آپ کو کچھ ایسی خصوصیتیں دی ہیں جو دوسرے انبیاء کو حاصل نہیں ہیں۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدر ومقام کو سمجھیں، آپ کی عظیم رسالت کی اہمیت اور اس کی عظمت کو جانیں کہ کس طرح یہ تمام رسالتوں کا خاتمہ ہے، اسے ہم مضبوطی سے تھام لیں اور اس پر سختی سے عمل کریں؛ کیونکہ اللہ تعالی نے اس امت کو اس دین اور اس رسالت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سرفراز کیا ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اسے خیر امت قرار دیا ہے جسے تمام لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، یہ خیریت اور فضیلت انہیں محض اسی وجہ سے حاصل ہوئی ہے کیونکہ یہ بھلائی میں سرفہرست توحید کی دعوت دیتے ہیں اور برائی ومنکرات میں سرفہرست شرک سے روکتے ہیں، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم توحید کو پورے طور پر قائم کریں اور شرک کو مٹائیں، اسے ختم کریں اور ہر طریقے سے اس سے لڑائی کریں، شرک کے فروع تمام بدعتوں اور گمراہیوں کے خاتمے کی کوشش کریں۔

***سورہ حج کے بعض مشمولات کا ذکر:**

سورہ حج کے اندر اللہ تعالی نے قیامت کی ہولنا کیوں کو بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا:(يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ [1] يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ) ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے[1] جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے[الحج:2]۔

اگر دوبارہ موقع ملا تو پھر اس سورت کی تفصیلات پر گفتگو ہوگی جس کے اندر اللہ تعالی نے اپنے مکرم ومعزز نبی اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا ہے اور آپ کو خانہ کعبہ بنانے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا:(وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ [26] وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ) ترجمہ: اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا[26] اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی اور دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے [الحج:27]۔

لہذا یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالی نے زمین وآسمان کے درمیان اس روئے زمین پر رہنے والے سارے لوگوں کو اپنا یہ پیغام سنا دیا ہے، سورہ ابراہیم کے اندر اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(رَبَّنَا إِنِّي

أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ) ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں، پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے۔ اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تاکہ یہ شکر گزاری کریں [ابراہیم: 37]۔

اس شہر کی طرف لوگوں کے دل جھکے ہوئے ہیں سب کے دل ادھر ہی مائل ہیں، اس روح زمین پر رہنے والا ہر مومن خواہ وہ کسی بھی زمانے کا ہو اس کا دل خانہ کعبہ کو دیکھنے اور اس کا طواف کرنے کی چاہت رکھتا ہے، یہ ابراہیم علیہ السلام کے اسی پکار اور دعا کا نتیجہ ہے جسے اللہ تعالی نے قبول کیا ہے۔

***شرک باللہ کی حماقت کا بیان:**

اللہ تعالی نے اس سورت کو ایک عظیم مثال کے ذریعے ختم کیا ہے جس کے اندر شرک کی حماقت اور ان بتوں اور دیگر چیزوں کی سخت کمزوری اور عدم پائیداری کا ذکر کیا ہے جن کی لوگ پرستش کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ [73] مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ) ترجمہ: لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے [73] انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں، اللہ

تعالیٰ بڑا ہی زوروقوت والااورغالب وزبردست ہے[الحج:74]۔

اگرسارے غیراللہ جن کی عبادت کی جاتی ہے خواہ وہ اس عبادت سے راضی ہوں یا راضی نہ ہوں سب جمع ہوکرایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو ایک معمولی مکھی بھی سب مل کر پیدا نہیں کرسکتے ہیں؛اس لیے کہ اللہ تعالی ہی تنہا خالق ہے،اسی نے آسمانوں اورزمینوں کو پیدا کیا ہے،زمین وآسمان کے درمیان کی ساری چیزوں،عرش کرسی جنت اور دوزخ بلکہ ساری چیزوں کو اسی نے پیدا کیا ہے،اوروہ ہر چیز پر قادر ہے؛ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ) ترجمہ:اس کا حکم تو،جب وہ کسی چیز کاارادہ کرتا ہے،اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے’’ہوجا‘‘ تو وہ ہوجاتی ہے۔[یس:82]۔

جہاں تک ان معبودوں کا تعلق ہے تو یہ بڑے ہی کمزور ہیں بلکہ یہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں،یہ خود اپنے لیے کسی نقصان نفع اورموت وحیات کے مالک نہیں ہیں،اگرایک مکھی بھی ان کے سامنے سے کوئی چیز چھین لے تو یہ اسے واپس لے نہیں سکتے ،بتوں کی تذلیل میں یہ انتہا درجے کا مبالغہ ہے،اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جن کی پرستش کی جاتی ہے لیکن وہ اس پرستش سے راضی نہیں ہیں جیسے کہ انبیاء اوراللہ کے نیک بندے تو یہ سب اس مذمت میں شامل نہیں ہیں،اس میں وہ سارے بت شامل ہیں اور وہ لوگ جو اپنی عبادت پر راضی ہوتے ہیں،یہ شرک کی مذمت،اس کی کمزوری اوراسی طرح سے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی حقارت پر دلالت کرتا ہے خواہ وہ پتھر ہوں درخت ہوں یا اس طرح کی دوسری چیزیں ہوں جن کی پرستش کی جاتی ہیں ان سب کی حقارت معلوم ہوتی ہے کہ وہ کس قدر کمزور عاجز اور درماندہ ہیں جبکہ اللہ تعالی ہر چیز پر غالب اورسب پر قادر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ) ترجمہ:اس کا حکم تو،جب وہ کسی چیز کاارادہ کرتا ہے،اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے’’ہوجا‘‘ تو وہ ہوجاتی ہے۔[یس:82]۔

اب دوبارہ دونوں سورتوں کے آغاز میں آتے ہیں۔

***حساب کے دن سے لوگوں کی غفلت:**

اللہ تعالی نے سورہ انبیاء کے آغاز میں فرمایا: (اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ[1] مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ[2] لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ) ترجمہ: لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں [1] ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے اسے وہ کھیل کود میں ہی سنتے ہیں [2] ان کے دل بالکل غافل ہیں اور ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ وہ تم ہی جیسا انسان ہے، پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھتے جادو میں آجاتے ہو [الانبیاء:3]۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے تئیں مشرکوں کا یہی موقف تھا، بعد میں بھی بہت سے لوگوں نے دعوت توحید کے تئیں یہی روش اپنائی ہے، اور یہ روش قوم نوح کے زمانے ہی سے ہے کہ جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا، ان کا مذاق اڑایا، ان پر جادوگری اور جھوٹ بولنے کا الزام لگایا، ان کا استہزا کیا مگر رسولوں نے اس راہ میں آنے والی تمام تکلیفوں کو جھیلا اور برداشت کیا اور اپنی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے اللہ کی رسالت کو لوگوں تک پہنچایا تاکہ اللہ تعالی انہیں اس دعوت کا اور ان کے صبر کا بدلہ دے، یہ لوگ جنت کے اندر اعلی علیین میں ہوں گے اور ان کے پیروکار بھی ان کے ساتھ جائیں گے؛ وہ لوگ جو ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا[69] ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا) ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ

نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔ [69] یہی اللہ کی طرف سے خاص فضل ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔ [النساء:70]۔

چنانچہ انبیاء کے پیروکاروں میں سے رہو؛ توحید وایمان میں، دعوت دین میں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی میں، سچے دل سے اور اخلاص سے ان کے پیروکار بن جاؤ، جب تم دنیا میں ان کی پیروی کرو گے تو ان شاء اللہ جنت کے اندر بھی نبیوں کے ساتھ، صدیقین شہداء اور اللہ کی نگ بندوں کے ساتھ بلند درجات پر ہو گے۔

جبکہ کفار غفلت میں پڑے ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں) [الانبیاء:1]، جبکہ قیامت قریب ہے دور نہیں ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: (اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ [1] وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ) ترجمہ: قیامت بہت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ [1] اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔ [القمر:2]۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (أَتَى أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا، اب اس کی جلدی نہ مچاؤ۔ تمام پاکی اس کے لیے ہے وہ برتر ہے ان سب سے جنہیں یہ اللہ کے نزدیک شریک بتلاتے ہیں [النحل:1]۔

یہاں پر اللہ تعالی نے ماضی کے صیغے کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ہر آنے والا قریب ہوتا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری بعثت اور قیامت انہیں دونوں انگلیوں کی طرح ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا لیا۔ (صحیح بخاری:4652)۔

یہ سب اس لیے بیان کیا ہے تاکہ لوگ اس عظیم دن کے لیے تیاری کر لیں؛ وہ ہولناک دن جس کے بارے میں اللہ تعالی نے اگلی سورت میں فرمایا ہے: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ

السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ [1] يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ
ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ
شَدِيدٌ) ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے [1] جس دن تم اسے دیکھ لوگے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے [الحج:2]۔

یہ ایک ہولناک دن ہوگا، ضروری ہے کہ ہم اس کے لیے پوری تیاری کرلیں؛ اس کے لیے ہماری تیاری یہ ہے کہ ہمارے پاس سچا ایمان ہو، نیک عمل ہو، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، حکمت اور اچھی موعظت کے ساتھ دعوت دین کا کام کریں۔

- اس دن ہر دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی: کیونکہ وہ بڑا ہی ہولناک دن ہوگا، اس کے تعلق سے بہت ساری حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہولناکی ان گھبراہٹ کے سبب کو بھی واضح کیا ہے جیسا کہ یہ حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:" يَا آدَمُ، يَقُولُ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، فَيُنَادَى بِصَوْتٍ، إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ، قَالَ: يَا رَبِّ، وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ أُرَاهُ، قَالَ: تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا، وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ، وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ سورة الحج آية 2، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، وَمِنْكُمْ

وَاحِدٌ، ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک قیامت کے دن آدم علیہ السلام سے فرمائے گا۔ اے آدم! وہ عرض کریں گے، میں حاضر ہوں اے رب! تیری فرمانبرداری کے لیے۔ پروردگار آواز سے پکارے گا (یا فرشتہ پروردگار کی طرف سے آواز دے گا) اللہ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا جتھا نکالو۔ وہ عرض کریں گے اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں۔ حکم ہوگا (راوی نے کہا میں سمجھتا ہوں) ہر ہزار آدمیوں میں نوسوننانوے (گویا ہزار میں ایک جنتی ہوگا) یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ پیٹ والی کا حمل گر جائے گا اور بچہ (فکر کے مارے) بوڑھا ہو جائے گا (یعنی جو بچپن میں مرا ہو) اور تو قیامت کے دن لوگوں کو ایسا دیکھے گا جیسے وہ نشہ میں متوالے ہو رہے ہیں حالانکہ ان کو نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ کا عذاب ایسا سخت ہوگا (یہ حدیث جو صحابہ حاضر تھے ان پر سخت گزری۔ ان کے چہرے (مارے ڈر کے) بدل گئے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لیے فرمایا (تم اتنا کیوں ڈرتے ہو) اگر یاجوج ماجوج (جو کافر ہیں) کی نسل تم سے ملائی جائے تو ان میں سے نوسوننانوے کے مقابل تم میں سے ایک آدمی پڑے گا۔ غرض تم لوگ حشر کے دن دوسرے لوگوں کی نسبت (جو دوزخی ہوں گے) ایسے ہوگے جیسے سفید بیل کے جسم پر ایک بال کالا ہوتا ہے یا جیسے کالے بیل کے جسم پر ایک دو بال سفید ہوتے ہیں اور مجھ کو امید ہے تم لوگ سارے جنتیوں کا چوتھائی حصہ ہوگے (باقی تین حصوں میں اور سب امتیں ہوں گی)۔ یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم تہائی ہوگے ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا پھر فرمایا نہیں بلکہ آدھا حصہ ہوگے (آدھے حصہ میں اور امتیں ہوں گی) ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ (صحیح بخاری: 4741)۔

جی یہ وہ ہولناک دن ہوگا کہ ہر ہزار میں سے 999 لوگ دوزخ میں جائیں گے یہ ایسی ہولناکی ہوگی کہ ہر حمل والی اپنے حمل کو گرادے گی، اس دن لوگ خوف ورعب اور گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے، انہیں دیکھنے سے لگے گا کہ وہ مدہوش ہیں حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے، یہ دراصل اللہ کے عذاب کی سختی ہوگی، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اس دن کی ہولناکی سے ڈریں، کیاپتہ یاجوج ماجوج کے ساتھ جوتنہا آدمی ہوگا ہم ہی میں سے وہ، اللہ کی ہم پناہ چاہتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم میں سے ہر ایک اس دن کی ہولناکی سے ڈرے، دوزخ کے عذاب سے اور اس کی آگ سے ڈرو خواہ کھجور کے ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو، دوزخ کی آگ سے ہمیں ڈرنا چاہیے جتنا بھی ہم سے ممکن ہوسکے۔

*کفار اور اہل بدعت سے علمی مباحثہ اور مجادلہ کرنا:

اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ[3] كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ) ترجمہ: بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں[3] جس پر (قضائے الہی) لکھ دی گئی ہے کہ جوکوئی اس کی رفاقت کرے گا وہ اسے گمراہ کردے گا اور اسے آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا[الحج:4]۔

کفار انبیاء سے بغیر علم کے باطل طریقے سے جہالت گمراہی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں، اور بغیر علم کے باطل طریقے سے مجادلہ اور علمی مباحثہ کرنا اہل باطل اور اہل بدعت کا شیوہ ہے جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کے تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہی لوگ ایسا کرتے ہیں؛ چنانچہ ہر وہ شخص جو اللہ کے ذکر سے اعراض کرے، ہلاکت خیز امور کا ارتکاب کرے، کبیرہ گناہوں میں واقع ہو، شرک و بدعت اور گمراہیوں میں مبتلا ہو، اسی کے بارے میں یہ آتا ہے کہ وہ بغیر علم کے علمی مجادلہ اور بحث ومباحثہ کرتا ہے اور شیطان کی پیروی کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي

اللّٰہِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطَانٍ مَّرِيۡدٍ) ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا (کی شان) میں علم (ودانش) کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں (الحج:3)۔

یعنی انسانوں اور جناتوں میں جو شیاطین ہوتے ہیں وہ انہی کے پیچھے رہتا ہے، انہی شیاطین میں ایسے داعی ہوتے ہیں جو مجادلہ اور علمی مباحثہ کرتے ہیں، انہیں میں مقلدین بھی ہوتے ہیں، ان سب پر یہ وعید اور یہ مذمت ثابت صادق آتی ہے؛ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ سے ڈریں، کتاب اللہ اور سنت رسول کی مخالفت نہ کریں اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور منہج کی مخالفت کریں؛ کیونکہ سب سے بہتر طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اور ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ تک لے جانے والی ہے، کوئی بھی بدعتی جو کسی ایک بھی بدعت کا مرتکب ہو وہ دوزخیوں میں سے ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ہر طرح کی بدعتوں سے بچیں اور ان سے دور رہیں اور دوسروں کو بھی ان سے آگاہ رکھیں، کیونکہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبے میں یا اپنے اکثر خطبوں میں ضرور فرماتے تھے کہ سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ یہ آپ اس لیے فرماتے تھے تا کہ ہم کتاب اللہ کی پیروی کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کریں، پھر اس کے بعد آپ فرماتے تھے کہ سب سے بری چیز دین میں نئی چیزوں کا ایجاد کرنا ہے اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ تک لے جانے والی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے خطبوں میں کہتے تھے؛ اسی لیے صحابہ کے اندر کوئی بدعتی نہیں پایا گیا۔ اس کے اندر تمام امت کے لیے آگاہی ہے اور سب کو خبردار کیا گیا ہے تا کہ صحابہ اپنے بعد والوں کو بھی یہ باتیں بتا دیں اور انہیں خبردار کر دیں تا کہ وہ بھی اس شر سے یعنی بدعتوں سے دور رہیں اور ہر طرح کے شرور اور فتن سے اور بدعتوں سے بچیں اور اللہ کا تقوی اختیار کریں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو ان لوگوں میں شامل کرے جو اچھی بات کو سنتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں، اور ہم سب کو اپنی ناراضگی سے دور رکھے اور قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

سترہویں مجلس

سورہ المومنون کے آغاز سے-سورہ الفرقان آیت 20 تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اتبع هداه، اما بعد:

سورہ مومنون کی آیتوں کو پڑھ کر آپ کے سامنے سنایا گیا، اسی طرح سورہ نور اور سورہ فرقان کی ابتدائی آیتیں بھی پڑھی گئیں جن کے اندر ہمارے لیے عبرتیں اور نصیحتیں ہیں، ان سورتوں کے اندر اللہ کی وحدانیت اور قیامت کے دن جزا و سزا اور حساب کو ثابت کیا گیا ہے، ان کے اندر رسولوں کا بھی ذکر ہے جو انسانوں کے پاس بھیجے گئے تاکہ انہیں توحید باری تعالی کی طرف بلائیں اور قیامت کے دن جزا و سزا اور حساب و کتاب کی یاد دلائیں۔

*سورہ نور کے بعض مشمولات کا ذکر:

سورہ نور کے آغاز ہی میں احکام کی آیتوں کا ذکر ہے جن کے اندر زنا کے مرتکبین پر حدود قائم کرنے کا بیان ہے اور اسی طرح ان لوگوں پر بھی حد قائم کرنے کا ذکر ہے جو پاک دامن عورتوں پر الزام لگاتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی بیوی پر بھی زنا کی تہمت لگاتا ہے تو اللہ نے اس کا بھی حکم ہے بیان کر دیا ہے۔ اللہ نے سورہ نور کے اندر پردے کی آیتوں کو اور اجازت لے کر گھر میں داخل ہونے کی آیتوں کو ذکر کیا ہے جن کے اندر اخلاق کی تربیت دی گئی ہے اور یہ کہ دوسروں کی عزت و آبرو کا احترام کرنا چاہیے۔

اس سورت کے اندر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبے کا بیان ہے اور لوگوں کو آپ کی مخالفت کرنے سے ڈرایا گیا ہے، اس سورت کے اندر منافقوں کی اس صفت کو بیان کیا گیا ہے کہ جب

انہیں اللہ کے حکم کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں، ساتھ ہی اس سورت کے اندر اللہ تعالی نے اپنے ان مومن بندوں کے مقام ومرتبے کو بیان کیا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فرمان کی اتباع اور تابعداری کرتے ہیں۔

اس سورت کے آخر میں اللہ تعالی نے فرمایا: (فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) ترجمہ: سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آپہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آپہنچے۔ [النور:63]۔

چنانچہ اللہ تعالی نے لوگوں کے سامنے یہ واضح کر دیا کہ وہ کیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب سے پیش آئیں؛ چنانچہ اگر لوگ آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوں تو بغیر اجازت کے مجلس سے نہ اٹھیں اور جب آپ کو بلائیں تو ادب کے ساتھ بلائیں، اے محمد کہہ کر یعنی نام لے کر نہ پکاریں بلکہ اے اللہ کے رسول اور اے اللہ کے نبی کہہ کر کے پکاریں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا) ترجمہ: رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمھارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ (النور:63)۔

*** کامیاب بندوں کی صفات:**

اب ہم آتے ہیں سورہ مومنون کے آغاز میں چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ [1] الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ [2] وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ [3] وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ [4] وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ [5] إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ [6] فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ [7] وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ [8]

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ[9] أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ[10] الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ) ترجمہ: یقینا کامیاب ہوگئے مومن۔ [1] وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ [2] اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ [3] اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ [4] اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ [5] مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ [6] پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ [7] اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ [8] اور وہی جو اپنی نمازوں کی خوب حفاظت کرتے ہیں۔ [9] یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ [10] جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ [المومنون: 11]۔

یہ اللہ کے ان سچے مخلص مومن بندوں کی صفات ہیں جو ان عظیم صفات سے متصف ہیں، اللہ تعالی نے ان کا بدلہ جنت الفردوس بتایا ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ، أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ، قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ أُرَاهُ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور

اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کئے ہیں' ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی حصہ اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔ (صحیح بخاری:2790)۔

چنانچہ جو یہ خواہش رکھتا ہو کہ اسے یہ عظیم اور بلند مقام حاصل ہو جو کہ جنت میں اعلی مقام ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان عظیم صفات سے متصف ہونے کا حریص ہو جن میں سب سے پہلے ایمان باللہ ہے، کتاب و سنت کے اندر ایمان باللہ کی ساری تفصیل موجود ہیں جن میں سب سے اہم اللہ پر ایمان لانا، اس کے اچھے ناموں اور بلند صفتوں پر ایمان لانا، اور یہ کہ وہی معبود برحق ہے اس کے ساتھ کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے، عبادت کے اندر ذرہ برابر بھی اللہ کے ساتھ کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے اور اس کے علاوہ نہ ہی کوئی عبادت کا مستحق ہے؛ نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ اور نہ ہی کوئی نبی مرسل اس عظیم حق کا مستحق ہے کہ جس کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے؛ چنانچہ جو بھی اس عظیم حق یعنی عبودیت الہی کو یا اس میں سے بعض حصے کو غیر اللہ کی طرف پھیرے گا وہ اللہ کے ساتھ کھلا شرک کرے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ) ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔ [الحج:31]۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن

يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقینا اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔ [النساء: 48]۔

چنانچہ ایمان میں سے یہ ہے کہ اللہ کی ذات پر ایمان لایا جائے، اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لایا جائے، یہ ایمان کے چھ ارکان ہیں، ان میں سے اگر کوئی کسی رکن کا انکار کرے وہ ایمان و اسلام کے دائرے سے باہر ہو جائے گا، پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے ان اعمال صالحہ کا ذکر کیا ہے جن سے اللہ کے یہ مومن بندے متصف ہیں؛ چنانچہ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نمازوں میں اللہ تعالیٰ کیلئے خشوع اور خضوع اختیار کرتے ہیں۔

خشوع وخضوع کسے کہتے ہیں، اسکے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خشوع کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کے لیے دل میں خوف ہو، اس کے سامنے انسان جھک جائے ڈرتے ہوئے اس حال میں کہ اس کے اعضاء و جوارح ساکن و مطمئن ہوں، اللہ کے ساتھ آداب الہی کو پورا پورا ملحوظ خاطر رکھے اور اس عظیم نماز کے معاملے کا اہتمام کرے چنانچہ اس کا دل ساکن ہو اس کے اعضا و جوارح پورے طور پر مطمئن ہوں اور وہ خشوع وخضوع کی حالت میں اللہ تعالی کا مراقبہ کرے اور اس کی بندگی اس طرح سے کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو یہی اخلاص اور احسان کی چوٹی اور بلندی ہے کہ آپ اللہ کی عبادت اس طرح کریں گویا کہ آپ اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نا کر سکیں تو یہ یقین رکھیں کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔

یہ نماز کا معاملہ بڑا اہم ہے؛ بعض لوگ نماز کے تعلق سے غفلت اور لاپرواہی کا شکار ہوتے ہیں؛ انہیں یہاں تک نہیں پتہ چلتا کہ انہوں نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے، بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو نماز ہی کے اندر دنیا کی ساری چیزیں یاد کرتے ہیں اور غور و فکر میں غرق ہو جاتے ہیں، مول و دولت کے حساب وکتاب کرنے لگتے ہیں واللہ اعلم، جب کہ یہ ان مومنوں کی صفت کے خلاف ہے جو اپنی نمازوں

کے اندر خشوع اور خضوع اختیار کرتے ہیں؛ اس لیے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی نمازوں میں خشوع اور خضوع اختیار کریں بالکل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نماز کو ادا کریں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اسی طرح نماز پڑھو جیسا تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خشوع اور خضوع سے نماز ادا کرتے تھے؛ آپ نماز کو کامل طریقے سے پڑھتے تھے، رکوع سجدہ، نماز کے باقی تمام ارکان و واجبات کو آخر تک اطمینان وسکون اور خشوع کے ساتھ ادا کرتے تھے، ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے گریہ وزاری کی وجہ سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے جوش کھاتی ہوئی ہنڈیا (سے آواز آتی) ہے۔(متفق علیہ)۔ یہ رونے کی آواز اللہ کے خوف سے آتی تھی۔

جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل اور اللہ کے سب سے قریب ترین اور سب سے محبوب بندے تھے، آپ اللہ تعالی کے خلیل اور محبوب بندے ہیں جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل اور محبوب بندے ہیں اس کے باوجود آپ اللہ تعالی کا خوف رکھتے تھے اور ہمیشہ اللہ کا مراقبہ کرتے تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ تعالی سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ تقوی والا ہوں۔

اور جس نے نماز کے اندر اخلاص سے کام لیا اور اسے اچھی طرح سے ادا کیا یقینا نماز اسے برائیوں سے روکے گی لیکن اگر آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ فواحش ومنکرات کا ارتکاب کرتا ہے تو یقین جانیں کہ وہ یا تو نماز پڑھتا نہیں ہے یا پھر اس کی نماز میں خلل پایا جاتا ہے۔

-وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ: اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔

لغو کی تفسیر ایسے کلام سے کی جاتی ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو، اور اس کی تفسیر شرک سے بھی کی گئی

ہے اور باطل سے بھی، یہ آیت ان تمام چیزوں کو شامل ہے چنانچہ اللہ کے نیک بندے نہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اور نہ ہی وہ باطل میں واقع ہوتے ہیں اور نہ ہی بے فائدہ گفتگو میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور نہ ہی لہو ولعب میں پڑتے ہیں بلکہ وہ اپنی زندگی کو سنجیدگی سے گزارتے ہیں؛ نیک اعمال انجام دیتے ہیں، اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں، علم شرعی سیکھتے ہیں، لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ان کا ہر عمل سنجیدگی کا پیکر ہوتا ہے؛ اس لیے کہ انہوں نے جنت کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے، نوجوانو! ان لوگوں میں تم بھی شامل ہو جاؤ اور دیگر فضول چیزوں سے دور رہو، دورِ حاضر میں لغو اور فضول چیزیں زیادہ پیدا ہوگئی ہیں؛ کیونکہ آج کل فضولیات فضا سے بھی آتی ہیں نیچے سے بھی آتی ہیں اخباروں اور میگزینوں سے بھی آتی ہیں، اللہ کی قسم اس زمانے میں لگ باطل اور بے ہودہ چیزوں کی بھرمار ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اس سے غافل ہو کر دیگر دنیاوی امور میں نہ پڑیں، اور وہ مقصدِ تخلیق اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت کرنا ہے اس کے عبادت میں اخلاص کرنا اور اس کے دین پر استقامت اختیار کرنا اور اسی دین پر اس دنیا میں ثابت قدم رہنا، جو لوگ لہو ولعب کرتے ہیں اپنے اوقات کو ضائع کرتے ہیں، فضولیات میں اپنا وقت کاٹتے ہیں، ایسے لوگوں کے ساتھ نہ رہو، ہم اس طرح کے فتنوں سے عافیت کی دعا کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اس طرح کے شرور وفتن سے دور رکھے۔

-وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ: اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔

یہ زکوۃ ہمیشہ نماز کے ساتھ آتا ہے؛ کیونکہ شہادتین کے بعد یہ دونوں اسلام کے دو عظیم ارکان ہیں؛ اسی لیے اگر نماز ترک کرنے والا اصرار کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اسی طرح زکوۃ ترک کرنے والے سے قتال کیا جائے گا؛ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوۃ کے انکار کرنے والوں سے قتال کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ اونٹ کا وہ چھوٹا بچہ بھی زکوۃ میں دینے سے انکار کریں گے جسے وہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجتے تھے تو ہم ضرور ان سے قتال کریں گے، اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا اسی وقت مجھے بھی پتہ چلا کہ یہی حق ہے۔

آج حال یہ ہے کہ بہت سارے اسلامی ملکوں میں زکوۃ کے نظام کو ختم کر کے اس کی جگہ پہ ٹیکس لاگو کیے جاتے ہیں جو کہ شراب اور سود کے معاملے سے بھی زیادہ سنگین ہے، والعیاذ باللہ۔

اگر اسلام کے اس رکن کا انہوں نے احترام کیا ہوتا اور اس کی پابندی کی ہوتی اور امت کے اندر اسے نافذ کیا ہوتا تو اللہ تعالی ان فاسد ٹیکسوں سے امت کو بے نیاز کر دیتا کہ جس سے فقر و فاقہ اور ذلت و رسوائی کے سوا کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

زکوۃ کا معاملہ بڑا عظیم ہے صحابہ کرام نے زکوۃ کے منکرین سے جہاد کیا تھا اسی طرح جیسے انہوں نے مرتدین سے جہاد کیا تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد کا واقعہ پیش آیا تھا انہی میں کچھ لوگوں نے زکوۃ کا بھی انکار کر دیا تھا انہوں نے کفر یا شرک نہیں کیا تھا محض زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا اس پر عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ سے مناظرہ بھی کیا تھا یہ کہتے ہوئے کہ آپ ان لوگوں سے جہاد کیسے کر سکتے ہیں جبکہ یہ کلمہ توحید کا اقرار کرتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتَّى يَقُولُوا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي، مَالَهُ، وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ "، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا، كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَوَاللَّهِ، مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپؐ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب کے بعض لوگ کافر ہو گئے۔ (اور ابو بکر نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا ارادہ کیا) تو حضرت عمر بن خطاب ؓ کہنے لگے: آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں: ”مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑائی کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ“ کا اقرار نہ کریں۔ جس نے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ“ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال محفوظ کر لیا الا یہ کہ ''لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ'' کا تقاضا اس کے خلاف ہو۔ (وہ دین کے احکام وحدود کی خلاف ورزی کرے گا تو مواخذہ ہوگا) اور اس کا محاسبہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے) تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان لوگوں سے جنگ لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے کیونکہ زکوٰۃ مال میں (اللہ کا) حق ہے اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ایک زانو بند (رسی) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے، مجھے نہیں دیں گے تو میں اس (زانو بند) کے روکنے پر ضرور ان سے جنگ لڑوں گا۔ تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے یقین کر لیا کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لڑائی کے لیے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے (اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کے دل میں اس کا القا فرمایا ہے) تو میں جان گیا یہی چیز درست ہے۔ (صحیح مسلم:20)۔

معلوم ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہیں، اور صحابہ کے یہاں یہ بات مسلم تھی کہ تارک صلاۃ سے قتال اور اسے قتل کیا جائے گا البتہ منکر زکوۃ کے تعلق سے ان کے درمیان شبہہ پایا جاتا تھا مگر وہ بھی ختم ہو گیا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے ختم کر دیا پھر تمام صحابہ کا مرتدین اور مانعین زکوۃ سے

قتال کرنے پر اتفاق ہوگیا، مگر افسوس ہے کہ اس وقت زکوۃ کا مطالبہ ہی نہیں کیا جاتا چہ جائے کہ اس پر لڑائی کی جائے، اللہ اکبر! دعا ہے کہ اللہ تعالی مسلمانوں کو ایسے علماء نصیب فرمائے جو صالح اور خیر خواہ ہوں اور ایسے حکام عطا کرے جو انصاف پسند ہوں تا کہ ان کی زندگی استقامت پذیر رہے اور جو امت کو اس بونڈر سے نکالے جس میں وہ آج پھنسی ہوئی ہے۔

-وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ: اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہ عفت و پاک دامنی اللہ کے خوف اور عزت و آبرو کی حفاظت کی خاطر ہے، اسی طرح بد خلقی اور گھٹیا امور سے بچنے کی خاطر آگے اللہ تعالی نے فرمایا: (إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ) ترجمہ: مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ یعنی اللہ تعالی نے یہ سب ان کے لیے جائز قرار دیا ہے، ایک شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ چار عورتوں تک سے شادی کرے، اسی طرح لونڈیوں کا رکھنا بھی جائز ہے، یہ سب مسلمانوں کے لیے اسلام میں جائز ہے، اب اس کے بعد بھی اگر کوئی حد سے تجاوز کرتا ہے تو وہ ظالموں میں سے ہوگا، اللہ تعالی نے آپ کے لیے چار عورتوں تک سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے ساتھ ہی لونڈی رکھنے کی بھی اجازت دی ہے، مگر اس وقت یہ صورت نہیں پائی جاتی ہے، ہاں اس وقت کچھ لوگ خرافاتی جہاد کر رہے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جہاد میں مال غنیمت حاصل کیا جاتا ہے، دشمنوں کو قیدی بنایا جاتا ہے، ان کی عورتوں کو لونڈی بنایا جاتا ہے، کافروں سے جہاد کیا جاتا ہے اسلام کی سربلندی کے لیے جس کے اندر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوتا ہے، کفر اور کافروں کو اور اسی طرح سے شرک اور مشرکوں کو رسوائی ہوتی ہے، اسلام کو غلبہ ہوتا ہے، مگر اس وقت یہ چیز نہیں پائی جاتی ہے، اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں جہاد کے نام پر یہ امت مسلمہ کے لیے بدنما دھبہ ہے، اصلی جہاد کو تو اقوام متحدہ سے معاہدہ کر کے ختم کر دیا گیا جو بڑے افسوس کی بات ہے، مگر اخوان المسلمین کے نام سے کچھ لوگ جہاد کا نام لے رہے

ہیں جبکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے؛ کیونکہ جہاد سے اللہ کے دین اور اس کے کلمے کی سر بلندی مقصود ہوتی ہے مگر یہ تو عالم اسلام ہی کے اندر فساد مچا رہے ہیں، جہاد کے کچھ لوازمات اور تقاضے ہوتے ہیں انہیں میں مال غنیمت کا حصول ہے، دشمن کی عورتوں کو لونڈی بنانا ہے، مال غنیمت کے تعلق سے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) ترجمہ: جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا، اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے، جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (الانفال:41)۔

یہ سب جہاد کے توابع اور تقاضوں میں سے ہے جس کا مقصد اللہ کے دین کی سر بلندی ہوتی ہے مگر ان کے یہاں سوائے جھوٹے نعروں کے اور کچھ نہیں ہے، یہ جہاد کے نام پر مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں بڑے افسوس کی بات ہے، مسلمانوں کے ملکوں میں قتل و غارت گری اور تباہی پھیلا رہے ہیں، مسلمانوں کو خود اپنے ہی گھروں سے بے گھر ہونا پڑ رہا ہے، یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ اخوان المسلمون کی جو دعوت ہے وہ جھوٹے نعروں پر مبنی ہے اور بدترین انحراف کا شکار ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس امت کو ایسے داعیان دین نصیب فرمائے جو امت کے لیے خیر خواہ ہوں اور ایسے حکام نصیب فرمائے جو انصاف پرور ہوں اور جن کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو اسی پر میں اکتفا کرتا ہوں اور برادرم شیخ محمد کو موقع دیتا ہوں کہ آپ گفتگو کو آگے جاری رکھیں۔

یہ ہیں برادرم شیخ محمد بن عبدالوہاب الوصابی اور یہ بنگلہ دیش میں انصار جماعت اہل حدیث کے

صدر برادرم شمس العالم ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب الوصابی یمن کے ایک بڑے عالم اور داعی ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالی تمام سلفیوں کے دلوں کو جوڑ دے خواہ وہ کسی بھی جگہ کے رہنے والے ہوں ان کے اندر جو نااتفاقی اور حسد ہے اسے ختم کردے، بے شک ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے۔

اب میں برادر مکرم کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ اپنی باتیں ہمارے سامنے پیش کریں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ محمد بن عبدالوہاب الوصابی

الحمد للہ الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم، اما بعد:

*تقوی کے ارکان:

قلت وقت کے پیش نظر ہم سب سے پہلے آپس میں ایک دوسرے کو تقوی کی وصیت کرتے ہیں، یہ اللہ کی وہ وصیت ہے جس کی اس نے اپنے تمام بندوں کو کر رکھی ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ) ترجمہ: اور بلاشبہ یقینا ہم نے ان لوگوں کو جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمھیں بھی تاکیدی حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ (النساء 131:)۔

یہ ایک عظیم مبارک وصیت ہے، اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو تقوی کی وصیت کی ہے، اور یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تقوی کے تین ارکان ہیں:

-ان تمام احکام وفرامین کی بجا آوری کرنا جن کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔

-ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے۔

-ان تمام چیزوں کی تصدیق کرنا جن کی اللہ اور اس کے رسول نے خبر دی ہے۔
جس نے ان تینوں چیزوں کی پابندی کی اس نے کما حقہ اللہ کا تقوی اختیار کیا۔ اور انہیں کمال تک پہنچانے والی دو چیزیں ہیں:
-مستحب چیزوں کو انجام دینا۔
-مکروہ اور ناپسندیدہ چیزوں کو ترک کر دینا۔
دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو اپنے تقوی سے نوازے اور ہمارے قول وعمل میں اخلاص پیدا کرے اور ہم سب کو طلب علم اور کتاب وسنت اور صحیح عقیدہ کو مضبوطی سے تھام لینے کی توفیق عنایت فرمائے اور مرتے دم تک اسی پر قائم رکھے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وسلم۔

اٹھارہویں مجلس

سورہ الفرقان آیت 21-سورہ النمل آیت 58 تک

*قیامت کے دن اللہ کی طرف سے مومنوں کے لیے رحمت اور کافروں کے لیے دھمکی:

{شیخ محمد الوصابی}

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اتبع هداه، اما بعد:

ہم نے اپنے بعض بھائیوں سے قرآن کریم کی بعض آیتوں کو سنا اللہ تعالی ہم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید توفیق عنایت فرمائے۔

اللہ کے بندوں پر جو ضروری ہے وہ یہ کہ کتاب اللہ کو وہ مضبوطی سے تھام لیں اور اس کے اندر جو کچھ خیر و بھلائی اور ہدایت کی چیزیں ہیں ان میں غور وفکر اور تدبر سے کام لیں، ہم پر بعض اخوان نے اللہ تعالی کے اس کے کلام کی تلاوت کی: (وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا [25] الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا) ترجمہ: اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے اتارے جائیں گے، لگا تار اتارا جانا۔ [25] اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔ [الفرقان:26]۔

ان مبارک آیتوں کے اندر اللہ تعالی نے چند حقائق کو واضح کیا ہے: اپنے عذاب سے ڈرایا ہے اور اپنی نعمتوں کی اور جو کچھ سچی خبریں ہیں انکی ترغیب دلائی ہے، مومنوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور کافروں کو عذاب کی دھمکی دی ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ قیامت کے؛ قیامت کے دن فرشتے

نازل کیسے جائیں گے، اس دن فرشتوں کا نزول کثرت سے ہوگا، اس آیت سے پتہ چلا کہ اللہ رب العالمین تمام مخلوق سے بلند ہے جیسا کہ اس نے اپنے بارے میں فرمایا ہے: (يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ) ترجمہ: وہ (فرشتے) اپنے رب سے، جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔ [النحل:50]۔ اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

قیامت کے دن کثرت سے فرشتوں کا نزول ہوگا، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنزِيلًا [25] الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا) ترجمہ: اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے اتارے جائیں گے، لگاتار اتارا جانا۔ [25] اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔ [الفرقان:26]۔

جب آپ قرآن کی تلاوت کریں تو ضروری ہے کہ آپ اس کی آیتوں میں غور وفکر اور تدبر سے کام لیں؛ کیونکہ اللہ تعالی کوئی بھی کلمہ یا جملہ کہتا ہے تو وہیں پر وہ اپنے بندوں کو اس کے اندر غور کرنے کا حکم بھی دیتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا) ترجمہ: تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟ [محمد:24]۔

مزید اللہ تعالی نے فرمایا: (أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا) ترجمہ: تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے، اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ [النساء:82]۔

اللہ تعالی نے اپنے نام کو صفت رحمت (الرحمن) کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: (الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ) جس کے اندر اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالی اپنے مومن بندوں کو قیامت کے دن اپنی رحمتوں کی خوشخبری دے رہا ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور دیگر حدیث کی

کتابوں میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ، وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَأَخَّرَ اللَّهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:" اللہ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے صرف ایک اس نے جنوں، انسانوں، حیوانوں اور کیڑوں مکوڑوں میں اتاری ہے، چنانچہ وہ اس کی بنا پر ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں، اس کے سبب ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور اس کے باعث وحشی (جنگلی جانور) اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہیں اور اللہ نے ننانوے رحمتیں مؤخر کر دی ہیں، ان کے سبب قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحمت فرمائے گا۔" (صحیح مسلم:2752)۔

چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے اس رحمت والے نام کو اس جگہ اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ اپنے بندوں کے سامنے یہ واضح کر دے کہ وہ اپنے مومن بندوں پر رحم کرنے والا ہے، اور اللہ تعالی ہی اپنے کلام کا مراد بہتر سمجھنے والا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے کافروں کو عذاب کی دھمکی دیتے ہوئے فرمایا: (وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا) ترجمہ: اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔ [الفرقان:26]۔

چنانچہ قیامت کے دن اللہ تعالی کی رحمت ہوگی اس کے مومن بندوں پر، اسی طرح قیامت کے دن سختی اور عذاب بھی ہوگا، یہاں پر ان کافروں کے لیے سخت وعید ہے جو اللہ کے منہج اور اس کے دین کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے انبیاء اور رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے واضح کیا کہ وہ اپنے ان مومن بندوں پر رحم کرتا ہے جو نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں، آپ کی اقتداء کرتے ہیں اور آپ کے طریقے کی مخالفت نہیں کرتے ہیں، ساتھ ہی کافروں کو دھمکی دی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ وہ ضرور قیامت کے دن حسرت اور ندامت کا سامنا کریں گے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا [27] يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا [28] لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا) ترجمہ: اور اس دن الم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی راہ اختیار کی ہوتی [27] ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا [28] اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آپہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے [الفرقان:29]۔

اس روح زمین پر ایسا کوئی بھی مسلمان نہیں ہوگا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو جھٹلائے، اور اگر کوئی جھٹلاتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے؛ اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور راستہ وہی ہے جس پر آپ قائم تھے اور جس عقیدے اور ایمان پر آپ گامزن تھے اور جن اقوال اور اعمال کو آپ نے اپنی امت کے لیے مشروع قرار دیا اور جو کچھ آپ اپنے رب کے پاس سے لے کر آئے ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالی قیامت کے دن ایسے لوگوں کے بارے میں فرمائے گا جو رسول کے طریقے پر نہیں ہوں گے: (اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی راہ اختیار کی ہوتی) سوال یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے؟ اس روئے زمین پر بسنے والا ہر مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور منہج کی مخالفت کرتے ہیں گرچہ اس کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں لیکن وہ غلط فہمی اور بداعتقادی کی وجہ سے اور رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور منہج پر نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے طریقے سے لوگوں کو روکتا ہے جبکہ اللہ تعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہاج اور طریقے کو واضح کرتے ہوئے فرمادیا ہے: (وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا) ترجمہ: اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ [النساء:115]۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے واضح کر دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ وہی ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ قائم تھے اور جن کے راستے پر سلف صالح گامزن ہیں جیسا کہ صحیحین کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، فَلَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ، أَوْ فِي الرَّابِعَةِ، قَالَ: ثُمَّ يَتَخَلَّفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ، وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: "بہترین لوگ میرے ساتھی ہیں، پھر جو ان سے ملے ہوں گے، پھر جو ان سے ملے ہوں گے" مجھے معلوم نہیں ہے، آپ نے یہ تیسری دفعہ فرمایا، یا چوتھی دفعہ" پھر ان کے بعد ناخلف لوگ نائب ہوں گے، ان کی شہادت قسم سے سبقت لے جائے گی اور ان کی قسم، شہادت سے پہلے ہوگی۔" (صحیح مسلم:2533)۔

اور اسی طرح حسن سند کے ساتھ مسند احمد کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ فَقَالَ: " أَنَا وَالَّذِينَ مَعِي، ثُمَّ الَّذِينَ عَلَى الْأَثَرِ، ثُمَّ الَّذِينَ عَلَى الْأَثَرِ " ثُمَّ كَأَنَّهُ رَفَضَ مَنْ بَقِيَ.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر انسان کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور میرے ساتھی اس کے بعد وہ لوگ جو ہمارے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے اس بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا۔ (مسند احمد: 8483)۔

جو ان کے بعد ہوں گے اس سے مراد اہل الحدیث اہل سنت ہیں؛ اسی لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو آپ اس وقت تک پکڑ نہیں سکتے جب تک کہ سلف صالح کے مسلک کو نہ اختیار کریں؛ کیونکہ وہی لوگ ہدایت پر تھے اور انہی کا عقیدہ اور منہج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے منہج کے مطابق ہے؛ اسی لیے وہ اپنے ماقبل کے سلف کو حجت بناتے ہیں جیسا کہ امام ذہبی نے اپنی کتاب العلو کے اندر نقل کیا ہے اور جسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے کہ عباد ابن عوام سے مروی ہے کہ 50 سال پہلے میرے ہمارے پاس شریک بن عبداللہ تشریف لائے تھے، ہم نے ان سے دریافت کیا کہ اے ابو عبداللہ! یہاں پہ معتزلہ سے کچھ لوگ رہتے ہیں جو کچھ حدیثوں کا انکار کرتے ہیں جیسے کہ وہ حدیث جس کے اندر آیا ہے کہ اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اور اسی طرح وہ حدیث جس کے اندر آیا ہے کہ اہل جنت اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ تو اس پر شریک بن عبداللہ نے مجھ سے تقریبا 10 حدیثیں بیان کیں، پھر اس کے بعد فرمایا کہ جہاں تک ہمارا مسئلہ ہے تو ہم نے اپنے دین کو تابعین کے واسطے صحابہ سے حاصل کیا ہے، آخر ان لوگوں نے دین کو کس سے حاصل کیا ہے؟! (کتاب السنہ لعبد اللہ بن احمد: 1 / 273)۔

ابوالحسن میمونی نے کہا کہ ابوعبداللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے ابوالحسن! کسی ایسے مسئلے میں گفتگو کرنے سے پرہیز کرو جس میں تمہارا کوئی امام نہ ہو۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ وہی ہے جس کو سلف صالحین نے لازم پکڑ رکھا ہے چنانچہ آپ کے لیے سلف صالحین دلیل ہیں اور یہ ہر زمانے کے وہ اہل علم ہیں جنہیں علم شرعی میں رسوخ حاصل ہے؛ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ صحیحین کے اندر آیا ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ"، وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ وَهُمْ كَذَلِكَ..

ترجمہ: سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، جو ان کو بے یار و مددگار چھوڑے گا، وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ کا حکم آن پہنچے اور وہ اس طرح ہوں گے۔" (صحیح مسلم:1920)۔

امام ابوعبداللہ البخاری نے فرمایا کہ ان سے مراد اہل علم حضرات ہیں، سو آپ کے لیے کوئی سبیل نہیں ہے کہ آپ سلف صالحین صحابہ و تابعین اور ان کے مابعد کے ائمہ دین کے منہج کو سمجھیں مگر اس وقت جب آپ اپنے زمانے کے اہل علم حضرات کے طریقے پر چلیں؛ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ برحق خبر دے رکھی ہے کہ حق ان لوگوں سے باہر نہیں ہوگا جو اہل علم حضرات ہیں۔

امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ان اہل علم سے مراد اگر اہل الحدیث نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ لہذا یہ بہت بڑی گمراہی ہوگی کہ ایک انسان یا ایک مسلمان کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامے اور پھر وہ گمان کرے کہ وہ سلف کے منہج کے خلاف ہے، پھر وہ اپنے زمانے کے اہل علم کا ذکر نہ کرے، پھر آپ دیکھیں کہ بعض ائمہ سے جب طائفہ منصورہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو

انہوں نے کیا کہا؛ چنانچہ جب یہ سوال کیا گیا کیا کہ ابو بکر وعمر- رضی اللہ عنہما- تو فوت ہو گئے، تو آپ نے فرمایا کہ ابوحمزہ السکری تو زندہ ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ ابوحمزہ السکری ائمہ اہل سنت میں سے ہیں۔ (سنن ترمذی: 4/ 466)۔

اسی طرح صحیح سند کے ساتھ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ الجماعہ اسے کہتے ہیں جو حق پر ہو گرچہ آپ تنہا ہی کیوں نہ ہوں۔ (مسند الشامیین للطبرانی: 1/ 138)۔

اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور منہج پر آپ نہیں چل سکتے جب تک کہ آپ سلف صالحین کی راہ کی اتباع نہ کریں اور سلف صالحین کے منہج کو نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ آپ راسخین اہل علم کی اتباع نہ کریں، طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ اہل الحدیث والاثر ہیں اور وہ سب ہیں جو ان کے راستے پر چلیں؛ اسی لیے اللہ تعالی نے حق کو ان سے باہر نہیں نکالا ہے جیسا کہ صحیحین میں آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھا لے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (صحیح بخاری: 100)۔

یہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا کہ حق کو نہیں اٹھایا جائے گا اسی طرح علم شرعی کو نہیں

اٹھایا جائے گا مگر علماء کو موت دے کر؛ اس لیے وہ شخص جھوٹا ہے جو چاہے کہ حق کی پیروی کرے اور وہ کسی دوسری وادی میں بھٹک رہا ہو یعنی وہ اہل علم سے دور ہو کر علم شرعی کو حاصل کرنا چاہے اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ دے بلکہ الٹا انہیں حقیر سمجھے اور انہیں برے القابات سے نوازے، ان پر جہالت اور نادانی کا الزام لگائے؛ چنانچہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آج کے علماء حقائق سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں یعنی انہیں فقہ الواقع کا ادراک نہیں ہوتا ہے، آج کے جو علماء ہیں یہ حیض ونفاس کے مولوی ہیں امور سیاست سے ان کا کوئی لینا دینا نہیں ہے، مسلمانوں کے معاملات سے انہیں کوئی مطلب نہیں ہے، ان سے صرف حیض ونفاس کے احکام کے بارے میں پوچھا جائے، یہ علماء سو ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل کے مقدمے میں " باب استحقاق السنة للمحبی احمد ابن حنبل" کے عنوان سے کہا کہ سلف کہا کرتے تھے کہ اگر کسی کو دیکھو کہ وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر کلام کر رہا ہے تو اسے متہم سمجھو، اسی طرح اگر کسی کو دیکھو کہ وہ امام ابوزرعہ رازی اور امام ابوحاتم رازی رحمہما پر کلام کر رہا ہے تو اسے بھی متہم سمجھو یعنی یہ یقین رکھو کہ ان کے یہاں دینی انحراف پایا جاتا ہے۔

یہ معاملہ ہر زمانے میں رہا ہے، اسی لئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ نجات کے طریقے کو اختیار کریں تو ضروری ہے کہ کسی معین عالم کی تقلید نہ کریں؛ کیونکہ یہ بالکل صحیح نہیں ہے کہ لوگ دین کے بارے میں اہل علم کی تقلید کریں اس طور پر کہ کسی معین شخص کے لیے تعصب رکھیں بلکہ ضروری ہے کہ اہل علم کی تعظیم کی جائے، اور انکے اقوال کی روشنی میں نصوص کو سمجھیں، ان سے باہر نہ نکلیں، کیونکہ حق ان سے باہر نہیں ہے۔

اللہ نے فرمایا: (يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا) ترجمہ: کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ [الفرقان: 27]۔

اللہ کے اس قول میں ظالم کی حالت کی عکاسی کی گئی ہے، اور یہ علم کے ذریعے ہی ممکن ہے؛ کیونکہ آپ نبی کے طریقے پر نہیں چل سکتے جب تک کہ اس ہدایت کی پیروی نہ کریں جسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ

وسلم آئے ہیں، اور اس سے مراد علم نافع ہے کہ جب انسان اسے حاصل کر لیتا ہے تو ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے پیروی کرنا ممکن ہو جاتا ہے، اس طرح آپ ظاہری طور پر اپنے چال چلن میں، اپنے اقوال وافعال میں اور اپنے قلبی اعتقاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے لگ جاتے ہیں، اسی لئے امت میں جو سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرنے والا ہوگا اللہ کے نزدیک وہی سب سے افضل ہوگا، اسی لئے اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سے افضل کوئی نہیں ہے۔

اس لئے علم کا ثمرہ اور اسکی برکت اسی طرح اتباع کی برکت وہ عمل ہے جو بصیرت اور علم نافع کی بنیاد پر ہو، اسلئے ضروری ہے کہ آپ سب سنت کو مضبوطی سے تھام لیں، اہل علم کی تعظیم کریں اور اسی طریقے اور منہج کو لازم پکڑیں جس پر راسخین اہل علم سلف قائم تھے، پھر اسکے بعد اپنے علم کو عمل سے مزین کریں؛ کیونکہ علم کا ثمرہ اور اسکی برکت اتباع اور عمل ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء کرتے تھے: (اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا) ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے ایسے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو کوئی فائدہ نہ دے اور ایسے دل سے جو (تیرے آگے) جھک کر مطمئن نہ ہوتا ہو اور ایسے من سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جسے شرف قبولیت نصیب نہ ہو۔ (صحیح مسلم: 2722)۔ وفق اللہ الجمیع لما فیہ رضاہ، واللہ اعلم۔

شیخ ربیع: شیخ نے کتاب اللہ سے ایک آیت کی تفسیر کی اس پر اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ کا بہت بہت شکریہ، اس آیت کے ذریعے آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرنے کے وجوب کو واضح کیا اور ان علماء کے احترام کو ثابت کیا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں؛ ان سے ائمہ اہل سنت والجماعہ مراد ہیں، سو ضروری ہے کہ آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اور سلف

صالحین کے منہج کی اتباع اور پیروی کریں، اسی میں ہدایت اور رہنمائی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو ہدایت یافتہ بنائے یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

انیسویں مجلس

سورہ یوسف آیت 53-سورہ ابراہیم آخری آیت تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

آپ نے سورہ نمل اور سورہ قصص سے کچھ آیتیں سنی ہیں؛ سورہ نمل سے ایسی آیتیں پڑھ کر سنائی گئیں جن کے اندر اللہ تعالی نے یہ ذکر کیا ہے کہ کیسے اس نے اپنے بندے اور رسول نبی کریم سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو بڑی نعمتوں سے نواز رکھ رہا تھا جیسے کہ پرندوں کی بولی سکھا رکھی تھی حتی کہ آپ چیونٹی کی زبان بھی سمجھتے تھے؛ چنانچہ آپ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی بڑی تعریف کی؛ کیونکہ اللہ نے آپ کو بڑی نعمتوں سے نواز رکھا تھا، اسی طرح جب آپ نے ملکہ یمن بلقیس کا تخت اپنے سامنے دیکھا کہ اسے آپ کے پاس پہنچا دیا گیا ہے تو اس پر بھی اللہ تعالی کا آپ نے شکر ادا کیا اور اس کی تعریف کی، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہمیں نعمتوں پر زیادہ سے زیادہ اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرنے اور اس کی تعریف کرنے کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے؛ کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ) ترجمہ: اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ بے شک اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا اور بے شک اگر تم ناشکری کرو گے تو بلا شبہ میرا عذاب یقینا بہت سخت ہے۔ [ابراہیم:7]۔

اس آیت کے اندر وعدہ اور وعید دونوں ہے؛ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا (اور یاد کرو جب تمہارے رب نے یہ اعلان کر دیا) یعنی تمہیں خبردار کر دیا تمہیں آگاہ کر دیا۔ پھر اس کے بعد آگے فرمایا کہ (اگر تم

شکریہ ادا کرو گے تو تمہیں مزید نعمتوں سے نوازے گا) یہ اللہ کی طرف سے وعدہ ہے اور اللہ تعالی اپنے وعدے کو پورا کرتا ہے۔آگے فرمایا کہ (اگر ناشکری کرو گے تو پھر سخت عذاب کے لیے تیار رہو) یہی اللہ کی طرف سے وعید اور دھمکی ہے، آپ غور کر رہے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے یہ فرمایا کہ (اگر شکریہ ادا کرو گے) تو اس میں شکریہ کی تحدید نہیں کی کہ وہ کس نعمت پر شکریہ ادا کریں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ تمام طرح کی نعمتوں پر شکریہ ادا کرنا چاہیے خواہ وہ دینی نعمتیں ہوں یا دنیاوی یعنی اللہ تعالی نے جو بھی نعمتیں دے رکھی ہیں خواہ وہ دنیاوی نعمت ہو یا اخروی نعمت ہو ان سب پر اللہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے؛ کیونکہ اس پر اللہ تعالی اجر دیتا ہے اور جب بندہ شکریہ ادا کرتا ہے تو اللہ تعالی مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔

آگے فرمایا کہ (اگر تم ناشکری کرو گے) یہاں بھی اللہ تعالی نے اس نعمت کی تحدید نہیں کی ہے جس کی ناشکری کی جاتی ہے؛ تاکہ تمام نعمتوں کو شامل ہو جائے خواہ وہ دینی نعمتیں ہوں یا اخروی؛ چنانچہ آگے فرمایا کہ (اگر تم ناشکری کرو گے تو جان لو کہ میرا عذاب بڑا سخت ہے) یہی اللہ کی طرف سے وعید اور دھمکی ہے؛ چنانچہ ایک دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ) ترجمہ: بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔(البقرہ: 243)۔مزید اللہ تعالی نے فرمایا: (وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ) ترجمہ: اور بہت تھوڑے میرے بندوں میں سے پورے شکر گزار ہیں۔[سبا:13]۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نعمتوں کی ناقدری کرنے اور ان پر اللہ کی ناشکری کرنے سے بھی بسا اوقات انسان کو عذاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے؛ اس نے نہ زنا کیا نہ چوری کی نہ کسی کو ناحق قتل کیا نہ شرک کیا نہ جان بوجھ کر نماز چھوڑا اور نہ ہی علانیہ کوئی گناہ کیا، نہ ہی رمضان کے مہینے میں روزہ توڑا، بس اس نے اللہ کا شکریہ ادا نہیں کیا کہ جب اللہ تعالی اس پر کوئی دنیاوی یا اخروی نعمت نچھاور کرتا ہے تو وہ اس پر اللہ کا شکریہ ادا نہیں کرتا ہے۔

سو اس پر بھی عذاب الہی کا خوف ہے؛ کیونکہ اس نے ایک واجب چیز کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا یعنی اس نے اللہ کی طرف سے کی جانے والی دنیاوی اور اخروی نعمتوں پر شکریہ ادا نہیں کیا، اور گناہ کبیرہ کی نشانی یہ ہے کہ اس پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہے؛ کیونکہ اس کے چھوڑ دینے پر اللہ تعالی نے اپنے سخت عذاب کی دھمکی دی ہے کہ اگر تم ناشکری کرو گے تو جان لو کہ میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ معلوم ہوا کہ نعمتوں پر اللہ کا شکریہ ادا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

چنانچہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس بات سے متنبہ رہے کہ اللہ تعالی نے اس کے اوپر جتنی بھی نعمتیں نچھاور کی ہیں وہ ان پر اللہ کا شکریہ ادا کرے؛ کیونکہ اللہ کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً) ترجمہ: اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔ (لقمان 20)۔

اور جیسا کہ مزید ایک جگہ فرمایا: (وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ) ترجمہ: اور تمھیں ہر اس چیز میں سے دیا جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بلا شبہ انسان یقینا بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔ [ابراہیم:34]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اگر اللہ کی نعمت کو شمار کرنا چاہو تو کبھی شمار نہیں کر سکتے) یہاں پر اللہ تعالی نے نعمت کے لیے جمع کا صیغہ استعمال نہیں کیا ہے؛ کیونکہ اسم مفرد جب مضاف ہوتا ہے تو اس سے عمومیت کا فائدہ ہوتا ہے، اس طرح آیت کا مفہوم ہوگا کہ اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگ جاؤ تو انہیں شمار نہیں کر سکتے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالی نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے: (وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ) ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہو [الضحی:11]۔

یہاں بھی اللہ تعالی نے جمع کا صیغہ استعمال نہیں کیا؛ کیونکہ اسم مفرد جب مضاف ہوتا ہے تو اس سے

عمومیت کا فائدہ ہوتا ہے، اس طرح یہاں معنی ہوگا کہ اور اپنے رب کی نعمتوں کا بیان کرتے رہو۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ: " مَنْ لَمْ يَشْكُرِ الْقَلِيلَ، لَمْ يَشْكُرِ الْكَثِيرَ، وَمَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ، التَّحَدُّثُ بِنِعْمَةِ اللَّهِ شُكْرٌ، وَتَرْكُهَا كُفْرٌ، وَالْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ، وَالْفُرْقَةُ عَذَابٌ".

ترجمہ: سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر فرمایا جو شخص تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی شکر نہیں کرتا جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا اللہ کے انعامات و احسانات کو بیان کرنا شکر ہے چھوڑنا کفر ہے، اجتماعیت رحمت ہے اور افتراق عذاب ہے۔ (مسند احمد: 18449)۔

اس کا مطلب یہ ہے گویا آپ سے یہ مطالبہ ہے کہ آپ اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کریں، اسی طرح لوگوں کا شکریہ ادا کریں جب وہ آپ کے ساتھ بھلائی کریں، اور یہ بھی مطالبہ ہے کہ آپ اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرتے رہیں ہر نعمت پر خواہ وہ چھوٹی ہو یا کوئی بڑی۔

اسی طرح لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے خواہ وہ تھوڑا احسان ہو یا زیادہ، اسی طرح سے ہم سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ ہم اللہ کی نعمتوں کو بیان کریں اللہ تعالی نے آپ کو نعمتوں سے نوازا ہے، اس نے آپ پر احسان کیا ہے اب یہ شکر کا تقاضا ہے کہ اس کو بیان کریں نہ کہ ان پر فخر کریں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔

پھر اس کے بعد اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ شکریہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس کے تینوں ارکان کو پورا کیا جائے یعنی اللہ تعالی کا شکریہ زبان سے بھی ہو دل سے بھی ہو اور اعضاء و جوارح سے بھی ہو:

- زبان سے اللہ کا شکریہ تو اس طور پر ہوگا کہ اسے ہم اپنی زبان سے بیان کریں جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم دیا

ہے کہ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجیے، اسی طرح اس کی تعریف کریں حمد وثنا بیان کریں اس نے جو نعمت دے رکھی ہے اس پر اس کا شکرادا کریں، اللہ تعالی کا بہت زیادہ شکرادا کرنے والا اور اس کا زیادہ ذکر کرنے والا بندہ بن جائیں۔

-دل سے شکریہ ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ تعالی نے جو بھی نعمتیں عطا کی ہیں خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی، دینی ہو یا دنیاوی سب اللہ کی طرف سے ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جو بھی نعمت تمہیں ملتی ہے سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

دل سے شکریہ ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اعتقاد کیا جائے کہ ساری نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں اور ہر طرح کی طاقت اور قوت ذہانت فطانت تجربہ اور معرفت سب اللہ کی طرف سے ہے۔

اسی طرح ہدایت پر بھی اللہ کا شکریہ ادا کرنا اسی سے ہے چنانچہ توحید وسنت پر اور طلب علم پر اہل علم کے ساتھ بیٹھنے پر اللہ پر شکریہ ادا کرنا چاہیے؛ کیونکہ یہ سب بہت بڑی نعمتیں ہیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جو ان نعمتوں سے محروم ہیں، اہل علم کے ساتھ بیٹھنے کی نعمت بہت عظیم نعمت ہے بہت سارے لوگ اس سے محروم ہیں، لوگ نافرمانوں اور جاہلوں کے پاس بیٹھتے ہیں بدعتیوں کی مجلس میں نفس پرستوں کی مجلسوں میں جا کر بیٹھتے ہیں حزبیوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں لیکن اللہ نے آپ کے اوپر احسان کیا کہ آپ ایسے اہل علم کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں جیسے کہ ہمارے شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ۔ اے اہل سنت! یہ تمہارے اوپر بہت بڑی نعمت ہے کہ تم نے اہل سنت علماء کو جانا اور پہچانا اور ان کی مجلسوں میں آ کر تم بیٹھنے لگے، اور ان کے بارے میں ان سے سوال کرنے لگے؛ کبھی تو سامنے سے کبھی فون کے ذریعے اور کبھی خط وکتابت کے ذریعے، یہ سب اللہ کی طرف سے نعمتیں ہیں جن پر شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، کتنے ایسے لوگ ہیں جو علماء کو جانتے ہی نہیں ہیں، وہ فلموں کے ہیرو کے بارے میں یا کسی ارٹسٹ یا فنکاروں کے بارے میں جانتے ہیں، کسی عالم کے بارے میں پوچھیں گے تو ان

کے پاس کوئی جانکاری نہیں ہوگی سوائے چند کے، مگر اللہ تعالی نے آپ پر احسان کیا آپ سنت کو سمجھتے ہیں؛ اس لیے اس پر پابندی کے ساتھ اللہ کا شکریہ ادا کریں اور جو کچھ آپ نے سیکھا ہے اس پر عمل کریں اور مزید علم کے لیے دعا کریں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا) ترجمہ: اور کہیں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر۔ [114]۔

- اور اعضاء وجوارح کا شکریہ یہ ہے کہ انہیں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں استعمال کریں، اسی طرح قلبی شکر اور زبانی شکر بھی ہے کہ ان سب کو اللہ کی مرضی میں استعمال کریں اور ساری نعمتیں جنہیں اللہ نے آپ کے لیے مسخر کر رکھا ہے ان سب کو اللہ کی مرضی میں استعمال کریں؛ کیونکہ آپ کو اللہ کا یہ قول معلوم ہوگا: (ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ) ترجمہ: پھر یقینا تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔ [التکاثر: 8]۔

آپ سے نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن بھی سوال کیا جائے گا اور ان تمام نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جنہیں اللہ تعالی نے آپ پر نچھاور کیا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَرْزَمٍ الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي الْعَبْدَ مِنَ النَّعِيمِ أَنْ يُقَالَ لَهُ: أَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَنُرْوِيَكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ". ترجمہ: ضحاک بن عبدالرحمن بن عرزم اشعری کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے جن نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، (وہ یہ ہیں) اس سے کہا جائے گا: کیا میں نے تمہارے لیے تمہارے جسم کو تندرست اور ٹھیک ٹھاک نہ رکھا اور تمہیں ٹھنڈا پانی نہ پلاتا رہا؟"۔ (سنن ترمذی: 3358)۔

یہ ایک نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے؛ ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈا سایہ یہ سب نعمت ہے اس کے بارے میں بھی آپ سے سوال ہوگا؛ اس لیے اللہ سے ڈرو، ہم سب کو اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے، اور شکریہ ادا کرنے کو لے کر اگر ہم سے کچھ کوتاہی ہو جائے اس پر ہمیں اللہ سے ڈرنا چاہیے اور ہمیشہ اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھنا چاہیے اور اللہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

دیکھیں، اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کو کیسے انہوں نے مجرد ایک چیونٹی کے کلام کو سنا اور لگے اللہ کا حمد اور شکریہ ادا کرنے۔ یعنی جب بھی کسی نعمت کو یاد کرتے تو فوراً اس پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے؛ چنانچہ جیسے ہی آپ نے تخت کو اپنے سامنے دیکھا فوراً اللہ کا شکریہ ادا کرنے لگے، اسی طرح آپ کا دل بیدار رہنا چاہیے کہ جب بھی کوئی نئی نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے تو فوراً اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے عبادت اور اطاعت میں منہمک ہو جانا چاہیے۔

آپ دیکھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ کس طرح آپ قیام اللیل فرماتے یہاں تک کہ آپ کے قدم سوجایا کرتے تھے جیسا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ تَصْنَعُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ: "أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا"، فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ صَلَّى جَالِسًا، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ، ثُمَّ رَكَعَ.

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں اتنا طویل قیام کرتے کہ آپ کے قدم پھٹ جاتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اتنی زیادہ مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا پھر میں شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں۔ عمر کے آخری حصہ میں (جب طویل

قیام دشوار ہو گیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر رات کی نماز پڑھتے اور جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہو جاتے (اور تقریباً تیس یا چالیس آیتیں اور پڑھتے) پھر رکوع کرتے۔(متفق علیہ)۔

یعنی اے اللہ مجھے معاف فرمادے، یہ بہت بڑی نعمت ہے، میں اس نعمت کا سامنا کیسے کروں، اس کی ایک ہی صورت ہے اور یہ ہے کہ میں تیرا شکر گزار بندہ بن جاؤں، سو جب بھی اللہ تعالی کی نعمت ہو تو اس پر اللہ کا شکریہ ادا کریں اور کہیں کہ یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے ہمیں جن بھی نعمتوں سے سرفراز کیا ہے وہ بہت زیادہ ہیں؛ یہ ایر کنڈیشن، فریج، الیکٹریسٹی، موبائل فون، گاڑیاں، ہوائی جہاز اور اس طرح کی بہت ساری نعمتیں ہیں، کیا ہمیں ان سب نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرنا چاہیے؟! یقیناً اللہ تعالی کے ذکر و شکر اور اس کی اطاعت سے ہماری زبانوں کو تر ہونا چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمائے جن سے تو راضی ہو اور ہم سب کو اپنے ان نیک بندوں میں بنائے جو ماہ رمضان کا روزہ رکھتے ہیں، قیام اللیل کرتے ہیں ایمان اور اجر کی امید میں، ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے۔

اب ادھر شیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ خطاب فرمائیں گے، و باللہ التوفیق۔

شیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ نے کہا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ، والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ، وآلہ وصحبہ ومن اتبع ھداہ۔ وبعد!

آپ لوگوں نے شیخ کا مبارک خطاب سنا جو کہ شکر باری تعالی پر تھا خواہ وہ شکر دینی نعمتوں پر ہو یا دُنیاوی نعمتوں پر، اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: (وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ) ترجمہ: اور بہت تھوڑے میرے بندوں میں سے پورے شکر گزار ہیں۔ [سبا: 13]۔ یعنی ہمارے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں، تم بھی انہی میں سے بن جاؤ، یعنی ان بندوں میں سے ہو جاؤ جو اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور

اس کا ذکر کرتے ہیں۔

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ دعا سکھاتے ہوئے فرمایا تھا: (أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ, لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ أَنْ تَقُولَ: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ) ترجمہ: معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ کسی فرض نماز کے بعد اس دعاء کو مت چھوڑنا" اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور بہترین عبادت پر میری مدد فرما۔(مسند احمد: 22119)۔اس لیے کہ اگر آپ کو اللہ کی طرف سے مدد اور توفیق حاصل نہ ہو تو پھر نہ تو آپ اس کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا ذکر؛ کیونکہ آپ ایک کمزور بندے ہیں اور ہمہ وقت اپنے تمام امور میں خواہ وہ دینی امور ہو یا دنیاوی اللہ تعالی ہی کے محتاج ہوتے ہیں۔

اس لیے آپ یہ دعا کریں کہ وہ آپ کو اس خیر سے نوازے کہ آپ اس کی نعمتوں پر اور اس کے فضل و کرم پر ہمیشہ اس کا شکریہ ادا کریں، دعا ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو اپنے ان نیک بندوں میں بنائے جو اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

سوالات وجوابات

سوال: ایک بھائی کا سوال رمضان کے روزے کے تعلق سے ہے اور یہ کہ کیا عید کو ماہرین فلکیات کے حساب سے منایا جائے گا یا یہ کہ حدیث کے مطابق عمل کیا جائے گا؟

جواب: ماہرین فلکیات کے حساب کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اسی کا اعتبار ہوگا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے چنانچہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمُ الشَّهْرُ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ ". ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چاند دیکھ کر روزے رکھو، اور چاند دیکھ کر افطار کرو، اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس (دن) پورے کرو"۔ (صحیح بخاری:1909)۔

(وضاحت: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ۲۹ شعبان کو آسمان میں بادل ہوں اور اس کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزوں کی شروعات کرو، اسی طرح ۲۹ رمضان کو اگر عید الفطر کا چاند نظر نہ آسکے تو تیس روزے پورے کر کے عید الفطر مناؤ۔ مترجم)۔

یہاں پر جو یہ کہا گیا کہ چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو تو اس سے مراد یہی ہے کہ چاند ہی کو دیکھنا پڑے گا اور اگر دکھائی نہ دے بدلی کی وجہ سے تو مہینے کے 30 دن پورا کرنے ہوں گے؛ خواہ وہ شعبان کا مہینہ ہو یا رمضان کا مہینہ، وباللہ التوفیق۔

سوال: ایک شخص اپنے ملک کے میقات سے عمرہ کی نیت سے آیا اور عمرہ ادا کر کے حلال ہوگیا، پھر وہ مسجد نبوی کی زیارت کے لیے اور وہاں نماز پڑھنے کے لیے مدینہ طیبہ آیا، وہاں آکر اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا اور آپ کے دونوں ساتھی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو سلام کہا اور پھر اہل بقیع اور

شہدائے احد کی زیارت کی جیسا کہ شرعی طریقہ ہے، پھر اس کے بعد مسجد قباء میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی، تو اب کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اہل مدینہ کے میقات سے احرام باندھ کر دوبارہ عمرہ کی نیت سے مکہ جائے؟

جواب: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر آپ چاہتے ہیں یا کوئی بھی ایسا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے؛ کیونکہ اب آپ دوسرا سفر کر رہے ہیں، وباللہ التوفیق۔

سوال: سر کھول کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سر کھول کر نماز پڑھنے والے کی نماز صحیح ہو جائے گی، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر سر پر ٹوپی، غترہ یا عمامہ رکھ لے تو یہ زیادہ افضل ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ) ترجمہ: اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔ اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا [الاعراف: 31]۔ لیکن اگر کوئی سر کھول کر نماز پڑھتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کی نماز صحیح ہو جائے گی جیسے کہ حج اور عمرہ کے وقت احرام کی حالت میں سر کھول کر نماز پڑھی جاتی ہے، وباللہ التوفیق۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

بیسویں مجلس

سورہ عنکبوت کے آغاز سے-سورہ احزاب: آیت 30 تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

آپ لوگوں نے سورہ عنکبوت سے چند آیتوں کو سنا، اوراسی طرح سورہ روم، سورہ لقمان، سورہ سجدہ اور سورہ احزاب سے بھی بعض آیتوں کو سنا جن کے اندران لوگوں کے لیے عبرتیں اور نصیحتیں بھری ہوئی ہیں جنہیں اللہ توفیق دے اور جنہیں عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کا اہل بنائے۔

*** مذکورہ سورتوں کے بعض مشمولات:**

سورہ عنکبوت کے اندر اللہ تعالی نے یہ ذکر کیا کہ وہ مومنوں کو آزمائے گا یعنی ان لوگوں کو آزمائش میں ڈالے گا جو ایمان کا دعوی کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ سچا اور جھوٹا کون ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کی ہے، اور اکثر اللہ تعالی اپنے حق کے ساتھ والدین کی اطاعت کو بھی ذکر کرتا ہے اس حق کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔

اس سورت کے اندر اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی بیان کیا ہے اور آپ کی قوم کی سرکشی کو ذکر کیا ہے کہ کس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید باری تعالی کی طرف دعوت دی اور ان پر حجت و براہین قائم کر دیا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: (فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ) ترجمہ: ان کی قوم کا جواب بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا اسے جلا دو۔ آخر اللہ نے انہیں آگ سے بچا لیا، اس میں

ایمان والے لوگوں کے لیے تو بہت سی نشانیاں ہیں (العنکبوت: 24)۔اس طرح اللہ تعالی نے انہیں ذلیل ورسوا کر دیا۔اسی طرح اللہ تعالی نے سورہ روم کے اندر انسانی نفوس، کائناتی آفاق، بیویوں اور اولاد کے اندر بہت ساری عظیم نشانیوں کو بیان کیا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالی نے اس سورت کے اندر آخر تک (اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے) کہہ کر بہت ساری نشانیوں کو بیان کیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے سورہ لقمان کے اندر یہ ذکر کیا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن پاک ان تمام مومنوں کے لیے ہدایت ہے جو متقی اور پرہیزگار ہیں، اس کے بعد اللہ تعالی نے لقمان علیہ السلام کی اس وصیت کو بیان کیا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی، اس عظیم وصیت کے اندر اللہ تعالی نے توحید کا بیان کیا ہے، ساتھ ہی شرک سے دور رہنے کی وصیت کی ہے، اور اسی بیچ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی بھی وصیت کی ہے۔

سورہ سجدہ کے اندر اللہ تعالی نے اپنی عظمت کو بیان کیا ہے اور یہ کہ وہ کیسے عرش پر مستوی ہے، اس کے بعد اللہ تعالی نے دوبارہ قیامت کے دن زندہ اٹھائے جانے کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ اس وقت ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: (يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ[5] ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ) ترجمہ: وہ آسمان سے لے کر زمین تک (ہر) کام کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر (وہ کام) ایک ایسے دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے[5] یہی ہے چھپے کھلے کا جاننے والا، زبردست غالب، بہت ہی مہربان [السجدہ:6]۔

اسی طرح اللہ تعالی نے اپنے سچے بندوں کے مقام ومرتبے کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: (إِنَّمَا

يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ[15] تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ) ترجمہ: ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جنہیں جب کبھی ان سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے ہیں[15] ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے ہیں[السجدہ:16]۔

یہ سچے مومنوں کا حال ہے جو کتاب اللہ سے متاثر ہوتے تھے اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب کتاب لیے جانے پر ایمان رکھتے تھے۔

اسی طرح سورہ احزاب کے اندر اللہ تعالی نے اپنے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں وصیت کی ہے اور یہ بیان کیا کہ خاتم النبیین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر ہمارے جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں؛ اس لیے اگر آپ کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ اور ہی ارادہ ہے تو ایسی صورت میں واجب ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے اور آپ کے حکم کو مقدم کریں؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر آپ کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، اور آپ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام مرتبہ کی وجہ سے ان کا احترام عزت وتکریم اور تعظیم واجب ہے، وہ سب ہماری مائیں ہیں اللہ تعالی نے مومنوں پر ان سے شادی کرنے کو حرام قرار دیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی وجہ سے اور اسی طرح اللہ تعالی کے نزدیک ازواج مطہرات کا بھی مقام ہے، چنانچہ یہ سب تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔

اوراسی طرح اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مومنوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں چنانچہ فرمایا:(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا) ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے(الاحزاب:21)۔

اس لیے آپ انہی پاکیزہ اور نیک لوگوں میں سے رہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اسوہ اور نمونہ مانتے ہیں، مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) ترجمہ: اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔[الانفال:45]۔

دعا ہے کہ جو کچھ آپ نے سنا ہے اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش بنائے، میرا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگ کلام پاک کو سنیں، قرآن مجید کی آیتوں کو سنیں اور اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی سمجھ عنایت فرمائے، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

اکیسویں مجلس

سورہ احزاب: آیت 31 – سورہ یٰس: آیت 27 تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اتبع هداه، اما بعد:

میرے بھائیو! آپ نے سورہ احزاب، سورہ سبا، سورہ فاطر اور سورہ یاسین کی چند آیتوں کو سنا، امید ہے کہ آپ لوگوں نے ان آیتوں سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہوگا۔

* ان سورتوں کے بعض مشمولات:

سورہ احزاب کے اندر اللہ تعالی نے یہ ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہم سب کے لیے اسوہ اور نمونہ ہے چنانچہ فرمایا: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا) ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے (الاحزاب:21)۔

اللہ اکبر ہمیں امید ہے کہ ہم بھی انہی لوگوں میں سے رہیں گے۔

اسی سورت کے اندر اللہ تعالی نے مزید فرمایا: (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا) ترجمہ: اور (دیکھو) کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے

گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا[الاحزاب: 36]۔یعنی جب اللہ اور اسکے رسول کا فیصلہ آجائے تو اسکی اطاعت کرنا واجب ہے، اس حکم کی تنفیذ کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اس وقت ہمارا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا حق ہمارے اوپر بہت ہی عظیم ہے، پھر آخر ہم کیوں نہ انکی اطاعت کریں، اور ہم اللہ اور اسکے رسول کے فرامین کی مخالفت کریں؟!

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے اندر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا[45]وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا) ترجمہ: اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا، آگاہ کرنے والا بھیجا ہے[45] اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ[الاحزاب:46]۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے یہ عظیم صفات ہیں، اس کے اندر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کی دعوت دی گئی ہے۔

اس سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتا ہے اور اسی طرح سے اس کے فرشتے بھی، سو اس نے ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:(إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو[الاحزاب:56]۔

اور آگے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائے گا وہ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے چنانچہ فرمایا:(إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔ [الاحزاب: 57]۔

اسی لیے مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے گا وہ کافر ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا اور آپ کو برا بھلا کہنا بالاتفاق کفر ہے، ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالی نے دردناک اور رسواکن عذاب تیار کر رکھا ہے؛ ارشاد باری تعالی ہے: (وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا) ترجمہ: اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔ [الاحزاب: 57]۔

مزید ارشاد فرمایا: (وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا) ترجمہ: اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقینا انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ [الاحزاب: 58]۔

معلوم ہوا کہ مومنوں کو تکلیف دینا اور ان پر ناحق طعن و تشنیع کرنا سنگین گناہ کبیرہ ہے اور اس پر سخت وعید بھی آئی ہے جیسا کہ آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔

اور اسی طرح سورہ سبا کے اندر اللہ تعالی نے اپنے ذات کی تعریف اور تعظیم کی ہے اور اپنی مدح سرائی کی ہے، ساتھ ہی ان کافروں کی مذمت کی ہے جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تھی، اسی طرح اپنے نبی داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی تعریف کی ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ اسی نے آپ کو بادشاہت عطا کی ہے اس طور پر کہ اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام کے لیے ہواؤں کو اور جن کو مسخر کر دیا تھا، یہ اللہ کی طرف سے انبیاء کی تکریم ہے؛ کیونکہ اللہ کے نزدیک ان کا مقام بہت بلند ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے اسی سورت کے اندر یہ بھی خبر دی کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں

کے لیے رسول بنا کر بھیجا حالانکہ اس سے پہلے ہر نبی اپنی قوم کے اندر خاص طور سے بھیجا جاتا تھا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے لیے بھیجا گیا ہے اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت ہے۔
اور سورہ فاطر کے اندر اللہ تعالی نے اپنی اور اپنے دوستوں اور ولیوں کی تعریف کی ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اس نے فرشتوں کو پیدا کیا جو بازو والے ہیں؛ کسی کے پاس دو دو کسی کے پاس تین تین اور کسی کے پاس چار چار بازو ہیں یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام کے پاس 600 بازو ہیں، اسی طرح بعض فرشتے ایسے بھی ہیں جن کے پاس جبرائیل علیہ السلام سے بھی زیادہ بازو ہیں۔ ایک فرشتہ تو ایسا ہے جو صور پھونکے گا جس سے زمین و آسمان کے اندر پائے جانے والے سبھی لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔
یہ تو فرشتوں کی طرف سے ہوگا، پھر اللہ کی عظمت کا کیا حال ہوگا حالانکہ فرشتے اپنے رب سے خوف کھاتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں اور رات و دن اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

*شرک باللہ کا بطلان:

اللہ تبارک وتعالی نے ان لوگوں کی حقیقت بیان فرمائی ہے جنہیں اللہ کو چھوڑ کر پکارا جاتا ہے، اور یہ واضح کر دیا کہ یہ ایک ذرے کے برابر بھی مالک نہیں ہیں نہ آسمان میں اور نہ ہی زمین میں حتی کہ کھجور کی گٹھلی کے ریشے کے برابر کے بھی یہ مالک نہیں ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ [13] إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ) ترجمہ: اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ [13] اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔ [فاطر:14]۔

سو یہ بہت بڑی گمراہی ہے کہ غیر اللہ کو پکارا جائے؛ اس لیے کہ غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے اور اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہرانا ہے، اور دعا ایک عظیم عبادت ہے بلکہ یہی عبادت کا مغز ہے؛ چنانچہ جو اللہ کے اس حق کو یعنی دعا اور اس کے علاوہ ذبیحہ اور نذر وغیرہ کو غیر اللہ کی طرف پھیرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں جاگ گرے گا، اللہ تعالی نے ان لوگوں کی حالت کو بیان کر دیا ہے جن کو یہ پکارتے ہیں کہ وہ کھجور کی گٹھلی کے ریشے کے برابر کے بھی مالک نہیں ہیں، کھجور کی گٹھلی کا ریشہ کہ جس کا کوئی وزن نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی قیمت ہے اس کے بھی یہ مالک نہیں ہیں، یہ عظیم کائنات جس کے اندر زمین و آسمان، پہاڑ دریا سورج چاند ستارے، اس قدر عظیم کائنات کے ایک معمولی حصے ذرے کے برابر کا بھی یہ مالک نہیں ہیں حتی کہ کھجور کی گٹھلی کے ریشے کے بھی یہ مالک نہیں ہیں۔

کہاں ہیں لوگوں کی عقلیں بلکہ ان لوگوں کی عقلیں جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں مگر ساتھ ہی وہ صبح وشام غیر اللہ کو پکارتے ہیں بلکہ وہ غیر اللہ کے اندر عقیدہ رکھتے ہیں، ان کے لیے ذبیحہ کرتے ہیں، ان کے لیے نذریں مانتے ہیں، ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، ان کے لیے سجدہ کرتے ہیں اور یہ سب دنیا کے طول وعرض میں کچھ بہت سارے مسلم ملکوں میں ہو رہا ہے۔

وہ آیتیں کہاں ہیں جن کے اندر توحید کا درس ہے، جن کے اندر شرک کی مذمت ہے، جو یہ واضح کرتی ہیں کہ سارے لوگ اللہ کے محتاج ہیں ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ) ترجمہ: اے لوگو! تم ہی اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ [فاطر:15]۔ زندہ مردہ سارے لوگ اللہ ہی کے محتاج ہیں؛ جتنے لوگ مر چکے ہیں وہ سب اللہ کی رحمت کے محتاج ہیں، اگر اللہ ان پر رحم نہ کرے تو وہ سب ہلاک و برباد ہو جائیں گے، خسارے میں ہوں گے۔

سورہ یاسین کے اندر اللہ تعالی نے یہ ذکر کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے پیغمبر ہیں، اور اس

سورت کے اندر اللہ تعالی نے ان بستی والوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کے پاس اللہ تعالی نے نبیوں کو بھیجا مگر انہوں نے انکی تکذیب کر دی، اللہ تعالی نے مزید ایک نبی ان کے پاس بھیجا جنہوں نے انہیں اللہ تعالی کی طرف دعوت دی، اس کے بعد اللہ تعالی نے اس شخص کا واقعہ بیان کیا جو دور کی بستی سے دوڑتا ہوا آیا اور انہیں توحید کی دعوت دی، اس بندے کے بارے میں بتلایا کہ اسے جنت میں داخل کر دیا۔

* ذکر الہی کا حکم اور اسکی فضیلت:

میں سورہ احزاب کی ایک یا دو آیتوں کی طرف واپس اتا ہوں اللہ تعالی نے فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا [41] وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو، بہت یاد کرنا۔ [41] اور اس کی تسبیح کرو، پہلے پہر اور پچھلے پہر۔ [الاحزاب 42:] یعنی اللہ تعالی کا بہت زیادہ ذکر کرو اس قدر کہ جس کی کوئی حد نہ ہو، صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو، سو اے نوجوانو! اللہ کے ذکر کو لازم پکڑ لو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔

تسبیح کے بارے میں خصوصی طور پر اور ذکر کے بارے میں عمومی طور پر احادیث وارد ہوئی ہیں؛

عمومی طور پر ذکر الہی کے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ، فَمَرَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ جُمْدَانُ، فَقَالَ: " سِيرُوا هَذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ، قَالُوا: وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: " الذَّاكِرُونَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ پر چلے جا رہے تھے کہ آپ کا جُمدان نامی پہاڑ پر گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: "چلتے رہو۔ یہ جُمدان ہے، الگ تھلگ رہ جانے والے (مُفَرِّدون) سبقت لے گئے" ساتھیوں نے پوچھا: (مُفَرِّدُونَ) سے کیا مُراد ہے؟ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: "اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور

بہت یاد کرنے والی عورتیں۔" (صحیح مسلم:2676)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آیا ہے :عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، حُطَّتْ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ". ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے" سبحان اللہ وبحمدہ" دن میں سو مرتبہ کہا، اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔" (صحیح بخاری :6405)۔

اے مومنو! اس قدر سہولت اور آسانی کی طرف دیکھو کہ آپ چلتے ہوئے سواری کی حالت میں اسی طرح لیٹے ہوئے دن میں سو مرتبہ اسے بول سکتے ہیں، اللہ کی پاکی بیان کر سکتے ہیں کہ جس سے آپ کی تمام خطائیں معاف ہو سکتی ہیں، اللہ اکبر! یہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے کتنا بڑا افضل ہے کہ انہیں سب سے الگ نیکیوں میں آگے بڑھنے والوں میں شمار کیا گیا ہے جیسا کہ پہلی حدیث کے اندر بتلایا گیا، اس لیے اللہ تعالی کا بہت زیادہ ذکر کرو، یہاں تک کہ بعض احادیث کے اندر آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کرنا جہاد سے بھی افضل ہے۔

اس لیے اے نوجوانو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجو؛ کیونکہ اس کے اندر بہت زیادہ نیکی ہے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اپنی زندگی کے ہر موڑ میں اور اللہ اور اس کے رسول ہی کی فرمانبرداری کرو۔ اس تعلق سے صحیح مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں انہی میں سے درج ذیل حدیث بھی ہے:

عن سَعْدٍ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجُلَسَائِهِ: " أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكْسِبَ أَلْفَ حَسَنَةٍ؟ " فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ: كَيْفَ يَكْسِبُ

أَحَدُنَا أَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ: " يُسَبِّحُ أَحَدُكُمْ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ تُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ وَتُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ سَيِّئَةٍ ". ترجمہ: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہم نشینوں سے فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہونا کام رہے گا کہ ایک دن میں ہزار نیکیاں کما لے؟" آپ کے ہم نشینوں میں سے ایک پوچھنے والے نے پوچھا: ہم میں سے کوئی کس طرح ہزار نیکیاں کمائے گا؟ آپ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی بھی سو مرتبہ تسبیح پڑھے گا (یعنی سبحان اللہ) تو اس کے لیے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اس کی ہزار برائیاں مٹا دی جائیں گی"۔ (سنن ترمذی: 3463)۔ یعنی آپ سبحان اللہ سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھیں اس سے آپ کو ایک ہزار نیکیاں ملیں گی اور ایک ہزار گناہ ختم کر دیے جائیں گے۔

میرے بھائیو! اس معافی اور بخشش کو کبھی مت بھولو یہ صغیرہ گناہوں کے لیے ہے جہاں تک کبیرہ گناہوں کا تعلق ہے تو ان سے اجتناب کرنا اور دور رہنا ضروری ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ) ترجمہ: وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یقینا تیرا رب وسیع بخشش والا ہے۔ (النجم: 32)۔

اس لیے کبیرہ گناہوں سے بچنا ضروری ہے؛ کیونکہ کبیرہ گناہوں کو صرف خالص توبہ ہی کے ذریعے معاف کیا جا سکتا ہے؛ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالی کا بہت زیادہ ذکر کریں اور کبیرہ گناہوں سے دور رہیں، سو جب ہم اللہ تعالی کا کثرت سے ذکر کریں گے تو ہمارے گناہ ضرور معاف کر دیئے جائیں گے اور اللہ کے نزدیک ہمارے درجات بلند ہو جائیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو اپنے ان مومنین بندوں میں بنائے جو اس کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

بائیسویں مجلس

سورہ یس: آیت 28 - سورہ ص: آیت 41 تک

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اور اس سے دھوکہ کھانے سے بچنا (شیخ محمد وصابی)

الحمد لله رب العالمين و صلى اللّٰه و سلم على نبينا محمد و على اله واصحابه اجمعين

ہم نے کچھ مبارک آیتوں کو اپنے بعض بھائیوں کی زبانی سنا اللہ تعالی انہیں بہتر بدلہ عنایت فرمائے اور ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔

اللہ تعالی نے سورہ یاسین کے اندر کافروں کی حالت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا: (وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ) ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس میں سے خرچ کرو جو تمھیں اللہ نے دیا ہے تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان سے کہتے ہیں جو ایمان لائے، کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا۔ نہیں ہو تم مگر واضح گمراہی میں۔ (36-یس: 47)۔

یہاں پر اللہ تعالی نے یہ واضح کر دیا کہ کافروں کی یہ صفت ہے کہ وہ اموال میں فرض زکوۃ کے اندر بخیلی سے کام لیتے ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالی نے مالداروں کی دولت میں یہ فرض کیا ہے کہ وہ فقراء کو اس سے ضرور کھلائیں، اور اللہ تعالی نے اس سے جو زکوۃ فرض کیا ہے اسے ضرور نکالیں اور فقرا تک پہنچائیں، اسی طرح اللہ تعالی نے سچے مومن مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ وہ یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالی ان لوگوں کو ضرور رسوا

کرے گا اور آگے اللہ تعالی نے یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ انہیں ضرور اپنے فضل سے غنی کر دے گا چنانچہ فرمایا: (وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ) ترجمہ: اور اگر تم کسی قسم کے فقر سے ڈرتے ہو تو اللہ جلد ہی تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اگر اس نے چاہا۔ (التوبہ: 28)۔

یقینا اللہ تعالی نیک اور صالح بندوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو دعوت حق کا کام کرتے ہیں یہ آسانی فرمائے گا کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں جہان میں خیر و بھلائی حاصل کریں، یہاں پر اللہ تعالی نے رزق کو تقوی کے ساتھ جوڑ دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا [2] وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ) ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ [2] اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔ (الطلاق: 3)۔

مزید اللہ تعالی نے فرمایا: (وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ) ترجمہ: اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا [الاعراف: 96]۔

چنانچہ جو لوگ اس ذات کی طرف دعوت دیتے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہنے والی اور اس کائنات کو چلانے والی ہے تو اللہ تعالی ضرور ایسے لوگوں کو اپنے فضل سے غنی کرے گا، اللہ تعالی نے یہ حکم دیا ہے کہ انسان کا نصب العین اور مقصد اطاعت الہی ہو اور یہ کہ اللہ تعالی نے اس کائنات کو اپنے بندوں کے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ وہ اسے اللہ کی اطاعت میں استعمال کریں چنانچہ اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کی زبانی فرمایا: (فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا [10] يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا [11] وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا)

ترجمہ: تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ لو، یقینا وہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے۔ [10] وہ تم پر بہت برستی ہوئی بارش اتارے گا۔ [11] اور وہ مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں باغات عطا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔ [نوح:12]۔

چنانچہ اہل حق اپنے دین کو دنیا کے معمولی سامان کے بدلے نہیں بیچتے اور ان کی دعوت تھوڑے یا زیادہ مال کی خاطر متاثر نہیں ہوتی ہے، آپ صحابہ کرام کو دیکھیں ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو فقر و فاقہ میں مبتلا تھے یہاں تک کہ بھوک کی شدت سے وہ زمین پر گر جاتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ حق پر قائم تھے، اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے، وہ دنیاوی مال ومتاع کی خاطر حق کو نہیں چھوڑتے تھے، ایک انسان دنیاوی مال ومتاع کی خاطر اپنے دین کو اس وقت بیچتا ہے جب اس کا دین کمزور ہو جاتا ہے اللہ پر اس کا یقین متزلزل ہو جاتا ہے، ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے پہلے کے لوگ زہد وتقوی، ترک دنیا اور یقین کی وجہ سے خیر وبھلائی میں رہے اور اس امت کے بعد والے بخالت اور آرزو کی وجہ سے برباد ہو جائیں گے۔ (کتاب الزھد، ص 10)۔

مال کا حریص ہونا یہ ہے کہ انسان اسے مضبوطی سے پکڑے رہے اور اللہ تعالی نے اس کے اندر جو زکوۃ فرض کیا ہے اسے ادا نہ کرے تو یہ اس کی تباہی اور بربادی کا سبب ہوتا ہے۔

آپ دیکھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کس قدر بلند تھا کہ جب آپ کے پاس ایک مہمان آیا تو آپ نے کیا سلوک کیا چنانچہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي مَجْهُودٌ، فَأَرْسَلَ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أُخْرَى، فَقَالَتْ: مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذَلِكَ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ، فَقَالَ: "مَنْ يُضِيفُ هَذَا اللَّيْلَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ؟"، فَقَامَ

رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى رَحْلِهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟، قَالَتْ: لَا إِلَّا قُوتُ صِبْيَانِي، قَالَ: فَعَلِّلِيهِمْ بِشَيْءٍ، فَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَأَطْفِئِ السِّرَاجَ وَأَرِيهِ أَنَّا نَأْكُلُ، فَإِذَا أَهْوَى لِيَأْكُلَ فَقُومِي إِلَى السِّرَاجِ حَتَّى تُطْفِئِيهِ، قَالَ: فَقَعَدُوا وَأَكَلَ الضَّيْفُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "قَدْ عَجِبَ اللَّهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: میں بھوکا ہوں تو آپ نے اپنی کسی بیوی کے پاس پیغام بھیجا، اس نے کہا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں، پھر آپ نے دوسری کی طرف پیغام بھیجا تو اس نے بھی یہ بات کہی، حتیٰ کہ ان سب نے یہی جواب دیا، نہیں، اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میرے پاس صرف پانی ہے تو آپصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو آج رات اس کی مہمان نوازی کرے گا، اللہ اس پر رحم فرمائے گا۔“ تو ایک انصاری آدمی کھڑا ہوا اور کہا: میں، اے اللہ کے رسول! وہ اس کو لے کر اپنے گھر چلا گیا اور اپنی بیوی سے کہا: کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: نہیں، سوائے میرے بچوں کی خوراک کے، اس نے کہا: انہیں کسی چیز سے بہلا دے اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ گل کر دینا اور اسے یوں دکھانا کہ ہم کھا رہے ہیں تو جب وہ کھانے کے لیے بڑھے تو اٹھ کر چراغ بجھا دینا، سو وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا، جب صبح ہوئی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج رات تم نے اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا، اللہ تعالیٰ اس پر بہت خوش ہوا۔“ (صحیح مسلم: 2054)۔

اسی طرح ہم پر ضروری ہے کہ ہم دعوت حق کو مضبوطی سے تھام لیں اور دنیاوی مال ومتاع کی خاطر ہمارے دین کو فروخت نہ کریں، اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں جیسا کہ صحیحین کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" قَالَ اللَّهُ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو خرچ کر تو میں تجھ کو دیئے جاؤں گا۔ (صحیح بخاری:5352)۔ بارک اللہ فیکم ووفقکم اللہ۔

تیئسویں مجلس

سورہ ص آیت 12-سورہ غافر آخری آیت تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول اللّٰه وعلى آله وصحبه ومن اتبع هداه، اما بعد:

امید ہے کہ ہم نے قرآن پاک کی واضح آیتوں سے استفادہ کرتے ہوئے ان سے عبرتیں اور نصیحتیں حاصل کی ہوں گی؛ چنانچہ جس طرح سورہ ص کے اندر اللہ تعالی نے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعریف کی ہے کہ جنہوں نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف اور توحید باری تعالی کی طرف دعوت دی؛ اللہ تعالی نے داؤد علیہ السلام کی تعریف کی ہے اس کے بعد سلیمان علیہ السلام کی، اس کے بعد ایوب علیہ السلام کی اور پھر اس کے بعد دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی تعریف کی ہے جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام، اللہ تعالی نے ان تمام انبیاء کی مدح سرائی کی ہے اور ان کی خوب خوب تعریف کی ہے تا کہ ہم انہیں اسوہ اور نمونہ بنائیں اور انہی کے راستے پر چلیں، ان کے عقیدے اور منہج کو اختیار کریں۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک کے اندر اسی طریقہ کار کو بار بار اپنایا ہے تا کہ مومنوں کے دلوں میں اسے راسخ کر دے۔

*سورہ زمر کے اندر اخلاص کا بیان:

سورہ زمر کے اندر اللہ تعالی نے متعدد آیتوں میں اخلاص باری تعالی کی دعوت دی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:(تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ [1] إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ) ترجمہ: اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ [1] بلاشبہ ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، پس اللہ کی

عبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔[الزمر:2]۔

اس سورت کے اندر اللہ کی عبادت اور اس کے لیے اخلاص کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح اللہ تعالی نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی بات کے کہنے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا:(قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ[11] وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لئے عبادت کو خالص کرلوں [11] اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار بن جاؤں[الزمر:12]۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي[14] فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ) ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ میں تو خالص کر کے صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں[14] تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرتے رہو کہہ دیجئے! کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جو اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیں گے، یاد رکھو کہ کھلم کھلا نقصان یہی ہے[الزمر:15]۔

یہ بہت بڑی مدح سرائی ہے، فلاح و کامیابی ہے اس شخص کے لیے جو اللہ کے رسولوں کی پیروی کرتا ہے خاص طور سے خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرتا ہے اپنے عقیدے اور منہج میں، اللہ کی عبادت میں اور اللہ کے ساتھ اخلاص میں۔

اس سورت کے اندر شرک اور مشرکوں کی مذمت کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ آخرت کے اندر ان کا انجام بڑا ہی رسوا کن ہوگا، اللہ تعالی نے اس سورت کے اندر شرک کی مثال بیان کی ہے اور اس کی مذمت کی ہے اور مشرکوں کے انجام کو بیان کیا ہے، اسی طرح اس سورت کے اندر سچائی کی طرف دعوت دی گئی ہے، جھوٹ اور جھوٹ بولنے والوں کی مذمت کی گئی ہے؛ ارشاد باری تعالی ہے:(فَمَنْ

أَظۡلَمُ مِمَّن كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدۡقِ إِذۡ جَآءَهُۥٓۚ أَلَيۡسَ فِي جَهَنَّمَ مَثۡوٗى
لِّلۡكَٰفِرِينَ[32] وَالَّذِي جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهِۦٓ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُتَّقُونَ[33] لَهُم مَّا
يَشَآءُونَ عِندَ رَبِّهِمۡۚ ذَٰلِكَ جَزَآءُ ٱلۡمُحۡسِنِينَ) ترجمہ: پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے
اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا
نہیں؟ [32] اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ بچنے والے ہیں۔
[33] ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی نیکی کرنے والوں کی جزا
ہے۔ [الزمر:34]۔

اسی طرح اور بہت سی آیتیں ہیں۔

ان کے علاوہ ایسی بہت ساری حدیثیں بھی ہیں جن کے اندر سچائی کی تعریف کی گئی ہے اور جھوٹ کی سخت مذمت کی گئی ہے اسی طرح جھوٹ بولنے والوں کے انجام کو بھی واضح کر دیا گیا ہے، ساتھ میں سچ بولنے والوں اور حق کی تصدیق کرنے والوں کو اللہ تعالی کس طرح عزت بخشے گا اسے بھی واضح کیا گیا ہے، اس لیے میرے بھائیو! ان لوگوں کے ساتھ رہو جو سچ بولتے ہیں اور جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتاب و سنت لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالی نے جن چیزوں کی خبریں دی ہیں ان کی بھی تصدیق کرتے ہیں۔

چنانچہ جو لوگ سچ بولتے ہیں اور زہد وورع اور استقامت اور عدالت میں معروف ہیں ان کی خبروں کو قبول کیا جائے گا، جو ان کی خبروں کو قبول نہ کرے وہ کھلی گمراہی میں ہے اور انبیاء اور رسول کے دشمنوں کے راستے پر چل رہا ہے۔

*توبہ کی طرف دعوت:

اس سورت کے اندر توبہ وانابت اور اللہ کی طرف رجوع کرنے نیز اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونے

کی طرف دعوت دی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:(قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ [53] وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ) ترجمہ: (میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے [53] تم (سب) اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کیے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے [الزمر:54]۔

یہاں پر اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے بندوں کو دعوت دی گئی ہے، ساتھ ہی اس کے اندر اللہ کی رحمت کی وسعت کا بیان ہے اور بندوں کو توبہ کی طرف بلایا گیا ہے یہ کہتے ہوئے کہ وہ لوگ جنہوں نے زیادتی کی ہے یعنی گناہوں اور معاصی میں حد سے آگے نکل چکے ہیں ان سے کہہ دیں کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں توبہ کا دروازہ اللہ کے بندوں کے لیے کھلا ہوا ہے خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں، خواہ وہ انتہائی گمراہی میں ہی کیوں نہ پڑے ہوئے ہوں گرچہ وہ قاتل اور ظالم ہی کیوں نہ ہوں سب کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس شخص کے توبہ کو بھی قبول کرلیا جس نے سو لوگوں کا قتل کیا تھا، اللہ تعالی نے ان مشرکوں کے توبہ کو بھی قبول کرلیا جو رسولوں کے دشمن تھے جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کیا اللہ نے ان کے بھی توبہ کو قبول کرلیا۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ سے توبہ کریں اس کی طرف رجوع کریں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ) ترجمہ: تم (سب) اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کیے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے [الزمر:54]۔

آج ضروری ہے کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں، جب بھی ہم سے گناہ کا ارتکاب ہو جائے فوراً ہم اللہ تعالی سے توبہ کریں، ناامیدی کا شکار نہ ہوں اللہ کی رحمت سے بالکل ناامید نہ ہوں، اللہ کی رحمت سے کافر قوم ہی ناامید ہوتی ہے۔

*شرک باللہ کی سنگینی کا بیان:

اس عظیم سورت کے اندر شرک کی سنگینی کو واضح کیا گیا ہے ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ[65] بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ) ترجمہ: یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا[65] بلکہ تو اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا[الزمر:66]۔

اللہ تبارک وتعالی نے شرک کی سنگینی کو واضح کیا ہے اور تمام لوگوں کو خبردار کیا ہے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اس سے خبردار کر دیا ہے چنانچہ ان کی طرف وحی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالی کے ساتھ کسی طرح کا شرک نہ کریں یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔ تو پھر انبیاء کے علاوہ جو دوسرے لوگ ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟!

اس کے اندر لوگوں کو توحید باری تعالی پر ابھارا گیا ہے، اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرنے سے سختی سے آگاہ کیا گیا ہے کہ جو بھی شرک میں واقع ہوگا وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ اسی طرح اس سورت کے اندر اللہ تعالی کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ اسی آیت کے بعد اللہ تعالی نے آگے مزید فرمایا: (وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ[67]وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ) ترجمہ: اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں۔[67]اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔[الزمر:68]۔

اس طرح اس سورت کے اندر اللہ کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ کافروں نے اللہ تعالی کی کما حقہ قدر اور تعظیم نہیں کی ہے۔

اللہ تعالی ہی تمام آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، وہی تمام آسمانوں پہاڑوں سمندروں کا خالق ہے، اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے، وہ انسان کا بھی خالق ہے اس کا پالن ہار ہے اور اس کی پرورش کرنے والا ہے، مگر انہوں نے اللہ کی کما حقہ قدر اور تعظیم نہیں کی، یہ اللہ کی عظمت ہے کہ قیامت کے روز ساری زمین اس کے قبضے میں ہوگی جس کے اندر سارے پہاڑ بھی آتے ہیں، اور اسی طرح سارے آسمان بھی اسی کے قبضے میں ہوں گے۔

یہ ہمارا اعظیم رب ہے ہم پر ضروری ہے کہ ہم اس کی تعظیم کریں اور عبادت کو اسی کے لیے خاص کریں، اسی سے گڑگڑائیں اور پکاریں، سختیوں میں اسی کی طرف رجوع کریں اور اسی طرح خوشحالی میں بھی ہم اللہ کی کما کو تعظیم کریں اور اس کی صفات کاملہ کے ساتھ اسے یاد کریں، اس کے نیک ناموں سے ہم اسے پکاریں، کما حقہ ہم اس کی عبادت کریں پھر بھی ہم اللہ کی نعمتوں کا بدلہ نہیں چکا سکتے اور نہ ہی اس کی نعمتوں کا کما حقہ شکریہ ادا کر سکتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے میرے رب جس

طرح تو نے اپنی تعریف کی ہے ہم کبھی بھی اس طرح تیری تعریف نہیں کر سکتے۔ جب یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہے تو پھر ہم کیسے اللہ کی نعمتوں کا بدلہ چکا سکتے ہیں؟!

اس لیے میرے بھائیو! ضروری ہے کہ ہم اللہ کی تعظیم کریں، اور اللہ کی تعظیم میں سے ہے کہ ہم اس کے فرامین کی تعظیم کریں اور اس کے حرام کردہ چیزوں کی تعظیم کریں، قرآن وسنت کی تعظیم کریں اور ان لوگوں کا احترام کریں جو قرآن کے حامل ہیں، سنت رسول کے حامل ہے اور جو انبیاء کے جانشین اور ان کے وارث ہیں، جو ان کے پیغام کے حامل ہیں اور اس پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں جنہیں ہم علمائے حق علمائے اہل سنت اور علمائے توحید کہتے ہیں، یہی حقیقت میں انبیاء کے وارث ہیں چنانچہ جو انبیاء کا عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کے منہج پر چلے اور نہ ان کے طریقے کی پیروی کرے وہ کبھی بھی ان کے ورثہ میں نہیں ہوگا ان کے وارث تو حقیقت میں وہی ہیں جو کتاب وسنت اور توحید کا علم بلند کرتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں، سو آپ بھی انہی میں سے رہیں ہو جائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو انہی لوگوں میں بنائے یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

چوبیسویں مجلس

سورہ فصلت کے آغاز سے-سورہ دخان کی آخری آیت تک

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وعلی آلہ وصحبہ و من اتبع ھداہ، اما بعد:

امید ہے کہ ہم نے قرآن پاک کی واضح اور عمدہ آیتوں کو سن کران سے خوب فائدہ اٹھایا ہوگا۔

*انبیاء کی ملت ایک ہے:

قرآن کریم کے اندر اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کردیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا، کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ تو (ان) مشرکین پر گراں گزرتی ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے[الشوریٰ:13]۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تمام انبیاء کو ایک ہی ملت پر مبعوث کیا ہے اور وہ اللہ کی توحید ہے اور اس کے دین کو خالص کرنا ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اسی کی طرف دعوت دی ہے۔

* بروز قیامت دوستی صرف متقیوں کے کام آئے گی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ[67] يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ[68] الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ[69] ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ) ترجمہ: سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔ [67] اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ [68] وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔ [69] جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے۔ [الزخرف:70]۔

یہاں پر شاہد یہ ہے کہ اس دن سارے دلی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے متقی لوگوں کے، اس لیے اللہ کی خاطر آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو اور اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دشمنی کرو؛ کیونکہ غیر اللہ کی خاطر آپس میں دشمنی اور دوستی کرنے والے باطل پر ہوتے ہیں، گناہ اور ظلم و زیادتی پر ہوتے ہیں، بدعت وخرافات کے رسیا ہوتے ہیں، یہی لوگ قیامت کے دن کے بارے میں آپس میں جھگڑنے والے ہیں، لیکن جو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور توحید کی بنیاد پر آپس میں ایک دوسرے کے جگری دوست ہوتے ہیں ان کا تو معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ قیامت کے روز سارے دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے متقی لوگوں کے۔ یہاں پر اللہ تعالی نے متقیوں کو مستثنی کر دیا ہے اور دوسروں کے بارے میں فرمایا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اور جھگڑ رہے ہوں گے، ہر ایک دوسرے کے لیے عذاب کی دعا کرے گا جب کہ متقی لوگ جنت کی نعمتوں میں ہوں گے۔

اس آیت کی طرح کچھ دیگر احادیث بھی ہیں جو محبت اور اخوت و بھائی چارگی کی دعوت دیتی ہیں، اس لیے اپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارہ اور محبت کے ساتھ پیش آؤ اور اللہ کی خاطر ایک

دوسرے سے محبت کرو اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں میں وہ دو بندے بھی شامل ہیں جو اللہ کی خاطر دوستی کرتے ہیں اور اللہ ہی کی خاطر دشمنی کرتے ہیں یہ لوگ قیامت کے دن عرش الہی کے نیچے جگہ پائیں گے کہ جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا ان سات لوگوں کے ساتھ جن کا ذکر ہے ایک حدیث کے اندر ایا ہے اسی طرح ایک دوسری حدیث کے اندر آیا ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائے گا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ، أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میرے جلال کی بنا پر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا، آج کے دن جب میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہے“ (صحیح مسلم:2566)۔

سو اللہ کی خاطر آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو؛ اس لیے کہ اختلاف اور انتشار اور آپسی دشمنی حد درجہ تک بڑھ چکی ہے یہاں تک کہ سلفیوں کے درمیان بھی آپسی دشمنی پھوٹ ہو چکی ہے؛ اس لیے میں تمہیں اللہ کے تقوی کی وصیت کرتا ہوں اور کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارہ اپنانے کی نصیحت کرتا ہوں، کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھام لو جیسا کہ اللہ تعالی نے ایک آیت میں فرمایا ہے:(فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ) ترجمہ: پس جو وحی آپ کی طرف کی گئی ہے اسے مضبوط تھامے رہیں بیشک آپ راہ راست پر ہیں [الزخرف:43]۔ اس لیے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اسی کے مطابق بھائی چارہ کے ساتھ رہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اپنی کتاب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ہم سب کے دلوں کو جوڑ دے اور آپس میں بھائی چارگی کے ساتھ رہنے کی توفیق عنایت فرمائے یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

پچیسویں مجلس

سورہ جاثیہ کے آغاز سے-سورہ حجرات کے آخر تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

آپ نے سورہ زخرف، سورہ احقاف، سورہ محمد، سورہ فتح اور سورہ حجرات جیسی بہت ساری سورتوں سے آیتوں کو سنا اور ان سے بھرپور استفادہ کیا۔

*** ان سورتوں کے بعض مشمولات:**

ان سورتوں کے اندر بہت ساری عبرتیں اور نصیحتیں ہیں اور اصول وضوابط کی باتیں ہیں اس شخص کے لیے جو دین کے اندر سمجھ رکھتا ہے، مجھے امید ہے کہ آپ لوگ بھی انہی میں سے ہوں گے، کتاب اللہ کی تلاوت سے بھرپور فائدہ آپ لوگوں نے اٹھایا ہوگا اور ان آیتوں کے اندر جو کچھ اللہ کی طرف سے حکمت اور وعدوعید اور اسی طرح توحید اور عقائد کی باتیں مضمر ہیں، مجھے امید ہے کہ ان سب سے آپ نے فائدہ اٹھایا ہوگا اور یہ کہ اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی ہوگی، اور یہ جان لیں کہ پورا پورا ان سے فائدہ اسی وقت اٹھا سکتے ہیں جب کتاب وسنت اور فقہ سلف کے حصول میں پوری پوری کوشش کریں گے۔

سورہ جاثیہ میں اللہ تعالی نے فرمایا: (ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ) ترجمہ: پھر ہم نے آپ کو دین کی (ظاہر) راہ پر قائم کردیا، سو آپ اسی پر لگے رہیں اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑیں [الجاثیہ:18]۔

اس آیت کے اندر ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے یہ تنبیہ

ہے کہ ان لوگوں کی خواہشات اور مرضی کی پیروی نہ کریں جو دین کی جانکاری نہیں رکھتے ہیں بلکہ اس کے دشمن ہیں خواہ وہ کفار ہوں یا بدعتی اور گمراہ ہوں، اسی سورت کے اندر اللہ تعالی نے مزید فرمایا: (أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ) ترجمہ: کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے [الجاثیہ:23]۔

یہ نفس پرستی ہے جو انسان کو اس مقام تک پہنچاتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالی ان کے دلوں پر ان کے کانوں اور ان کی نگاہوں پر مہر لگا دیتا ہے، اس لیے نفس پرستی سے بچو اور اللہ کے دین حق پر مضبوطی سے جمے رہو۔

سورہ احقاف کے اندر توحید باری تعالی کی دعوت اور شرک کے چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح شرک اور مشرکوں کی مذمت کی گئی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (حم [1] تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ [2] مَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنْذِرُوا مُعْرِضُونَ [3] قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ [4] وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ [5] وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ) ترجمہ: حم۔ [1] اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ [2] ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان

دونوں کے درمیان ہے حق اور مقررہ میعاد ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اس چیز سے جس سے وہ ڈرائے گئے، منہ پھیرنے والے ہیں۔ [3] آپ کہہ دیجئے! بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ٹکڑا بنایا ہے یا آسمانوں میں ان کا کون سا حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے ہی کی کوئی کتاب یا کوئی علم ہی جو نقل کیا جاتا ہو، میرے پاس لاؤ [4] اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں [5] اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہوجائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کرجائیں گے [الاحقاف:6]۔

ان آیتوں کے اندر واضح طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ کتاب اللہ کے اندر اللہ کی توحید کو پوری صراحت کے ساتھ واضح کردیا گیا ہے انہی میں سے یہ آیات بھی ہیں جن کے اندر توحید کو ثابت کیا گیا ہے، شرک اور مشرکین کی مذمت کی گئی ہے، اسی طرح ان آیتوں کے اندر مشرکوں کی بیوقوفی کو واضح کیا گیا ہے اور یہ کہ ان کے پاس کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے، اسی لیے یہ ایسے لوگوں سے اپنے دلوں کو جوڑتے ہیں جو خود اپنے نفس کے لیے بھی کسی نفع نقصان اور موت وحیات کے مالک نہیں ہوتے ہیں، نہ ہی کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہوتے ہیں بلکہ انتہا درجے کے عاجز ہوتے ہیں۔

جن کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر اس کائنات کے اندر یہ ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کرسکتے اور نہ ہی ان کا اس کائنات کے اندر کوئی شراکت ہے حتی کہ ایک ذرے میں بھی ان کی کوئی شراکت نہیں ہے بلکہ یہ تو دوسروں کی پکار بھی نہیں سنتے ہیں، اور ان کے علاوہ بہت ساری حجتیں اور دلیل ہیں جنہیں اللہ تعالی نے ان مجرموں پر قائم کیا ہے اور یہ واضح کردیا ہے کہ یہ جو شرک اور بت پرستی کرتے ہیں اس کے حق میں ان کی ساری دلیلیں اور حجتیں باطل اور بے بنیاد ہیں، آخر یہ لوگ کیسے اللہ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کی پرستش کرتے ہیں جو اپنے نفس کے لیے بھی کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہوتے ہیں، آخر وہ کیسے

ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو اس عظیم کائنات کے اندر کسی ادنی چیز میں بھی معمولی شراکت نہیں رکھتے ہیں؟!

اللہ تعالی نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، انسان کو پیدا کیا، پہاڑوں کو پیدا کیا، دریاؤں کو پیدا کیا بلکہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے جبکہ ان لوگوں نے ایک ذرہ کو بھی پیدا نہیں کیا ہے پھر یہ لوگ انہیں کیسے پکارتے ہیں، کیسے یہ لوگ انہیں ہمارے رب کے ساتھ شریک کرتے ہیں جو کہ اس عظیم کائنات کا خالق ہے، وہ مدبر ہے پوری کائنات میں تصرف کرنے والا وہی تنہا ہے، جب کہ یہ معبودان باطلہ اپنے لیے نہ تو کسی نفع نقصان کے مالک ہیں اور نہ ہی کسی موت وحیات کے اور نہ ہی دوبارہ اٹھائے جانے کے، چنانچہ مشرکوں کے سامنے شرک کے لیے ادنی بھی کوئی دلیل اور حجت نہیں ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کو جائز قرار دے نہ تو تھوڑا نہ ہی زیادہ۔

اب ہم سورہ محمد کی طرف منتقل ہوتے ہیں جس کے اندر اللہ تعالی نے کافروں اور سچے مومنوں کا بدلہ بیان کیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: (مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ) ترجمہ: اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں، اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لئے بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے، کیا یہ مثل اس کے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا (محمد:15)۔

یہ ان مومنوں کا بدلہ ہے جو موحد سچے اور مخلص ہیں، اللہ تعالی نے ان کے بدلہ کا ذکر بہت ساری آیتوں میں کیا ہے۔

اسی طرح اسی سورت کے اندر اللہ تعالی کا یہ قول بھی ہے:(فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ)
ترجمہ: پس جان رکھو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور (اور) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔ اور خدا تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھیرنے سے واقف ہے (محمد:19)۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہیں اس کے معنی کو سمجھتے ہوئے، چنانچہ لا الہ الا اللہ کا صرف زبان سے کہنا ہی کافی نہیں ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ اس کے معنی کو سمجھا جائے اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا جائے، بہت سارے لوگ اس کلمے کا ورد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہوگئے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف لا الہ الا اللہ کہہ دینا ہی کافی ہے گرچہ وہ اس کا معنی نہ سمجھے اور یہ بھی نہ پتہ ہو کہ توحید کو لے کر اس کے کیا تقاضے ہیں اور اس کے کیا حقوق ہیں۔ جب کہ لا الہ الا اللہ کے معنی کی معرفت ضروری ہے کہ اسے یہ علم ہو کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور اس کلمے کے ساتھ وہ اخلاص سے پیش آئے، اس کی صحیح جانکاری ہو اور ساتھ ہی اس پر اسے پورا یقین اور بھروسہ ہو جیسا کہ ایک عربی شاعر نے اس کلمے کے لیے آٹھ شرائط کا ذکر کیا ہے:

علم يقين وإخلاص وصدقك مع

محبة وانقياد والقبول لها

علم ویقین اخلاص سچائی محبت فرمانبرداری وتابعداری اور دل سے اسے قبول کرنا۔

لا الہ الا اللہ کے یہ شرائط ہیں انہیں اچھی طرح سمجھنا اور جاننا ضروری ہے۔

*صحابہ کرام کی اللہ کی طرف سے مدح سرائی اور روافض کے طعن و تشنیع کے مقصد کا بیان:

اب ہم سورہ فتح کی طرف منتقل ہوتے ہیں اس لیے کہ وقت کی بڑی تنگی ہے، اس سورت کے اندر اللہ تعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خبر دی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر اللہ تعالی نے سکینت نازل فرمائی ہے، اور اس سورت کے اندر اللہ تعالی نے ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے جس کے اندر ان مجرم روافض پر رد ہے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے دشمن ہیں، معلوم ہوا کہ ان کے طعن و تشنیع کا مقصد صرف اور صرف صحابہ سے اپنی سخت دشمنی کا اظہار کرنا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت سے بھی دشمنی کا اظہار کرنا ہے اس لیے کہ روافض کے دین کو یہودی زندیقوں اور مجرموں نے ایجاد کیا ہے کہ جن کا مقصد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور شریعت کو برباد کرنا ہے، مگر اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے واضح اسلوب کو اختیار کرنے کی جرات نہیں کی اور سیدھا شریعت محمدیہ پر نشانہ نہیں لگایا بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ہدف تنقید بنایا جیسے کہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی بن ابی طالب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، جہاں تک علی رضی اللہ عنہ کی بات ہے تو آپ کو لے کر انہوں نے جھوٹ اور کذب بیانی اختیار کرتے ہوئے غلو سے کام لیا۔

انکے مقابلے میں خوارج ہیں یہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، یہ اب گواہیاں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان پر سکینت نازل ہوئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا) ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اسی کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہوگیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہوگیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے واب کا وعدہ کیا ہے [الفتح:29]۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی تعریف تورات وانجیل میں بھی کی ہے جیسا کہ فرمایا: (ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اسی کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہوگیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہوگیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا)۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اسی آیت سے روافض کی تکفیر پر استدلال کیا ہے۔ (السنہ للخلال: 2/478)۔اس لیے کہ صحابہ کرام کی اس قدر مدح سرائی جو اللہ کی طرف سے آئی ہے اور خاص طور سے قدیم آسمانی کتابوں کے اندر ان کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو قرآن کے اندر بھی، اس سے روافض اور کفار کو بڑی تکلیف ہوتی ہے؛ چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے انہی آیات سے استدلال کرتے ہوئے ان مجرموں کی تکفیر کی ہے اور ہم ان کے علماء اور ان کے داعیوں کی تکفیر کرتے ہیں، جہاں تک ان کے ان عوام کا تعلق ہے جو ان کے اس الحاد اور کفر میں شامل نہیں ہیں انہیں ہم زیادہ سے زیادہ گمراہ کہتے ہیں البتہ ان کی تکفیر نہیں کرتے ہیں یعنی جو قرآن کی تحریف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور آپ کے صحابہ پر طعن و تشنیع کرنے میں غالی روافض کی طرح نہیں ہیں ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے ہیں۔

اور اس وقت روئے زمین پر انہی لوگوں کی کثرت ہے، روافض کے ساتھ اخوان المسلمون کا معاملہ بہت ہی سنگین ہے چنانچہ مصر سوڈان، مراکش، جزائر، فلسطین، افغانستان اور دیگر مسلم ممالک میں یہ لوگ روافض کی سہولت کاری کرتے ہیں، انہیں یہی اخوان المسلمون ہی پروموٹ کرتے ہیں اور ان کی تشہیر کرتے ہیں؛ اسی لیے شیخ محمد حامد الفقی رحمہ اللہ انہیں خوان المسلمون کہتے تھے؛ کیونکہ یہ اسلام کے خائن ہیں، اور اللہ تعالی کی یہ مشیئت تھی کہ اخوان المسلمون کو ایکسپوز کیا جائے اور ان کی حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا جائے چنانچہ ان کی سہولت کاری ہی کی وجہ سے آج تک کسی ملک میں تمام کوششوں کے باوجود ان کا اقتدار مضبوط نہیں ہو سکا بلکہ اگر کہیں کہ یہ اقتدار میں آئے بھی تو جس حکومت سے لڑ کر اور اس کی تکفیر کر کے انہوں نے اقتدار قائم کیا وہ پہلے کے مقابلے کہیں زیادہ ناگفتہ اور سنگین رہا ہے، ان کی سیاست چمکتی ہے روافض خوارج اور صوفیوں کے ساتھ دوستی کرنے پر، سنت اور اہل سنت کے خلاف دشمنی کرنے پر، اور یہ شروع دن ہی سے روافض کے ساتھ رہے ہیں، روافض کے پہلو بہ پہلو رہ کر یہ کام کرتے ہیں اور ہر فتنے میں ہر برائی اور آزمائش میں یہ روافض کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں۔

افغانستان میں ان کی حکومت قائم ہوئی مگر انہوں نے اللہ کی شریعت کو نافذ نہیں کیا، سوڈان میں ان کی حکومت قائم ہوئی مگر وہاں پر بھی انہوں نے شریعت کو نافذ نہیں کیا بلکہ اللہ کی شریعت کے مقابلے انہوں نے اپنی طرف سے شریعت سازی کی، ان کی حکومت ترکیہ میں بھی قائم ہوئی اور آج بھی قائم ہے مگر وہاں بھی انہوں نے شریعت کو نافذ نہیں کیا، ساتھ ہی ان کے یہاں روافض اور یہودیوں کے ساتھ بلکہ باطنی اسماعیلی فرقوں کے ساتھ تعلقات اور دل لگاؤ ہوتے ہیں۔

* اخوان المسلمون کے منہج کی حقیقت:

جو لوگ دھوکے میں پڑے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اس گمراہ کن گمراہ فرقے کو اچھی طرح سمجھ لیں اور یہ جان لیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول پر انہیں کبھی کوئی غیرت نہیں آتی ہے اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے صحابہ پر انہیں غیرت آتی ہے نہ ہی یہ عقیدہ پر اپنی غیرت دکھاتے ہیں بلکہ یہ گمراہ فرقوں کے ساتھ دوستی کرتے ہیں یہاں تک کہ عیسائیوں کو بھی اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نصاری ہمارے بھائی ہیں، اسے اچھی سمجھ لیں اور اس گمراہ کن گروہ سے دور رہیں۔

البتہ جو لوگ اس فرقے کی جال میں پھنس چکے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ بیدار ہو جائیں اور کتاب اللہ، سنت رسول اور منہج سلف کی طرف رجوع کریں، اسے مضبوطی سے تھام لیں اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو روافض کے شر سے بچائے اور ان سب کے شر سے محفوظ رکھے جو روافض کے ساتھ دلی دوستی رکھتے ہیں اور ان کا تعاون کرتے ہیں جیسے کہ اخوان المسلمین، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

چھبیسویں مجلس

سورہ ق کے آغاز سے-سورہ واقعہ کے آخر تک

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وعلی آلہ وصحبہ و من اتبع ھداہ،امابعد:

آپ لوگوں نے قرآن کریم کی آیتوں کوغور سے سنااوران سے استفادہ کیا،امید ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے ہوں گے جواچھی بات کو سنتے ہیں اوراس پر عمل کرتے ہیں،یقیناان سورتوں کوآپ نے سنا: سورہ کہف،سورہ ذاریات،سورہ طور،سورہ نجم،سورہ قمر،سورہ رحمن اورسورہ واقعہ جن سے لوگوں کے دل دہل گئے اوراللہ کی خشیت ان پر طاری ہوگئی،آپ نے ان سورتوں میں یہ بھی سنا کہ کس طرح سے توحید کو ثابت کیا گیا ہے اورشرک کی مذمت کی گئی ہے،توحید کے پیغمبروں کی تعریف کی گئی ہے اورتوحید کے دشمنوں کی مذمت کی گئی ہے جنہیں اللہ تعالی نے ہلاک اور برباد کردیااس لیے کہ انہوں نے توحید کے پیغمبروں اور نبیوں کی تکذیب کی تھی،اسی طرح آخرت میں اللہ تعالی نے ان کے لیے رسواکن عذاب تیارکررکھاہے اور ساتھ ہی انہیں دنیاکے اندربھی رسواکن عذاب چکھادیاہے،اوراس بات کابھی ذکرہے کہ اللہ تعالی نے کیسے اپنے انبیاء رسولوں اورمومن بندوں کے لیے جنت کے اندرنعمتیں تیارکررکھی ہیں،اوران سب کو بہت ساری آیتوں میں ذکرکیاہے جنہیں یہاں پیش کرنے کے لیے ہمارے پاس وقت کافی نہیں ہے۔

*** بروزقیامت مخلوق کے اقسام:**

اب ہم سورہ واقعہ کی طرف آتے ہیں اوردیکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نےکس طرح اس سورت کے اندرنیک بختوں اوربدبختوں کی تین قسمیں کردی ہیں: ایک دائیں ہاتھ والے، دوسرا سبقت کرنے

والے اور تیسرا دوزخ والے، اور یہی لوگ بد بخت ہوں گے؛ چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے ان لوگوں کے بدلے کا ذکر کیا ہے جو نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں اور اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں اسی طرح ان کے لیے جو کچھ آخرت میں نعمتیں تیار کی گئی ہیں ان سب کو ذکر کیا ہے؛ یہ پہلی قسم والے ہیں یعنی اللہ کے مقرب بندے جو کہ نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں خواہ وہ عقیدہ کے میدان میں ہو یا منہج اور دعوت کے میدان میں یا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور جہاد کے میدان میں ہو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے میدان میں ہو، یہ ہر میدان میں خیر و بھلائی کرنے میں سب سے آگے رہتے ہیں چنانچہ یہ جنت میں بھی سب سے آگے ہوں گے یعنی جنت کے اندر جو سب سے اعلی مقام ہوگا وہاں یہ فائز ہوں گے۔ اس کے بعد دائیں ہاتھ والے ہوں گے، ان سے مراد متوسط درجہ کے وہ مومن ہیں جو واجبات کو انجام دیتے ہیں اور محرمات سے دور رہتے ہیں نیز مباح اور مکروہ چیزوں سے بچتے ہیں، ان کا مقام پہلے والوں سے کم تر ہوگا لیکن یہ بھی ہمیشہ والی نعمتوں میں ہوں گے۔

جہاں تک بائیں ہاتھ والوں کا تعلق ہے اس سے مراد کفار اور بد بخت لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ [42] وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ [43] لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ [44] إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ [45] وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ [46] وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ [47] أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ) ترجمہ: (وہ) ایک زہریلی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ [42] اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ [43] جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ باعزت۔ [44] بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں پالے ہوئے تھے۔ [45] اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اڑے رہتے تھے۔ [46] اور وہ کہا کرتے تھے کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ [47] اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ [الواقعہ:48]۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے اپنے رسول کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ[49] لَمَجْمُوعُونَ إِلَى مِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ[50] ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ[51] لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ[52] فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ[53] فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ[54] فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے [49] ضرور جمع کئے جائیں گے ایک مقرر دن کے وقت [50] پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو! [51] البتہ کھانے والے ہو تھوہر کا درخت [52]۔ اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو [53] پھر اس پر گرم کھولتا پانی پینے والے ہو [54] پھر پینے والے بھی پیاسے اونٹوں کی طرح [الواقعہ :55]۔

یہ ان بدمست بدبختوں کا بدلہ ہے جو رسولوں کی تکذیب کرتے تھے، یہ دنیا کے اندر خوب اتراتے تھے، شہوتوں میں ڈوبے ہوئے تھے، حق سے اعراض کرتے ہوئے رسولوں کی تکذیب کرتے تھے تو اللہ تعالی نے انہیں اس کا بدلہ دیتے ہوئے سخت عذاب میں مبتلا کر دیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو دین حق پر ثابت قدم رکھے اور ہم سب کو اپنے دوستوں میں بنائے نیز اپنے رسولوں کے پیروکاروں میں شامل کرے ان تمام خیر کے امور میں جنہیں وہ لے کر آئے اور ان تمام برائیوں سے دور رکھے جن سے انہوں نے ڈرایا، کیونکہ ہر نبی نے اپنی قوم کو برائیوں سے ڈرایا ہے اور انہیں خیر کی طرف رہنمائی کی ہے، اسی طرح ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں ہر خیر کی طرف رہنمائی کی ہے اور ہر اس برائی سے ہمیں ڈرایا ہے جو ہمارے دین اور دنیا کے لیے نقصان دہ ہو؛ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم آپ سے محبت کریں اور آپ کی فرمانبرداری کریں اور آپ ہی کی زندگی کو ہم اسوہ اور نمونہ بنائیں، اللہ تعالی آپ کو آپ کی امت کی طرف سے بہتر بدلہ عنایت فرمائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو حق پر ثابت قدم رکھے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

ستائیسویں مجلس

سورہ حدید کے آغاز سے- سورہ تغابن کے آخر تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه و من اتبع هداه، اما بعد:

امید ہے کہ ہم نے سورہ حدید، سورہ مجادلہ، سورہ حشر، سورہ ممتحنہ، سورہ صف، سورہ جمعہ، سورہ منافقون اور سورہ تغابن سے تلاوت کی گئی آیتوں کو سنا اوران سے استفادہ کیا ہوگا۔

یہ عظیم سورتیں ہیں جن کے اندر عقائد مناہج اور اخلاق کی عمدہ باتیں شامل ہیں جن پر ایک مومن چلتا ہے چنانچہ وہ عقائد پر مضبوطی سے ایمان لاتا ہے جیسے کہ علو باری تعالی کا اثبات جیسا کہ سورہ حدید کے اندر آیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالی ہی اول وآخر ہے اور وہی ظاہر اور باطن ہے، وہ ہر چیز سے باخبر ہے، اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے، وہ عرش پر مستوی ہے اور وہ ہمارے ساتھ ہے اپنے علم کے اعتبار سے۔

*پاک طینت صحابہ کا مقام:

اسی سورت کے اندر صحابہ کے مقام کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ فضیلت میں ان کے درجات متفاوت ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض لوگ اسلام لانے میں سبقت کر گئے اور اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں، سو وہ لوگ بعد میں آنے والوں سے زیادہ افضل ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ)

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے۔ ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے [الحدید 10:]۔

اس سے صحابہ کے مقام و مرتبے کا پتہ چلتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے سب کے ساتھ بھلائی کا وعدہ کیا ہے یعنی جنت کا، چنانچہ تمام صحابہ جنتی ہیں رضی اللہ عنہم؛ اس لیے ضروری ہے کہ ہم ان کا احترام کریں ان کی عزت کرے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے انہیں امتیازی اور خصوصی درجہ عنایت فرمایا ہے، اللہ تعالی نے انہیں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے منتخب فرمالیا تھا، وہ نبی جو کہ تمام رسولوں میں سب سے افضل ہیں چنانچہ انہوں نے آپ کی مدد کی، آپ کا ساتھ دیا آپ کی توقیر کی، آپ کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا یہاں تک کہ اپنی جان مال کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا، ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ , قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو۔ اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔“ (صحیح بخاری: 3470)۔

معلوم ہوا کہ ایک صحابی ایک مدغلہ خواہ وہ جو کا ہو یا گیہوں کا، اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور آپ ایک پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرتے ہیں پھر بھی ان کے مقام تک آپ نہیں پہنچ سکتے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ

جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، صحابہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں، انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل جماعت صحابہ کی ہے، اللہ تعالی نے قرآن کریم کے اندر بہت ساری آیتوں میں ان کی مدح سرائی کی ہے، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

چنانچہ سورہ حشر کے اندر جہاں پر اللہ تعالی نے مال فیء اور اسکے مصارف کا ذکر کیا ہے اسی کے معاً بعد صحابہ کرام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: (لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ) ترجمہ: (فیء کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں [الحشر: 8]۔

یہاں مہاجرین اور فقرائے مہاجرین مراد ہیں جبکہ اگلی آیت میں انصار صحابہ مراد ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: اور (ان کے لیے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے [الحشر: 9]۔

اور اگلی آیت میں تابعین اور معروف طریقے سے انکے متبعین مراد ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا

بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ [الحشر:10]۔

اس طرح مذکورہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار صحابہ کی فضیلت بیان کی ہے۔

وہ اپنے اوپر مہاجروں کو ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو، چنانچہ انہوں نے بڑی خوش دلی سے مہاجرین کا استقبال کیا، انکی تکریم کی اور انہیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا، اپنی جائیداد میں انہیں آدھے کا مالک بنادیا، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کیلئے کچھ خاص کرتے تو وہ کہتے کہ نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے بھائیوں کو بھی اس میں شریک کرلیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انکا نام انصار رکھا اور انہیں اس عمدہ صفت سے ممتاز کیا ہے، گرچہ مہاجرین ان سے افضل ہیں۔

*** ولاء اور براء:**

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی صفات کو واضح کیا ہے اور بہت ساری آیتوں میں انکا ذکر کیا ہے بطور خاص سورہ منافقوں کے اندر، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکا ذکر سورہ بقرہ میں، سورہ آل عمران میں، سورہ منافقین اور سورہ توبہ وغیرہ میں کیا ہے، اسی طرح سورہ مجادلہ میں بھی انکا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ کفار سے دوستی کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: (أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ[14] أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہوں نے اس

قوم سے دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے، نہ یہ (منافق) تمہارے ہی ہیں نہ ان کے ہیں باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں [14] اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، تحقیق جو کچھ یہ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں [المجادلہ:15]۔

اور دوسری آیتیں جن میں اللہ نے انکی مذمت کی ہے۔

اللہ نے یہ واضح کیا ہے کہ یہی شیطان کی جماعت ہیں، اور اس شیطانی جماعت کے خسارے کو واضح کیا ہے، اور یہ بھی واضح کیا کہ مومنین اللہ کی جماعت ہیں اور دنیا و آخرت میں یہی کامیاب ہونے والے ہیں ان شاء اللہ، دنیا میں کبھی حجت و برہان کے ذریعے تو کبھی سیف و سنان کے ذریعے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو اور انکے بعد آنے والے لوگوں کو حاصل ہوا، اور وہ اللہ کی جماعت بن کر دنیا میں غالب رہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کیا کہ مومنین اللہ کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں

یہ خدائی لشکر ہے، آگاہ رہو بیشک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں [المجادلہ:22]۔

جو ان صفات سے متصف ہوں ان سے دشمنی اور بغض کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ وہ اللہ کے دشمن ہیں خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا بت پرست کفار، غالی بدعتیوں کا شمار بھی انہی میں ہوگا، یعنی ان سے اور اسی طرح خوارج روافض اور ان کے منہج پر چلنے والوں سے بھی دشمنی کی جائے گی، ان سے بغض کرنے، انہیں ترک کرنے اور ان سے آگاہ کرنے پر سلف کا اتفاق رہا ہے۔

سو آپ لوگ اللہ کی جماعت میں رہیں عقیدہ، منہج، ولاء و براء ہر اعتبار سے، اس وقت بہت ساری تنظیمیں ان اصولوں کے ختم کرنے کی طرف دعوت دیتی ہیں، یہود و نصاریٰ اور اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنے کی طرف بلاتی ہیں، یہ مسلم اور کافر میں کوئی تفریق نہیں کرتی ہیں، انسانیت کی بنیاد پر لوگوں کو اکٹھا کرتی ہیں، اخوت ادیان اور وحدت ادیان کی طرف دعوت دیتی ہیں، بصد افسوس اسی طرح اور بہت ساری شریعت مخالف امور کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

جبکہ اس سے بہت ساری آیتوں کی مخالفت ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [المائدہ:51]۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے ان دشمنوں کیلئے مومنوں کے دلوں میں کوئی جگہ نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ

وَمَا أَمۡلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِن شَيۡءٍ رَّبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَإِلَيۡكَ أَنَبۡنَا وَإِلَيۡكَ الۡمَصِيرُ) ترجمہ: (مسلمانو!) تمہارے لیے حضرت ابراہیم میں اوران کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہوگئی لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لیے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں۔ اے ہمارے پروردگار تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے [الممتحنہ:4]۔

یہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد سے وعدہ تھا آپ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ان کے لیے دعا کریں گے اور اللہ سے سفارش کریں گے لیکن جب ان کی دشمنی واضح ہوگئی تو پھر آپ نے ان سے براءت کرلیا جیسا کہ اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے: (فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنۡهُ إِنَّ إِبۡرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ) ترجمہ: پھر جب اس کے لیے واضح ہوگیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقینا بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔ [التوبہ:114]۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا أَمۡلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِن شَيۡءٍ رَّبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَإِلَيۡكَ أَنَبۡنَا وَإِلَيۡكَ الۡمَصِيرُ[4] رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغۡفِرۡ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنتَ الۡعَزِيزُ الۡحَكِيمُ) ترجمہ: اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں۔ اے ہمارے پروردگار تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے [4]۔ اے ہمارے رب! ہمیں ان لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا جنھوں نے کفر کیا اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب! یقینا تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ [الممتحنہ:5]۔

جب ہم ذلت ورسوائی میں واقع ہوں تو جان لیں کہ یہ اللہ کے دشمنوں کی طرف سے آزمائش ہے جس طرح کی بصد افسوس آج مسلمانوں کا حال ہے کہ یہ دنیاداری میں مشغول ہو گئے اور عینہ کی تجارت میں لگ گئے، گائے کے دموں کو پکڑلیا اور سودی لین دین کرنے لگے، عقائد اور مناہج میں اختلاف کیا تو اللہ تعالی نے ان پر دشمنوں کو مسلط کر دیا چنانچہ اب اس ذلت ورسوائی سے نکلنے اور پہلے کی شان وشوکت اور سربلندی کی طرف واپس جانے کا واحد راستہ یہی ہے یہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں، حقیقی طور پر اللہ کی جماعت بن جائیں عقیدہ، منہج، ولاء اور براء ہر اعتبار سے، پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ) ترجمہ: بلا شبہ یقینا تمھارے لیے ان میں اچھا نمونہ تھا، اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور جو کوئی منہ پھیرے تو یقینا اللہ ہی وہ ذات ہے جو بے پرواہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ [الممتحنہ:6]۔

سو اللہ کے نیک بندوں میں سے رہو اور اس کے انبیاء اور نبی کے ساتھیوں کے سچے پیروکار بن جاؤ، اصولوں اور بنیادوں میں ہر اعتبار سے سچائی کا مظاہرہ کرو، انہی میں سے ولاء اور براء بھی ہے، اس وقت یہ اصول مسلمانوں کے درمیان ختم ہوتا نظر آرہا ہے، آپ دیکھیں گے کہ بہت سارے مسلمان یورپ کے اندر ذلیل ورسوا اور تابع مہمل بن کر زندگی گزار رہے ہیں بلکہ انہوں نے بصد افسوس اللہ کے دشمنوں سے دوستی بنا رکھی ہے، اور یہ بلاد کفر میں جینے کا نتیجہ ہے؛ کیونکہ ان کی اکثریت انتہائی ذلت ورسوائی کی زندگی گزار رہی ہے۔

حالانکہ اللہ ہی رازق اور خالق ہے ساری طاقت کا مالک وہی ہے، یہ لوگ دنیا کمانے کی خاطر بلاد کفر کی طرف ہجرت کر جاتے ہیں نہ کہ اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے، دراصل ہجرت دیار کفر سے دیار اسلام کی طرف ہوتی ہے تاکہ اللہ کے دین کی مدد کی جائے اور اللہ کے نیک بندوں کی مدد کی جائے۔

اور جہاں تک دیار اسلام سے دیار کفر کی طرف سامان دنیا کمانے کی خاطر ہجرت کرنے کا تعلق ہے تو یہ ان چیزوں میں سے ہے جن سے اللہ راضی نہیں ہوتا ہے؛ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں سے اپنی براءت کا اظہار کیا ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى خَثْعَمٍ فَاعْتَصَمَ نَاسٌ مِنْهُمْ بِالسُّجُودِ فَأَسْرَعَ فِيهِمُ الْقَتْلَ، قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: " أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ؟ قَالَ: لَا تَرَاءَى نَارَاهُمَا".

ترجمہ: سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خثعم کی جانب ایک سریہ بھیجا تو ان کے کچھ لوگوں نے سجدہ کر کے بچنا چاہا پھر بھی لوگوں نے انہیں قتل کرنے میں جلد بازی کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے ان کے لیے نصف دیت ا کا حکم دیا اور فرمایا: "میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے"، لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دونوں کی (یعنی اسلام اور کفر کی) آگ ایک ساتھ نہیں رہ سکتی"۔ (سنن ابی داود: 2645)۔

سو اے نوجوانو! اللہ سے ڈرو اور اپنے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور اللہ پر بھروسہ رکھو؛ کیونکہ اللہ تعالی ہی روزی دینے والا طاقتور ہے، بلاد اسلام کے اندر زندگی گزارو یہاں تک کہ اللہ سربلندی عطا فرمائے، دعا ہے کہ اللہ تعالی اسے پورا کرے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

اٹھائیسویں مجلس

سورہ طلاق کے آغاز سے۔سورہ القیامہ کے آخر تک

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اتبع هداه، اما بعد:

*تدبر قرآن کی دعوت:

بہت ساری سورتوں سے آپ نے آیات کریمہ کی تلاوت سنی جن کے اندر بہت ساری عبرتیں اور نصیحتیں مضمر ہیں، ساتھ ہی ان میں وعدو عید بھی پائے جاتے ہیں ان کے اندر دنیا میں کافروں کی ہلاکت اور تباہی کا بھی بیان ہے اور آخرت میں ان کے بھیانک انجام کا بھی ذکر ہے؛ اس لیے میرے بھائیو! عبرت اور نصیحت حاصل کرو، امید ہے کہ آپ قرآن کریم کی پابندی کے ساتھ تلاوت کرتے ہوں گے اور اس کے اندر غور وفکر کر کے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوں گے،ان میں جو احکامات اور محرمات ہیں ان پر غور کرتے ہوں گے؛ احکامات کی پابندی اور محرمات سے اجتناب کرتے ہوں گے؛ کیونکہ اسی سے دلوں کی اصلاح ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے دنیا وآخرت میں سعادت مندی کو پسند فرمایا ہے۔

*بروز قیامت کفار کا انجام:

سورہ حاقہ کے اندر اللہ تعالی نے قوم عاد اور قوم ثمود کے انجام کا ذکر کیا ہے؛ اللہ تعالی نے ایک زوردار چیخ کے ذریعے قوم ثمود کو ہلاک کر دیا اور تیز وتند آندھی کے ذریعے قوم عاد کو ہلاک کر دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ[6] سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ[7] فَهَلْ

تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ) ترجمہ: اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ [6] اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔ [7] تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟ [الحاقہ:8]

۔اسی طرح اللہ تعالی نے فرعون کے انجام کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ واضح کیا کہ اسے کیسے ہلاک کیا، اسی طرح صور پھونکے جانے کا بھی ذکر کیا ہے، قیامت کے تعلق سے احکامات اور اس کی ہولناکیوں کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ کہ اس وقت کیسے آسمان پھٹ جائے گا، اللہ کا عرش لایا جائے گا، اور ساتھ ہی مومنوں اور کافروں کے انجام کو بھی بیان کیا ہے کہ کیسے ایک مومن کے نامہ اعمال کو اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ [19] إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ [20] فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ [21] فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ [22] قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ [23] كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ) ترجمہ: سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لو پکڑو، میرا اعمال نامہ پڑھو۔ [19] یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ [20] پس وہ ایک خوشی والی زندگی میں ہوگا۔ [21] ایک بلند جنت میں۔ [22] جس کے میوے قریب ہوں گے۔ [23] کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کی وجہ سے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔ [الحاقہ:24]۔

یہ ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر ہوگا؛ ایک مومن کو نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اسے دیکھے گا جو نیکیوں سے بھرا ہوا ہوگا، اللہ تعالی نے بدیوں کو ختم کر دیا ہوگا جسے دیکھ کر بندہ بہت خوش ہوگا اور اپنے مومن بھائیوں سے کہتا پھرے گا کہ آؤ اور میرے نامہ اعمال کو تم بھی پڑھو۔

اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:(وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَه [الحاقہ:25]۔ وہ اس وقت ندامت اور حسرت وافسوس کا اظہار کرے گا اور تکلیف میں مبتلا ہوگا وہ کہے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے نقل کیا ہے:(وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ[25] وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ[26] يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ) ترجمہ: اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ [25] اور میں نہ جانتا میرا احساب کیا ہے۔ [26] اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ [27]۔یعنی وہ تمنا کرے گا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو جاتا ہے دوبارہ نہ اسے لوٹایا جاتا اور نہ ہی وہ واپس آتا اس دن کے خوف سے ایسا وہ کہے گا۔

آگے اللہ تعالی نے فرمایا:(مَا أَغْنَى عَنِّي مَالِيَهْ[28] هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ) ترجمہ: میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ [28] میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔ [الحاقہ:29]۔

یہ سارا مال و دولت یہ جائیداد یہ سلطنت یہ عظیم بادشاہت یہ خدم وحشم، یہ لشکر جرار ان میں سے کوئی بھی کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچائے گا، وہ تنہا اکیلے اللہ تعالی سے ملاقات کرے گا اللہ تعالی اس کا حساب وکتاب لے گا اور اسے ذلیل ورسوا کرے گا اسے تنبیہ کرے گا اور سخت عذاب سے دوچار کرے گا؛ کیونکہ وہ اللہ کا انکار کرتا تھا، تکبر اور گھمنڈ کرتا تھا اللہ کے مومن بندوں کے سامنے اتراتا تھا رسولوں اور نبیوں کا مذاق اڑاتا تھا چنانچہ اللہ تعالی فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے پکڑ کر زنجیروں میں جکڑ دو اور جہنم میں ڈال دو جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا[12] وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا) ترجمہ: بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ۔ [12] اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا اور درد ناک عذاب۔ [المزمل:13]۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے :(خُذُوهُ فَغُلُّوهُ[30] ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ[31] ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ) ترجمہ: اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنادو۔ [30] پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ [31] پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کردو۔ [الحاقہ:32]۔ یہ دوزخ کی آگ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اسکی علت بتاتے ہوئے آگے آلہ تعالیٰ نے فرمایا: (إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ) ترجمہ : بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ [الحاقہ:33]۔

وہ نہ تو اللہ پر ایمان لاتا ہے نہ ہی اس کے فرشتوں پر، نہ ہی اس کی کتابوں پر اور نہ ہی اس کے رسولوں پر، اس نے رسولوں کو جھٹلایا کتابوں کو جھٹلایا، قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ[33] وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ) ترجمہ: بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ [33] اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ [الحاقہ:34] یعنی نہ تو وہ اللہ کے حق کو ادا کرتا تھا اور نہ ہی اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرتا تھا اس کے اندر ذرا بھی رحمت نہیں پائی جاتی تھی جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو اس کے بندوں پر رحم کرتے ہیں؛ اسی لیے یہ لوگ رحمت کے مستحق نہیں ہیں۔

مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ) ترجمہ: سو آج یہاں نہ اس کا کوئی دلی دوست ہے۔ [الحاقہ:35] یعنی وہاں پر اس کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی قریبی رشتہ دار جو اس کا دفاع کرے اور اس کی سفارش کرے اور اسے مصیبت سے نجات دلائے بلکہ اگر اس کے حق میں تمام انبیاء مل کر بھی سفارش کر دیں تب بھی اس کے حق میں سفارش قبول نہیں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ) ترجمہ: پس انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔ [المدثر:48]۔

چنانچہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن آئیں گے اور اپنے والد کے لیے سفارش کریں گے مگر ان کی بھی سفارش قبول نہیں ہوگی اسی لیے اس کافر کے حق میں اگر تمام انبیاء مل کر بھی سفارش کریں تب بھی اس کے حق میں اللہ ان کی سفارش کو قبول نہیں کرے گا حالانکہ مخلوق میں یہ سب سے افضل ہیں پھر بھی ان کی سفارش کافروں کے حق میں اللہ قبول نہیں کرے گا اللہ تعالی نے فرمایا: (وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ) ترجمہ: اور نہ کوئی دلی دوست۔ [الشعراء: 101]۔

اللہ تعالی اسے پورا پورا بدلہ دے دے گا، ہر کوئی اس سے اپنا پہلو جھاڑ لے گا اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے دوزخ میں چلا جائے گا ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ) ترجمہ: اور نہ اس کے لیے زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا ہے۔ [الحاقة: 36]۔

یہی اس کا کھانا ہوگا، اس کی کئی تفسیر کی گئی ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مراد دوزخیوں کا پیپ ہے یعنی بدبودار کھانا، اسی طرح ان کا کھانا زقوم ہوگا، ہم کافروں اور ان مجرموں کے انجام سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو اس دن کے شر سے بچائے اور ہم سب کو اپنے مخلص مومن بندوں میں بنائے اور ہم سب کو نجات پانے والوں میں شامل کرے، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

ملحق مجالس 1426ھ

مجالس تذکیریہ فی تفسیر آیات قرآنیہ

تالیف:

دکتور ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ

ترجمہ:

د/ اجمل منظور المدنی

*سورہ فاتحہ کے معنی مفاہیم کا ایک سرسری جائزہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، وعلی آلہ وصحبہ ومن اتبع هداه، اما بعد:

شیخ ربیع مدخلی حفظہ اللہ نے کسی مناسبت (حج 1426ھ) سے توحید کے مسئلے پر گفتگو فرمائی تھی اسی دوران آپ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر پر بھی کلام کرتے ہوئے فرمایا تھا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم سے فرمایا: (وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ) ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو سات آیتیں دے رکھی ہیں کہ دہرائی جاتی ہیں اور عظیم قرآن بھی دے رکھا ہے [الحجر:87]۔

سبع مثانی سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے سورہ فاتحہ مراد ہے جو کہ ام القرآن ہے؟ اس لیے کہ یہ حقیقت میں ام القرآن ہے کیونکہ اسکے اندر تمام عقائد و اعمال پائے جاتے ہیں جن پر قرآن مشتمل ہے؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ یہ سبع مثانی ہے یعنی سات دہرائی جانے والی آیتیں ہیں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی چیز کی خبر دی ہے چنانچہ آپ نے اسی چیز کی خبر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دی ہے کہ سبع مثانی سے مراد یہ عظیم سورت ہے جس کے اندر توحید کی ساری قسمیں، اعمال صالحہ، آخرت اور نبوت پر ایمان لانا سب شامل ہے، یہ بہت ہی عظیم سورت ہے؛ اسی لیے اس کا نام ام القرآن ہے، اور کسی چیز کی ماں جب کہا جاتا ہے تو مطلب اس کی بنیاد ہوتی ہے جیسے کہ مکہ کو ام القری کہا جاتا ہے اسی طرح سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہا جاتا ہے یعنی یہ سورت قرآن کی بنیاد ہے، اس کے اندر قرآن کے تمام معانی پائی جاتے ہیں، توحید احکام عبادت ساری قسمیں اس سورت کے اندر

شامل ہیں:

-بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس آیت کے اندر توحید اسماء وصفات پایا جاتا ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا:

-الحمد للہ رب العالمین

اس آیت کے اندر توحید ربوبیت کا اثبات ہے؛ چنانچہ قرآن کے اندر وارد آیات اور سنت کے اندر وارد احادیث اس بات پر صریح طور سے دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی ہی تمام جہان کا پروردگار اور اس کائنات کا خالق اور اس کا مدبر ہے، اور یہ سب اس آیت کے تحت شامل ہے چنانچہ یہاں تمام جہان کے رب سے مراد ان کا آقا مالک اور خالق ہے، اور سید کائنات سے مراد اس کا منتظم کار اور مدبر ہے چنانچہ ساری مخلوقات (العالمین) کے تحت داخل ہیں۔

چنانچہ توحید ربوبیت اپنی تمام آیات و احادیث کے ساتھ اللہ تعالی کے اس قول کو شامل ہے: (الحمد للہ رب العالمین) ساری تعریفیں صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہیں وہی ساری تعریفوں کا مالک اور مستحق ہے، آخر ایسا کیوں؟ اس لیے کہ وہ رب العالمین ہے، وہ سب کا آقا خالق مدبر اور رازق ہے، وہ تمام عظیم معانی کو شامل ہے جو اس آیت میں مضمر ہیں۔

-آگے اللہ تعالی نے فرمایا: الرحمن الرحیم : یہ آیت توحید اسماء وصفات کو شامل ہے اس لیے کہ رحمت جو کہ ہر چیز کو عام ہے اس سے وہی متصف ہوسکتا ہے جو ہر طرح سے کامل ہو؛ قدرت، ارادہ، علم، کلام اور اس طرح کے دیگر اوصاف کاملہ، چنانچہ تمام اسماء اور صفات کو یہ آیت شامل ہے۔

-آگے اللہ تعالی نے فرمایا: مالك يوم الدين: اللہ تعالی دنیا اور آخرت دونوں جہان کا مالک ہے، یہاں یوم الدین سے مراد دوبارہ اٹھائے جانے کا دن ہے جس دن کہ حساب کتاب لیا جائے گا اور بدلہ اور سزا دیا جائے گا، یہ اصول ایمان کا حصہ ہے۔

دوبارہ اٹھائے جانے اور جزاوسزا کا دن یہ ایمان کا ایک رکن ہے اس پر اللہ تعالی کا یہ قول واضح طور پر دلالت کرتا ہے: (مالک یوم الدین)؛ کیونکہ ایمان کہتے ہیں کہ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لایا جائے۔

-اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا: اياك نعبد و اياك نستعين: یہ آیت توحید عبادت کو شامل ہے اس کی تمام قسموں کے ساتھ۔

-اياك نعبد: یہ ترکیب اختصاص اور حصر پر دلالت کرتی ہے، ساری عبادت اللہ کے لیے ہے، عبادت کی کوئی بھی قسم اس سے باہر نہیں نکل سکتی اور اس میں سے ذرہ برابر بھی غیر اللہ کی طرف پھیرنا کسی طور جائز نہیں ہے، اسلئے کہ عبادت صرف اللہ کا حق ہے وہ اسی کے ساتھ خاص ہے چنانچہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کسی کی بھی عبادت نہیں کی جائے گی۔

چنانچہ جب اللہ تعالی نے (اياك نعبد و اياك نستعين) کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سوا اور کسی سے مدد نہیں مانگی جائے گی؛ اس لیے اگر کوئی غیر اللہ کی پرستش کرے تو وہ کھلا شرک ہے اسی طرح جو غیر اللہ سے مدد مانگے تو وہ بھی کھلا شرک ہے، اللہ کے علاوہ کسی دوسری مخلوق سے کسی ایسی چیز میں مدد مانگنا جس پر وہ قادر نہ ہو یہی اللہ کے ساتھ شرک ہے، ہاں اگر مخلوق کسی چیز پر قادر رہے تو اس تعلق سے مدد مانگنا جائز ہے جیسے کہ وہ سامنے موجود ہو آپ اس سے کہیں کہ ایک گلاس پانی دے دیں، میرا کپڑا اٹھا کر دے دیں، فلاں چیز مجھے دے دیں تو استعانت کی یہ صورتیں جائز ہیں، اس لیے نیکی اور تقوی کی بنیاد پر ایسی چیزوں میں ایک دوسرے سے مدد کرنا جائز ہے جن پر انسان قادر ہوتے ہیں البتہ جہاں تک مخلوق سے ایسی چیزوں میں مدد مانگنا جن پر اللہ کے سوا کوئی دوسرا قادر نہ ہو تو یہ اللہ کے ساتھ کھلا شرک ہوگا ایسی چیزوں میں صرف اللہ ہی سے مدد مانگی جائے گی جیسا کہ درج ذیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، " إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا، آپ نے فرمایا: "اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تو مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں"۔ (سنن ترمذی:2516)۔

اللہ تعالی نے فرمایا: (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ) ترجمہ: اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے [غافر:60]۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ

الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ) ترجمہ: جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے [البقرہ:186]۔

اس لیے ہم صرف اللہ کی عبادت کریں گے تمام عظیم امور میں اسی سے مدد مانگیں گے ان تمام چیزوں میں جن پر انسان قادر نہیں ہوتے بلکہ دنیا کا کوئی بھی فرد اس پر قادر نہیں ہوتا وہ صرف اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے چنانچہ ان امور میں صرف اللہ ہی سے مدد مانگی جائے گی، لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ بندوں کے پاس کسی چیز پر کوئی نہ تو قدرت ہے اور نہ طاقت ہے مگر اللہ ہی کی اجازت اور اس کی مدد سے، یعنی ہم اس کی طاقت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے، معلوم ہوا کہ ہمیں اللہ ہی سے مدد طلب کرنی چاہیے، ہم کمزور ہیں محتاج ہیں اور عاجز ہیں کوئی دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا اللہ کی طاقت کے علاوہ اور کوئی طاقت نہیں ہے، کسی بھی فعل کے انجام دینے میں اسی کی طاقت کی ضرورت ہے، ایک مومن کا دل اسی طرح ہونا چاہیے اللہ رب العالمین کا مراقبہ کرنے میں اور اس کے ساتھ رابطہ کو بنائے رکھنے میں، وہ ہمیشہ یہ محسوس کرے کہ وہ ایک کمزور اور محتاج بندہ ہے اور یہ کہ تمام بندے کمزور ہیں، اگر سب مل کر اکٹھا ہو جائیں اور اس کے لیے کچھ پیش کرنا چاہیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے مقدر کر رکھا ہے، اسے اتنا ہی نفع پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ تعالی نے لکھ دیا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جان لو اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔

ایک مومن مشکل وقت میں اللہ ہی کی پناہ میں آتا ہے اور اسی سے مدد مانگتا ہے وہ تقدیر پر ایمان

لاتا ہے اور مصیبتوں اور پریشانیوں کے وقت ہی تقدیر پر ایمان لانے کا نتیجہ سامنے آتا ہے۔ اللہ پر ایمان لانا، اس کے وسیع علم پر اور اس کی تقدیر پر ایمان لانا اور یہ کہ انسان کو جو بھی اچھائی اور برائی لاحق ہوتی ہے وہ اللہ کی مشیت ہی سے ہوتی ہے یہ ایک مومن بندے کے یہاں ظاہر ہوتا ہے؛ کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس چیز کو اس کے حق میں مقدر کر رکھا ہے اور اللہ تعالی نے اس کے حق میں ایسا ہی چاہا ہے ارشاد باری تعالی ہے: (مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ [22] لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ) ترجمہ: نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے [22] تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ، اور اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا [الحدید:23]۔

چنانچہ جو تقدیر پر صحیح ایمان رکھتا ہے اسے نہ تو کسی چیز کا کوئی غم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز پر افسوس کرتا ہے، ہاں اگر اس سے کوئی چیز فوت ہو جائے کسی چیز میں خسارہ ہو جائے جیسے کہ مال و اولاد وغیرہ میں تو وہ اس پر کوئی غم نہیں کرتا ہاں یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے وہ رنجیدہ خاطر ضرور ہوتا ہے لیکن وہ اسی وقت صبر کرتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے اس مصیبت کے بدلہ کا منتظر رہتا ہے چنانچہ جس کا یہ حال ہو کبھی بھی وہ خسارے میں نہیں ہوتا ہے ارشاد باری تعالی ہے: (وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ [155] الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ [156] أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ) ترجمہ: اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے [155] جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالی کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں [156] ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی

لوگ ہدایت یافتہ ہیں [البقرہ:157]۔

جو ان آیتوں اور ان معانی پر غور کرے گا دنیا اس کے لیے بڑی ہلکی ہو جائے گی، دنیا کی ساری چیزوں میں اگر اسے خسارہ ہو جائے تو بھی اسے کوئی افسوس نہیں ہوگا اور اگر اللہ کے فضل و کرم اور اس کے جود وسخا سے اسے کچھ حاصل ہو جائے تو اس پر وہ ذرا بھی اترائے گا نہیں ارشاد باری تعالی ہے: (لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ) ترجمہ: تاکہ جو (مطلب) تم سے فوت ہو گیا ہو اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔ اور خدا کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا (الحدید :23)۔

بہت سارے لوگ اس دنیا پر نازاں و فرحاں ہوتے ہیں اتراتے ہیں اور گھمنڈ کرتے ہیں، اور یہ بھول جاتے ہیں اللہ تعالی نے انہیں اس آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ اس کا شکریہ ادا کریں یا اس کی ناشکری کریں جیسا کہ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے نقل کیا ہے: (قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ) ترجمہ: تو اس نے کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں، یا ناشکری کرتا ہوں اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقینا میرا رب بہت بے پروا، بہت کرم والا ہے۔ [النمل:40]۔

ایک مومن کو مصیبت کے وقت اور نعمتوں کے وقت ہر حال میں اس بات کا احساس ہوتا ہے اور اسے یہ احساس کرنا بھی چاہیے اللہ تعالی ہی اسے آزمائش میں ڈالتا ہے نعمتوں کو دے کر یا مصیبتوں میں مبتلا کر کے اب اس کے اوپر ہے کہ وہ یا تو شکریہ ادا کرے یا ناشکری کرے، ایک مومن بندہ اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے اللہ کی نعمتوں پر وہ تھوڑی ہوں یا زیادہ ان پر وہ اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہے اور ان تمام نعمتوں کو اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرتا ہے، انہیں اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق خرچ نہیں کرتا ہے اس لیے کہ

اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ نعمتیں یہ مال و دولت اللہ کے لیے ہے، اس نے اسے ان میں جانشین بنایا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے، یہ آپ کی دولت نہیں ہے اسی لیے ایک دن اللہ تعالی آپ سے بادشاہت خدم وحشم اور دولت سب کچھ چھین لیتا ہے اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ محتاج ہو جاتے ہیں آپ کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے، آپ کے اختیار میں آپ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ آپ بھی اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور جو کچھ اللہ تعالی نے آپ کی ملکیت میں دے رکھا ہے آپ کے زیر تحویل جو بھی چیز ہے وہ سب اللہ کی ملکیت ہیں اور وہ سب اسی کے فضل و کرم سے ہے، اللہ تعالی نے نعمتوں سے مال و دولت سے دنیا کی تمام چیزوں سے آپ کو نوازا ہے امتحان اور آزمائش کے لیے تاکہ وہ دیکھے کہ ان پر آپ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری کرتے ہیں۔

ایک مومن کو ایسے ہی ہونا چاہیے اسے ان تمام چیزوں کا احساس ہونا چاہیے کہ ساری چیزیں اللہ کی طرف واپس ہو جائیں گی، مال و دولت کا حقیقی مالک وہی ہے ساری بادشاہت اسی کی ہے؛ اس لیے عبادت بھی صرف اسی کی ہونی چاہیے مدد صرف اسی سے مانگنی چاہیے ایک مومن کا یہی حال ہوتا ہے۔

ضروری ہے کہ ایک مومن کا دل ان معانی سے بھرا ہوا ہو ہر وقت وہ انہیں یاد رکھے اس کے دل پر شیطان کا غلبہ نہ ہو کہ وہ اسے اللہ کے ذکر سے غافل کر دے اور ان معانی کو بھلا دے، اسی طرح ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے اندر تقویت پیدا ہوتی ہے، اعمال صالحہ اچھی فکر، تدبر اور اللہ کے مراقبہ کے ذریعے ایمان مضبوط ہوتا ہے، ایمان صادق یہ ہے کہ یہ یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالی ہر چیز کا رب ہے، ہر چیز کا وہ مالک ہے، ہر چیز کا وہ نگہبان ہے وہی سب کچھ دینے والا ہے اور وہی واپس لینے والا ہے نفع اور نقصان کا مالک تنہا وہی ہے۔

یہ توحید کی قسمیں تھیں جن کو میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا۔

- پھر اس کے بعد آگے اللہ تعالی نے فرمایا: اهدنا الصراط المستقيم

یعنی ہم ہدایت صرف اللہ سے طلب کریں؛ کیونکہ ہم نے یہ جان لیا کہ قیامت کے دن کا مالک صرف اللہ تعالی ہے اور یہ کہ عبادت اسی کے لیے خاص ہے ہم سب اس کے محتاج ہیں کسی طور بھی ہم اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے؛ اس لیے ضروری ہے کہ ہم ہدایت صرف اللہ سے طلب کریں۔ چنانچہ یہ ساری چیزیں (الحمد للہ رب العالمین) سے لے کر یہاں تک سب مقدمات تھے، گویا اللہ کی طرف سے یہ رہنمائی ہے کہ ان تمام چیزوں کو ہم اللہ کے سامنے وسیلہ بنائیں۔

چنانچہ ایک مومن اللہ کے اسماء وصفات کو وسیلہ بناتا ہے، اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کا وسیلہ بناتا ہے، اس سورت کے شروع ہی سے اللہ کی ربوبیت اس کے اسماء وصفات پر ایمان لانے کو ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ حساب وکتاب کے دن یعنی قیامت کے دن کا وہی مالک ہے، اس کے اندر یہ اعتراف بھی ہے کہ وہی معبود برحق ہے صرف اسی سے مدد مانگ سکتے ہیں ان امور کو ایمان اور اعمال صالح کہتے ہیں، ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم اللہ کے اسماء وصفات اور اعمال صالحہ کے ذریعے وسیلہ پکڑیں؛ اسی لیے اللہ تعالی نے بعد میں کہا: اھدنا الصراط المستقیم۔

بہت سارے مسلمان حتی کہ جو اپنے آپ کو علم کی طرف منسوب کرتے ہیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ وسیلے کے ان جائز اقسام سے واقف نہیں ہوتے کہ جنہیں اللہ نے جائز قرار دیا ہے شیطان انہیں ایسے وسیلوں کی طرف لے جاتا ہے جو ممنوع اور بدعتی ہوتے ہیں جیسے کہ انسان اپنے ایمان اور اللہ کے اسماء وصفات اور اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پکڑے، اس تعلق سے احادیث بھی وارد ہیں اور آیات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔

یعنی ہم اللہ پر، اس کے اسماء وصفات پر، اس کی ربوبیت پر ایمان لائیں کہ وہی حساب وکتاب کے دن کا مالک ہے اور یہ اعتراف کریں کہ وہی معبود برحق ہے، صرف اسی سے مدد مانگی جا سکتی ہے، یہ سب ایمان اور اعمال صالحہ کا حصہ ہے، اس کے بعد ہم اس سے دعا کرتے ہیں جو کہ سب سے عظیم وسیلہ

ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں: ہمارے رب! ہمیں تو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دے، اس طرح آپ روزانہ اپنی ہر نماز میں اللہ کا وسیلہ پکڑتے ہیں لیکن آپ کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ آپ کے پاس وسیلہ پکڑنے کی سب سے عظیم چیز موجود ہے۔

جہاں تک بدعتی وسیلوں کا تعلق ہے تو اس کی مثال یہ ہے کہ آپ کہیں کہ اے میرے رب! فلاں کے جاہ ومقام کے وسیلے سے یا فلاں کے حق کے وسیلے سے مجھے معاف فرما دے، پھر یہی بدعتی وسیلہ آپ کو شیطان یہاں تک پہنچا دیتا ہے کہ آپ بذات خود اس شخص کو پکارنے لگتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ اے بدوی اے رفاعی اے فلاں میری مدد کرو۔ پھر یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ صرف اللہ کو پکارنا چاہیے، مصیبتوں میں صرف اسی کی پناہ مانگنی چاہیے، چنانچہ اللہ سے ایسی چیزوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں جن کی انہیں اجازت نہیں اور نہ ہی اللہ نے اسے مشروع کیا ہے!!

جب آپ اس سورت کو پڑھ رہے ہوتے ہیں اور ان معانی کا ادراک کر رہے ہوتے ہیں تو آپ آپ کو اس وقت یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ایک عظیم اور واضح وسیلہ پکڑ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا) ترجمہ: اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔ (الاعراف:180) ۔مثلاً آپ کہیں کہ میرے رب! میں تیری عزت، تیرے کرم اور جود وسخا کا وسیلہ پکڑتے ہیں، اسی طرح تیرے نیک ناموں کا وسیلہ پکڑتے ہوئے کہتے ہیں: اے عزیز، اے کریم ہمیں عزت دے۔ یہ سب اسکے اچھے نام ہیں، انہیں سے اسے پکارو یعنی انکا وسیلہ پکڑو۔

معلوم ہوا کہ اس آیت میں وسیلہ پکڑنا سکھایا گیا ہے اور اسکے علاوہ بھی بہت ساری آیتیں ہیں جن کے اندر مشروع وسیلے کا ذکر آیا ہے جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) ترجمہ: وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے

پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ [آل عمران 191:]۔

اس آیت کے اندر عظیم وسیلے کا ذکر ہے: (يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا) یہ عمل ھے، (وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ) یہ بھی عمل ھے، (وَيَتَفَكَّرُونَ) یعنی وہ اس بات پر غور کرتے ہیں کہ اللہ ہی اس کائنات کا مالک، اسکا خالق اور رازق ہے، اللہ تعالی نے اس عظیم کائنات کو فضول میں پیدا نہیں کیا ہے، پھر آگے فرمایا (فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) یعنی پہلے اپنے ایمان اور عمل صالح کا وسیلہ پکڑا پھر اللہ سے دعا کی، اس طرح مشروع وسیلے کا ذکر قرآن وسنت کے اندر بھرا پڑا ہے۔

جبکہ بدعتی اور ناجائز وسیلے کی کتاب اللہ اور سنت رسول میں کوئی اصل نہیں ہے، اہل بدعت اپنے بدعتی وسیلے پر ایک نابینا صحابی کے درج ذیل واقعے سے استدلال کرتے ہیں جبکہ وہ روایت متکلم فیہ ہے، کچھ لوگوں نے اسے حسن کہا ہے اور کچھ لوگوں نے اسے ضعیف کہا ہے، اور اگر اسے صحیح ہی مان لیا جائے تو یہ روایت خود ان بدعتیوں کے خلاف حجت ہے نا کہ انکے حق میں!

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَنِي، قَالَ: " إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ "، قَالَ: فَادْعُهُ، قَالَ: فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ وَيَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ: " اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ، مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى لِيَ، اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ ".

ترجمہ: سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: آپ دعا فرما دیجئیے کہ اللہ مجھے عافیت دے، آپ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں دعا

کروں اور اگر چاہو تو صبر کیے رہو، کیونکہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر (وسود مند) ہے"۔ اس نے کہا: دعا ہی کر دیجئیے، تو آپ نے اسے حکم دیا کہ "وہ وضو کرے، اور اچھی طرح سے وضو کرے اور یہ دعا پڑھ کر دعا کرے:" اللهم إني أسألك وأتوجه إليك بنبيك محمد نبي الرحمة إني توجهت بك إلى ربي في حاجتي هذه لتقضى لي اللهم فشفعه " "اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی محمد جو نبی رحمت ہیں کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، میں نے آپ کے واسطہ سے اپنی اس ضرورت میں اپنے رب کی طرف توجہ کی ہے تا کہ تو اے اللہ! میری یہ ضرورت پوری کر دے تو اے اللہ تو میرے بارے میں ان کی شفاعت قبول کر۔ (سنن ترمذی: 3578)۔ سنن نسائی میں ہیکہ پھر وہ شخص واپس گیا اس حال میں کہ اللہ نے اس کی بینائی واپس کر دی۔

اس شخص نے اسباب پر عمل کیا؛ اسے معلوم تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل البشر ہیں، اور آپ کی دعوت مقبول ہوتی ہے اسی لیے وہ آپ کے پاس آیا اور دعا کی درخواست کی یہ کہتے ہوئے کہ اللہ سے دعا کر دیں کہ وہ میری بینائی واپس کر دے، اس وقت اس نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ کے رسول اپنے جاہ ومقام سے دعا کریں، یا یہ کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاہ ومقام کے وسیلے سے دع مانگ لی، بلکہ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر دعا کی درخواست کی اور عرض کیا کہ میرے لیے اللہ سے دعا کر دیں، تو اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں دعا کروں اور اگر چاہو تو صبر کیے رہو، کیونکہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر (وسود مند) ہے، یعنی آپ نے اسے اختیار دیا کہ یا تو تم صبر کرو اللہ جنت میں اسکے بدلے دو آنکھیں عطا کرے گا یا اگر چاہو تو میں دعا کر دوں اللہ تمہاری بینائی واپس کر دے گا، تو اس نے عرض کیا کہ دعا کر دیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس میں ان بدعتیوں کیلئے کوئی دلیل ہے یا یہ انھیں کے خلاف حجت ہے؟! جی ہاں، یہ انھیں کے خلاف حجت ہے، یہ تو اسے اپنے حق میں حجت مانتے ہیں جبکہ یہ اسکا مفہوم ہی نہیں

جانتے یا یہ مغالطے سے کام لیتے ہیں!!

اس واقعے سے واضح ہے کہ اس بندے نے آپ سے دعا ہی کی درخواست کی تھی، آپ کی ذات سے یا آپ کے جاہ ومقام سے اس نے وسیلہ نہیں پکڑا تھا، اگر اس طرح کا وسیلہ پکڑنا جائز ہوتا تو وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسے آنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی، مگر شریعت میں نہ تو یہ پایا جاتا ہے اور نہ ہی صحابہ نے اسکا اعتراف کیا اور نہ ہی کبھی علمائے سنت نے اسکا اعتراف کیا ہے، یہ سب بدعتی وسیلے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب باحیات تھے تو صحابہ آپ سے دعا کی درخواست کرتے تھے جیسے کہ نابینا صحابی کے اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے، اس طرح یہ حدیث انکے خلاف حجت ہے، چنانچہ جب قحط سالی پڑتی تو صحابہ آپ سے دعا کی درخواست کرتے تھے یعنی بارش کیلئے دعا کرواتے تھے۔

صحابہ کرام مسجدوں میں یا اپنے گھروں میں بیٹھ کر یہ نہیں کہتے تھے کہ اے میرے رب! محمد کے جاہ ومقام کے وسیلے سے مجھے شفا دے، اور نہ ہی وہ ایسا عقیدہ رکھتے تھے اور نہ ہی وہ ایسا کرتے تھے؛ کیونکہ یہ سب خرافاتیوں کا طریقہ ہے!

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں یا مومنین ہوں سب ایک دوسرے کیلئے دعا کرتے ہیں؛ یہ جائز ہے کہ آپ مومنوں کیلئے دعا کریں خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے [الحشر: 10]۔

اسی طرح مردوں کے پاس جا کر ان پر سلام پیش کریں گے اور انکے حق میں دعا کریں گے۔

اس وقت بہت سارے لوگ مردوں کے پاس جا کر ان سے استغاثہ کرتے ہیں اور اسکا وسیلہ پکڑتے ہیں!! جبکہ وہ خود اس بات کے محتاج ہوتے ہیں کہ انکے حق میں دعا کی جائے، مردے تو قبروں کی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں اور بلا شبہ وہ زندہ مومنوں کی دعاؤں سے استفادہ کرتے ہیں، اسی لئے مردوں کیلئے زندوں کو دعا کرنا جائز ہے جبکہ اسکے برعکس جائز نہیں ہے۔

یہ مسکین ہیں خیر و بھلائی سے خود اپنے آپ کو اور مردوں کو بھی محروم رکھتے ہیں اور مردوں سے اپنے لیے ایسی چیزیں طلب کرتے ہیں جنکے وہ مالک نہیں اور ان سے باطل وسیلہ پکڑتے ہیں!!

الحمد للہ؛ قرآن وسنت عقیدہ ومنہج اور عبادات کے مسائل میں بالکل واضح ہیں، ہر چیز بالکل واضح ہے کسی چیز میں کوئی غموض نہیں ہے، مگر اللہ جنکی بصیرت چھین لیتا ہے وہ ان چیزوں کا ادراک نہیں کر سکتے اسی لئے جہالت اور بدعات کی کھائیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں، والعیاذ باللہ!

-اھدنا الصراط المستقیم

اس عظیم تمہید اور طویل مقدمے کے بعد ہم اپنے دل وزبان کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے رب! ہمیں صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرما، ہم اس سے اخلاص کے ساتھ صراط مستقیم کی رہنمائی طلب کرتے ہیں جس سے مراد قرآن، توحید اور ایمان ہے اور جو کچھ رب العالمین کی طرف سے رسول لیکر آئے ہیں۔

سو ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں انہیں رسولوں کے راستے یعنی صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، یہاں صراط مستقیم سے مراد قرآن ہے، رسولوں کی لائی ہوئی شریعتیں ہیں اور جو کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیکر آئے، یہی صراط مستقیم ہے؛ یعنی توحید، ایمان اور اعمال صالحہ وغیرہ۔

-اھدنا الصراط المستقیم: یعنی اسماء وصفات پر ایمان لانے کے باب میں ہم فلاسفہ، جہمیہ اور معتزلہ کی طرح گمراہ نہیں ہیں بلکہ دعا کرتے ہیں کہ عبادت میں ہمیں راہ راست پر رکھے تاکہ یہود

ونصاریٰ اور قبر پرستوں کی طرح ہم بھی گمراہ نہ ہوجائیں،ان معانی کا ہمیں احساس ہے،صراط مستقیم سے مراد توحید، ایمان اور اخلاص ہے، یہ وہ راستہ ہے جس پر تمام انبیاء گامزن تھے: اسی لئے آگے فرمایا :(صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) ترجمہ: ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیاان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا(یعنی وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہچانا،مگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے) اور نہ گمراہوں کی (یعنی وہ لوگ جو جہالت کے سبب راہ حق سے برگشتہ ہوگئے)[الفاتحہ:7]۔

یہودیوں کوحق کی معرفت ہے مگر وہ جان بوجھ کرتکبر اورعناد کی بنیاد پراس کی مخالفت کرتے ہیں، انہی لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے ضالین سے مراد یہاں پر وہ لوگ ہیں جوحق سے نابلند ہیں اسی لیے وہ گمراہیوں میں بھٹک رہے ہیں، چنانچہ اس امت کے علماء میں سے جوگمراہی کا شکار ہیں ان کے اندر یہودیوں کی صفت پائی جاتی ہے جیسا کہ سلف نے کہا ہے اور اس امت کے زاہدوں میں سے جوگمراہ ہو اس کے اندر نصاری کی صفت پائی جاتی ہے۔

بہت سارے صوفیاء نصاری کی طرح گمراہ ہیں جوغیر اللہ کو پکارتے ہیں،غیر اللہ سے استغاثہ کرتے ہیں اوراس طرح کی دیگر گمراہیاں ان کے اندر پائی جاتی ہیں،والعیاذ باللہ۔

نصاری گمراہ ہوگئے یہاں تک کہ وہ عیسی علیہ السلام کی پرستش کرنے لگے یہودیوں نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ وہ تو اللہ ہی یا وہ تین خداؤں میں سے ایک ہیں یا یہ کہ وہی اللہ کے بیٹے ہیں اس طرح وہ کفر اور شرک میں واقع ہوگئے اس طرح انہوں نے ان کی بات تسلیم کر لی کیونکہ وہ گمراہی کا شکار تھے گمراہی کے داعی ایسے ہی ہوتے ہیں بہت سارے لوگوں کو اپنی گمراہیوں سے گمراہ کر دیتے ہیں؛اس لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ سے مدد مانگیں اوراسی سے دعا کریں کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور ان لوگوں کے راستے سے ہمیں بچائے جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے جوحق کو جان بوجھ کر اس پر عمل نہیں

کرتے یاان گمراہوں کے راستے سے ہمیں دور رکھے جوحق کونہیں جانتے ہیں اوراللہ کی عبادت اپنی خواہشات اور جہالت کی بنیاد پر کرتے ہیں، یہ سارے لوگ جن پراللہ ناراض ہوااوران پراس کاغضب ہوا سب کے سب گمراہی پر ہیں والعیاذ باللہ۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہم سب کوحق کی معرفت نصیب کرے اوراس پر ثابت قدم رکھے، اور ہمیں نبیوں،صدیقین،شہداءاوران نیک بندوں میں شامل کرے جن سے وہ راضی ہےاوران لوگوں کے راستے سے بچائے جن پراس کاغضب نازل ہوااور جوگمراہ ہوگئے،یقیناہمارارب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینامحمدوعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

سورہ انعام کی دس وصیتوں کی شرح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إنَّ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، و من سيِّئات أعمالنا، من يهده الله فلا مُضلَّ له، و من يضلل فلا هادي له، وأشهد ألاَّ إله إلاَّ الله وحده لا شريك له، وأشهد أنَّ محمَّدًا عبده ورسوله.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران:١٠٢].

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء:١].

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيدًا. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب:٧١-٧٢].

وبعد: فإنَّ أصدق الحديث كلامُ الله، وخيرَ الهدي هديُ محمَّدٍ صلَّى الله عليه وسلَّم، وشرَّ الأمور محدثاتها، وكلَّ محدثة بدعة، وكلّ بدعة ضلالة، وكلَّ ضلالة في النار.

أما بعد:

ان شاء اللہ آپ کے سامنے سورہ انعام کی چند آیتوں کی تفسیر کروں گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ[151]وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[152]وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ) ترجمہ: آپ کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (یعنی جن کی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے، وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ، اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو[151]۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول پوری پوری کرو، انصاف کے ساتھ، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو، ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو[152]۔ اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری

راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو [الانعام:153]۔

جاہلیت کے زمانے میں اہل عرب اپنی خواہشات اپنی مرضی اپنی گمراہی اور اپنی جہالت کی بنیاد پر چیزوں کو حلال اور حرام ٹھہراتے تھے، وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے، چوپایوں کھیتیوں اور بچوں کے ذریعے وہ ان بتوں کی خدمت میں قربانی پیش کرتے تھے،اس کھلے شرک پر اللہ تعالی نے ان کی سخت نکیر فرمائی اور ان کے اس حلال اور حرام ٹھہرانے کو شریعت سازی ٹھہرایا جس کی سخت مذمت کی کہ آخر کیا وجہ ہے کیسے یہ لوگ اپنی جہالت اور گمراہی کی بنیاد پر جیسا چاہتے ہیں چیزوں کو حرام اور حلال ٹھہراتے ہیں !اللہ تعالی نے فرمایا:(مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۢ بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفۡتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَأَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ) ترجمہ:اللہ نے نہ کوئی کان پھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چُھٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ اور لیکن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔[المائدہ:103]۔

-بحیرہ: اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے دودھ کو چھوڑ دیا جاتا تھا،اسے بتوں اور ان کے پروہتوں کے لیے دوہا جاتا تھا۔

-سائبہ: اس جانور کو کہتے تھے کہ جسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اس پر نہ تو سواری کی جاتی تھی اور نہ ہی اس پر کوئی چیز لا دی جاتی تھی،اسے بتوں کی خاطر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

-وصیلہ: اس سے مراد وہ جوان اونٹنی ہوتی تھی جو بار بار مادہ بچہ جنتی تھی اس طور پر کہ دو مادہ کے درمیان کوئی نر نہیں ہوتا تھا تو ایسی صورت میں وہ اسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

-حام: اس سانڈ اونٹ کو کہتے تھے جسے متعین جفتی کے لیے پالا جاتا تھا پھر بعد میں اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا

تھا نہ تو اس پر کوئی چیز لادی جاتی تھی اور نہ ہی اس پر سواری کی جاتی تھی بلکہ بتوں کے نام پر اسے آزاد کر دیا جاتا تھا، اللہ تعالی نے ان ساری چیزوں پر سخت نکیر فرمائی اور کہا کہ اسے اللہ تعالی نے کبھی بھی جائز قرار نہیں دیا ہے چنانچہ اللہ نے اسے حرام کر دیا اور بتلایا کہ یہ سب جھوٹ اور اللہ پر بہتان ہے مزید اللہ تعالی نے فرمایا:(وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ) ترجمہ: اور انھوں نے کہا جو ان چوپاؤں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری بیویوں پر حرام کیا ہوا ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب وہ انھیں ان کے کہنے کی جزا دے گا۔ بے شک وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ [الانعام:139]۔ یعنی یہ لوگ اپنے لیے جو چاہتے ہیں حلال ٹھہراتے ہیں اور اپنی عورتوں کے لیے جو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں؛ خواہ ان کی مائیں ہوں بیٹیاں ہوں یا ان کی بیویاں ہوں، والعیاذ باللہ۔

ان کے علاوہ بھی دوسری چیزیں ہیں جن پر اللہ نے نکیر فرمائی ہے جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:(قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے، مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور ورحیم ہے [الانعام:145]۔

یہ قرآن پاک کے اندر آیا ہوا ہے پھر اللہ تعالی نے اپنے رسول کی زبانی اس پر اضافہ فرماتے

ہوئے گھریلو گدھوں کے کھانے کو بھی حرام کر دیا اور اسی طرح ہر اس جانور کے کھانے کو حرام کر دیا جو درندہ صفت ہو، اور اسی طرح ہر اس پرندے کے کھانے کو حرام کر دیا جو اپنے شکار کو پنجوں سے پکڑتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ ".

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے سے اور ہر پنجے والے پرندہ کے کھانے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم:1934)۔

یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کے شروع میں فرمایا: (قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ) آپ کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (یعنی جن کی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے۔ تمہارے باپ دادا نے حرام نہیں ٹھہرایا ہے بلکہ حلال اور حرام ٹھہرانے کا حق صرف اللہ رکھتا ہے اور شریعت سازی کا مالک صرف اللہ ہے؛ کیونکہ وہ سب کا مالک خالق رازق اور مصور ہے، اسی نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اس کی تدبیر کرنے والا ہے، اس نے انسانوں اور جناتوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے؛ اس لیے شریعت سازی کا حق وہی رکھتا ہے، اس نے شرک کو حرام کیا؛ محرمات میں سب سے پہلے اللہ نے شرک کو حرام کیا جو کہ سب سے زیادہ سنگین اور خطرناک ہے، شرک سب سے بڑا گناہ ہے کہ جس سے آسمان اور زمین ہل جاتے ہیں، قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے زمین پھٹ جائے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے یہ ایسا گناہ ہے کہ جسے اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا) ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو

اللہ کے ساتھ شریک بنائے تو یقینا وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹکنا۔ [النساء: 116]۔ مزید ارشاد فرمایا :(وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ) ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔ [الحج: 31]۔ معلوم ہوا کہ شرک نہ قابل معافی گناہ ہے اس لیے تمام انسانوں پر واجب ہے کہ وہ دین کو اللہ کے لیے خالص کریں اور صرف اسی کی عبادت کریں اور جس مقصد سے انہیں پیدا کیا گیا ہے اسے پورا کریں۔

-أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا: یعنی کسی بھی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں نا ہی فرشتوں کو نہ ہی نبیوں کو نہ ہی بتوں کو اور نہ ہی درختوں کو اور نہ ہی سورج اور چاند کو اور نہ ہی ان معبودان باطلہ کو جن کی لوگ پرستش کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شرک کے تمام اقسام سے بچا جائے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو اس گناہ سے دور رہنا چاہیے۔

-وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا: والدین کا بڑا حق ہے اسی لیے اللہ تعالی نے بہت ساری آیتوں میں ان کے حق کو اپنے حق کے ساتھ ملا لیا ہے اور والدین کی نافرمانی کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے؛ کیونکہ یہ معروف وبھلائی کے خلاف ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:(وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا [23] وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا) ترجمہ: اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا [23] اور عاجزی اور محبت کے ساتھ

ان کے سامنے تواضع کا باز و پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے [الاسراء:24]۔

یعنی آپ پر والدین کا بہت بڑا احسان ہے آپ کبھی بھی اس احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتے خواہ کتنا ہی کیوں نہ ان کی فرمانبرداری کرلیں اور کتنا ہی کیوں نہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرلیں الا یہ کہ ان میں سے کسی ایک کو آپ اس حال میں پائیں کہ وہ غلام ہوں پھر آپ انہیں خرید کر آزاد کردیں جیسا کہ حدیث کے اندر آیا ہے، البتہ آپ فرمانبرداری اور حسن سلوک کرکے اور ان کی عزت وتکریم کرکے ان کے احسان کا بدلہ چکانا چاہیں تو ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔

اس لئے ضروری ہے کہ ایک مسلمان اپنے والدین کے حق کو پہچانیں، اللہ تعالی نے فرمایا ہے :(أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ) ترجمہ: میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کرو، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے [لقمان : 14]۔ یہاں پر اللہ تعالی نے اپنے شکریہ کے ساتھ والدین کے شکریہ کو شامل کرلیا ہے۔

بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ بہت سارے لوگ والدین کے حقوق کی ادائیگی میں لاپرواہی سے کام لیتے ہیں اور وہ ان کے عظیم احسانات کو بھول جاتے ہیں، حمل وولادت سے لے کر مشقت اور پریشانی اٹھانے تک والدین کی محنت اور ان کی کدوکاوش سے لے کر اولاد کے ساتھ شفقت سے پیش آنے اور ان پر خرچ کرنے تک یہاں تک کہ وہ بڑے ہو جاتے ہیں پھر والدین کو وہ بھول جاتے ہیں، یہ بڑی آزمائش ہے، والعیاذ باللہ، والدین کے احسانات کی ناقدری کرنا اور انہیں بھول جانا یہ بہت بڑی نادانی ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے اسی لیے یہاں پر تاکیدی مصدر کو استعمال کیا گیا ہے تاکہ اس کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔

احسان کسے کہتے ہیں؟ جس بھی چیز پر احسان کا اطلاق ہو سکے وہ والدین کے ساتھ کیا جانا ضروری ہے احسان اور حسن سلوک کے لیے جو بھی ممکن ہو اسے والدین کے حق میں استعمال کرنا چاہیے۔

-وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ: اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔

دور جاہلیت میں ایک خبیث عادت یہ تھی کہ لوگ فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی، اسی طرح عار کے خوف سے لڑکیوں کو قتل کر دیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں خبر دی ہے: (وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ) ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ [النحل:58]۔

وہ لوگ لڑکیوں کو عار محسوس کرتے تھے اور اسی ڈر سے انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے حالانکہ وہ معصوم بچیاں ہوتی تھیں ان کا کوئی گناہ نہیں ہوتا تھا اس کے بارے میں اللہ نے خبر دیتے ہوئے فرمایا: (وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ [8] بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ) ترجمہ: اور جب زندہ دفن کی گئی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا۔ [8] کہ وہ کس گناہ کے بدلے قتل کی گئی؟ [التکویر:9]۔ یعنی قاتل سے سوال ہوگا جس نے اپنے جگر گوشے کو زندہ درگور کیا اسی طرح زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے سوال ہوگا اس گناہ کی سنگینی کو سب کے سامنے لاتے ہوئے اور اس کے عذاب کی شدت کو بتلاتے ہوئے۔

اللہ تبارک وتعالی نے اسلام کے اندر عورت کو بڑی عزت عطا فرمائی جبکہ اس سے پہلے اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی اس کا شمار ایک شیءعبث کی مانند ہوتا تھا نہ تو اس کا کوئی وارث ہوتا اور نہ ہی وہ کسی کی وارث ہوتی تھی، مرد اسے مجبور کرتا اور اس پر حاکم ہوتا تھا اسی کے پاس سارا اختیار ہوتا اس سے شادی کرتا طلاق دیتا رجوع کرتا اور طلاق دے دے کر رجوع کرتا رہتا تھا، دور جاہلیت کے اندر عورتوں کی بہت ہی رسواکن حالت تھی لیکن اسلام کے اندر اسے عزت بخشی گئی اسے وارث بنایا گیا کبھی ماں کے طور پر اس کے

ساتھ حسن سلوک کو واجب کیا گیا، بیٹی کے طور پر محترم بنایا گیا بہن کے طور پر صلہ رحمی کو واجب کیا گیا، اس طرح اسلام کے اندر اس کے مقام کو بلند کیا گیا لیکن دشمنان اسلام عورت کے ساتھ اس احسان کی پزیرائی نہیں کرتے بلکہ اس کے بالکل برعکس کہیں نہ کہیں یہ تشہیر کرتے ہیں کہ اسلام کے اندر عورتوں کے حقوق کا خیال نہیں کیا گیا ہے، اللہ انہیں برباد کرے!

اور جہاں تک اس مساوات کا تعلق جس کا یہ ڈھڈورا پیٹ رہے ہیں یہ بالکل عدل وانصاف میں سے نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا) ترجمہ: یقینا اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔ [الطلاق:3]۔

یقینا اللہ تبارک وتعالی نے عورتوں پر مردوں کا مقام بلند کیا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے مردوں کو مکلف بنایا ہے کہ وہ عورتوں پر خرچ کریں انہیں رہنے کے لیے گھر دیں ان کا خیال کریں اور انہیں تحفظ فراہم کریں، اس طرح عورت امن وسکون اور راحت وآرام میں رہتی ہے، اب اگر آپ اس حالت کو دوسرے بلاد کفر میں رہنے والی عورتوں کی حالت سے موازنہ کریں گے تو پائیں گے کہ وہاں اب بھی عورتیں ذلیل و خوار ہیں اور ان کے ساتھ بازاری سامان کی طرح سلوک ہوتا ہے جبکہ اسلام میں عورت محترم اور باپردہ ہے اس کا شوہر یا اس کا باپ یا اس کا بھائی اس کی کفالت کرتا ہے اور اسے تحفظ فراہم کرتا ہے۔

اس آیت کے اندر اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے یعنی انسان خواہ کتنا ہی کیوں نہ فقر ومحتاجگی کا شکار ہو اس کے لیے بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ اس ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دے کہ وہ بھی اس کے رزق میں شریک ہوگا والعیاذ باللہ!

اسی طرح سورہ اسراء کی ایک دوسری آیت میں بھی فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو محتاجگی کے خوف سے قتل نہ کرو، یعنی نہ تو اس ڈر سے قتل کرو کہ اس کی وجہ سے تم محتاجی کا شکار ہو جاؤ گے اور نہ ہی اس وجہ سے قتل کرو کہ تم محتاج ہو، اسلام کے اندر اس وحشیانہ اور جاہلانہ سلوک سے انسانیت کو تحفظ فراہم کیا گیا، چنانچہ دین

اسلام انسان کو تحفظ فراہم کرتا ہے اس کے بچپن سے اور اسی طرح جب وہ بڑا ہو جاتا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے اس کی رحمت اور بندوں پر اس کا کرم ہے خواہ وہ بچے ہوں، عورتیں ہوں یا یتیم ہوں یا ان کی کوئی اور شکل ہو ہر ایک کے بارے میں قرآن اور سنت کے اندر گفتگو کی گئی ہے یہاں تک کہ حیوانوں کے بارے میں بھی جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، قَالَ: فَقَالَ: وَاللَّهُ أَعْلَمُ لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِيهَا، وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک عورت کو عذاب، ایک بلی کی وجہ سے ہوا جسے اس نے اتنی دیر تک باندھے رکھا تھا کہ وہ بھوک کی وجہ سے مر گئی۔ اور وہ عورت اسی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ جب تو نے اس بلی کو باندھے رکھا اس وقت تک نہ تو نے اسے کھلایا نہ پلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔ (صحیح بخاری :2365)۔

جب جانوروں کے ساتھ یہ حالت ہے تو پھر انسانوں کے ساتھ کیا ہوگا؟! جسے اللہ تعالی نے عزت بخشی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا) ترجمہ: یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی [الاسراء:70]۔

-اللہ تعالی نے آگے فرمایا: نَّحۡنُ نَرۡزُقُكُمۡ وَإِيَّاهُمۡ: ہم تم کو اوران کو رزق دیتے ہیں:

یہاں پر باپ کو روزی دینے کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ وہ فقر ومحتاجگی کی حالت میں ہے اسی لیے اس کا ذکر پہلے کر دیا گیا تاکہ اس کا رزق اور اولاد کی رزق سے پہلے آجائے جبکہ سورہ اسراء کے اندر ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے اولاد کی رزق کو مقدم کیا ہے چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ جس چیز کی جہاں اہمیت ہوتی ہے اسی کو مقدم کیا جاتا ہے۔

-اگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَلَا تَقۡرَبُوا الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ: اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ:

اللہ تعالی نے سماج کو ہر طرح کے فحش اور منکرات سے تحفظ فراہم کیا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے لوگوں کو اپنی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے اور ان کے لیے کچھ قانون بنائے تاکہ سماج پاکیزہ رہے اور لوگ اچھی زندگی گزاریں، جاہلی زندگی کا نام ونشان نہ رہے خواہ وہ فاحشانہ ہو یا فاجرانہ، اللہ چاہتا ہے کہ ان سب سے اسلامی سماج پاک ہو جس کے اندر کوئی فحش اور منکر کا وجود نہ ہو، زبان اعضاء وجوارح اور دل ہر ایک کے فحش سے محفوظ ہو، اسی لیے فرمایا کہ فواحش کے قریب تک نہ جاؤ چہ جائے کہ اس کا ارتکاب کرو، اس کے اندر فواحش کے ارتکاب کرنے سے بدرجہ اولی ممانعت ہے؛ کیونکہ جب اس کے قریب جانے سے منع کر دیا گیا یعنی اس کے بارے میں گفتگو کرنا تو پھر اس کا وہ ارتکاب کیسے کرسکتا ہے؟!

فواحش میں سے زنا بھی ہے چنانچہ اس کے مقدمات سے بھی منع کر دیا گیا جیسے کہ دیکھنا، یہ اس فحش میں واقع ہونے کی تمہید ہے اسی لیے اللہ تعالی نے دونوں طرف سے نظروں کے جھکانے کا حکم دیا ہے وہ مرد ہو یا عورت چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (قُل لِّلۡمُؤۡمِنِينَ يَغُضُّوا مِنۡ أَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوا فُرُوجَهُمۡ ذَٰلِكَ أَزۡكَىٰ لَهُمۡ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا يَصۡنَعُونَ) ترجمہ: مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں

اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے [النور:30]۔ یہ حکم سد ذرائع کے طور پر ہے تاکہ زنا اور دیگر فواحش سے انسان محفوظ رہے۔ مزید آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا) ترجمہ: مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔ (النور:31)۔ یہ حکم بھی سد ذرائع کے طور پر ہے تاکہ زنا اور دیگر فواحش سے انسان محفوظ رہے تاکہ اللہ پر ایمان لانے والا سماج ہر طرح کے فواحش و منکرات سے پاک رہے خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

- پھر آگے اللہ نے فرمایا: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ: اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ: یہاں بھی مقصد انسانوں کے خون کا تحفظ فراہم کرنا ہے یعنی یہ قوانین اسی وجہ سے بنائے گئے ہیں تاکہ لوگ دوسرے انسانوں کا ناحق خون نہ بہائیں اور فواحش کا ارتکاب نہ کریں جبکہ یہ سارے اعمال دور جاہلیت میں عام تھے ان سے روکنے والا کوئی قانون نہیں تھا۔

جبکہ اسلام کے اندر عزت و آبرو اور انسانی جان کو تحفظ حاصل ہے جیسا کہ یہاں پر اللہ تعالی نے فرمایا ہے، اسی طرح سورہ اسراء کے اندر بھی اللہ نے فرمایا ہے کہ جن جانوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے انہیں قتل مت کرو، اور اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: (مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا) ترجمہ: جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے اسے زندگی بخشی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔ (المائدہ :32)۔ اسی طرح مزید فرمایا: (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا

وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا) ترجمہ: اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے [النساء:93]۔

یہاں پر انسانی جان کا تحفظ مقصود ہے چنانچہ اس شخص کے لیے سخت وعید ہے جو دوسرے انسان پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے اس کا قتل کرے؛ چنانچہ انسانی قتل کی شناعت اور قباحت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایک جان کا قتل کرنا پوری انسانیت کا قتل ہے گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور اسی لیے قصاص کو مشروع قرار دیا گیا ہے اللہ تعالی نے فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى) ترجمہ: مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح پر کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ (البقرہ :178)۔ انسانی جان کا تحفظ اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے؟!

یہاں پر اللہ تعالی نے ناحق قتل سے منع کیا ہے یعنی کسی حال میں بھی کسی انسان کا قتل جائز نہیں ہاں اگر کسی نے کسی کو قتل کیا ہے تو قصاص میں اسے بھی قتل کیا جائے گا یا یہ کہ کسی بھیانک جرم کا ارتکاب کیا ہے جیسے کہ شادی شدہ ہو کر زنا کا ارتکاب کیا ہو تو اسے قتل کیا جائے گا یا یہ کہ دین اسلام سے کوئی مرتد ہو گیا ہو تو اسے بھی قتل کیا جائے گا، جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی مسلمان کا

خون جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ماننے والا ہو حلال نہیں ہے البتہ تین صورتوں میں جائز ہے۔ جان کے بدلہ جان لینے والا، شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور اسلام سے نکل جانے والا (مرتد) جماعت کو چھوڑ دینے والا۔" (صحیح بخاری:6878)۔

یہی وہ حق ہے جس کی بنیاد پر ایک انسان قتل کا مستحق ہے؛ کیونکہ اس نے اللہ تعالی کی حرمتوں کو پامال کیا ہے؛ کسی مسلمان جان پر زیادتی کرتے ہوئے اس نے اس کا قتل کیا یا ایسی جان کو قتل کیا جس کی اسلام نے حفاظت کی ہے معاہدے کے ذریعے؛ اس لیے کہ جس طرح مسلمان کی جان محفوظ ہے اسی طرح ایک ذمی کی جان بھی محفوظ ہے جیسا کی ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ایسی جان کو مار ڈالے جس سے عہد کر چکا ہو (اس کی امان دے چکا ہو) جیسے ذمی، کافر کو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا (چہ جائے کہ اس میں داخل ہو) حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہے۔" (صحیح بخاری:6914)۔

یہ ایک مسلمان کی جان کی حرمت اور اس کا احترام ہے، اسی طرح اس شخص کی جان کا بھی جو اسلام کے سائے میں زندگی گزارتا ہو، کیا اس طرح کوئی دین ہوسکتا ہے؟! اللہ اکبر! کس قدر عظیم ہے یہ دین اسلام!

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ: ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو: اس سے اشارہ مذکورہ ان امور کی طرف ہے جن سے منع کیا گیا ہے جیسے کہ شرک باللہ سے، والدین کی نافرمانی سے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دینا اولاد کو قتل کرنے سے منع کرنا، فواحش و

منکرات سے اجتناب کرنے کا حکم دینا اور قتل نفس سے منع کرنا ہے یعنی ان مذکورہ پانچوں امور کی طرف اس کا اشارہ ہے، وصیت کے اندر تاکیدی حکم پایا جاتا ہے یعنی جس چیز کا حکم دیا جارہا ہے اسے ضروری طور پر ادا کرنا ہے، (تاکہ تم سمجھو) یعنی ان جرائم کے ارتکاب پر جو سنگین نتائج مرتب ہوتے ہیں انہیں سمجھ سکو اور اللہ کی شریعت کی پابندی کرنے سے جو عظیم فوائد حاصل ہو سکتے ہیں ان کا تمہیں احساس ہو سکے۔

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے: غور کریں کہ کس طرح اسلام نے یتیموں کا خیال کیا ہے: چنانچہ اس کے لیے یہ حکم جاری کیا کہ کسی بھی حال میں یتیموں کا مال نہ کھائیں مگر اسی طریقے سے جو بہتر ہو یعنی یتیم کے مال کا خیال کیا جائے، اس کا تحفظ کیا جائے اور اس میں تجارت کر کے اسے بڑھایا جائے، (بہتر طریقے سے اسے کھا سکتے ہیں) اس کی تفسیر بعض مفسرین نے یتیم کے مال میں تجارت کر کے اسے بڑھانے سے کی ہے، اللہ تعالی نے یتیم کے مال کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے اور یہ حکم جاری کیا ہے کہ جو اس کا کفیل ہو اگر وہ مالدار ہے تو اسے ہر صورت بچنا چاہیے اور اگر فقیر ہے تو معروف طریقے سے اس مال میں اس کا کھانا جائز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا) ترجمہ: بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ [النساء:10]۔

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت اللہ تعالی نے بہت ساری آیتوں میں کی ہے، اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دین اسلام میں کس طرح یتیموں پر مہربانی اور شفقت کرنے، چھوٹوں اور بڑوں کا خیال کرنے بلکہ ہر مخلوق کے ساتھ بطور خاص یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ہدایت پائی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ [9] وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ)

ترجمہ: پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر [9] اور نہ سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ [الضحیٰ:10]۔مزید ارشاد فرمایا: (أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ [1] فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ) ترجمہ: کیا تو نے (اسے بھی) دیکھا جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے؟ [1] یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے [الماعون:2]۔ یعنی اس کا احترام نہیں کرتا ہے بلکہ اسے سختی سے جھڑکتا ہے اور اس کی تذلیل کرتا ہے اس طرح وہ اس ویل اور تباہی میں اور اس سخت وعید میں شامل ہوگا، والعیاذ باللہ، سو یتیموں کے ساتھ مہربانی اور شفقت کرنا اور ان کا خیال کرنا ضروری ہے چنانچہ جو کسی یتیم کی کفالت کرتا ہو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کل قیامت کے روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا اور جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسے رفاقت حاصل ہوگی جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنْ سَهْلٍ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ".

ترجمہ: سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ کھلی رکھی۔ (صحیح بخاری:5304)۔

سو آپ بھی کسی یتیم کی کفالت کریں آپ کو بھی اللہ کے نزدیک یہ عظیم مقام اور اجر عظیم حاصل ہوگا، اور سخت وعید ہے اس شخص پر جو یتیم کا احترام نہیں کرتا بلکہ اس کا مال کھاجاتا ہے یا اس کی تذلیل کرتا ہے ایسے شخص کے لیے ویل اور تباہی ہے اور اگر اس کا مال کھاتا ہے تو اس کے لیے دوزخ ہے۔

- آگے اللہ تعالی فرماتا ہے: وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ: اور ناپ تول پوری پوری کرو، انصاف کے ساتھ: اسی طرح سے اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے: (فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ) ترجمہ: پس ماپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان

کی چیزیں کم نہ دو۔(الاعراف:85)۔اس لیے عدل وانصاف کادامن تھامنا ضروری ہے خواہ آپ کسی سے کوئی چیز لے رہے ہوں یا دے رہے ہوں ہر صورت میں انصاف کرنا ضروری ہے۔

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا: ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔یعنی آپ حد درجہ اپنی استطاعت کی حد تک کوشش کریں کہ ناپ تول میں کوئی کمی نہ ہونے پائے،کوشش کرنے کے بعد اگر کوئی کمی یا خلل واقع ہو جائے اس طور پر کہ آپ کو اس کا علم نہ ہو تو پھر اس پر اللہ تعالی آپ پر کوئی مواخذہ نہیں کرے گا اس لیے کہ احکامات تکلیفیہ انسانی طاقت کے ساتھ مقید ہیں؛ چنانچہ جو انسانی طاقت اور استطاعت سے باہر ہے اللہ تعالی اس کا مکلف نہیں بناتا ہے جیسا کہ اس آیت کے علاوہ بھی ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا) ترجمہ:اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔(البقرہ:286)۔ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا:(وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ) ترجمہ:اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔(الحج:78)۔

لہذا احکامات تکلیفیہ طاقت اور استطاعت ہی کے دائرے میں ہیں اس لیے ایک انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی استطاعت بھر کوشش کرے اور معاملہ داری کرتے وقت اپنے بھائی پر ظلم نہ کرے خواہ اس سے کوئی چیز لے یا اسے ناپ تول کر دے اس کی یہ پوری کوشش ہونی چاہیے کہ وہ انصاف سے کام لے،لیکن اگر بھول چوک سے کوئی غلطی ہو جائے تو یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالی انسان کو اس کی استطاعت بھر ہی مکلف بناتا ہے،ہاں اگر وہ جان بوجھ کر کوئی غلط کام کرے گا تو اس کا ضرور مواخذہ ہوگا ارشاد باری تعالی ہے:(وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ[1] الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ[2] وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ) ترجمہ:بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔[1] وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔[2] اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں

تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ [المطففین :3]۔ یہاں تک کہ سامنے والا کافر ہی کیوں نہ ہو اسے پورا پورا تول کر دے گا چہ جائے کہ کوئی مسلمان ہو، اس لیے ضروری ہے کہ قول وفعل ہر اعتبار سے لوگوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ رکھے اور یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالی انسان کی وسعت اور استطاعت سے زیادہ اسے مکلف نہیں بناتا یعنی انسان یہ پوری کوشش کرے کہ وہ گناہ میں واقع نہ ہو اور جس سے وہ معاملہ داری کرے اس کے ساتھ ناپ تول میں کمی نہ ہونے پائے، ہاں پوری کوشش کے بعد بھی اگر بھول چوک سے کچھ کمی بیشی ہو جائے تو اس پر اس کا مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالی کسی کا مواخذہ اسی وقت کرتا ہے جب وہ جان بوجھ کر غلطی کا ارتکاب کرے اگر بھول چوک سے کوئی غلطی ہو جائے تو پھر ایسی صورت میں اللہ تعالی اسے معاف کر دیتا ہے۔

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا: اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو: آپ غور سے دیکھیں سابقہ آیت کا تعلق فعل سے تھا اور اس آیت کا تعلق قول سے ہے یعنی جب آپ کوئی بات کہیں تو عدل پر مبنی ہو خواہ وہ کسی کے بارے میں اپنی طرف سے بتلائیں یا کوئی خبر نقل کریں یا گواہی دیں یا کسی پر نقد کریں یا کسی کی تعریف کریں؛ کوئی بھی بات ہو ضروری ہے کہ اس میں عدل ہو، یہ اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے، یہی عدل و انصاف ہے کہ جس کی خاطر آسمان اور زمین قائم ہے، اس لیے عدل کرنا ضروری ہے؛ لہذا جب آپ کوئی بات کہیں تو وہ عدل پر مبنی ہو؛ اللہ تعالی نے فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا) ترجمہ: اے ایمان والو! عدل و انصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودی مولا کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے، وہ شخص اگر امیر ہو تو اور فقیر ہو تو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے۔ (النساء: 135)۔ اللہ اکبر! کوئی قریبی ہو یا دور کا ہو ہر ایک کے ساتھ عدل کرنے کا حکم ہے،

عدل وانصاف پر مبنی بات کہنے کا حکم ہے خواہ وہ کسی بھی جگہ ہو یا کسی بھی حال میں ہو دوست کے سامنے ہو یا دشمن کے سامنے کافر کے حق میں ہو یا مسلمان کے حق میں عدل وانصاف ہر حال میں ضروری ہے؛ کیونکہ عدل وانصاف کرنا ہر حال میں اور ہر صورت میں خواہ وہ کوئی بھی ہو کسی کے بھی حق میں ہو یا کسی کے بھی خلاف ہو ضروری ہے۔

عدل کرنا بہت ہی عظیم چیز ہے، کسی قریبی رشتہ دار کے ساتھ شفقت اور محبت کرنا آپ کو اس بات پر نہ ابھارے کہ آپ غیر عادلانہ بات کہیں، اسی طرح کسی کے ساتھ دشمنی آپ کو اس بات پر نہ ابھارے کہ آپ انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھیں، ہر حال میں عدل کرنا ضروری ہے، اگر آپ انصاف سے کام نہیں لیتے ہیں بلکہ ظلم کرتے ہیں اگر چہ وہ فاسق یا کافر ہی کیوں نہ ہو یا مجرم ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ ظلم کرنا جائز سمجھتے ہیں اللہ کی میزان عدل کو اس پر قائم نہیں کرتے ہیں تو ایسی صورت میں ضرور آپ کا محاسبہ ہوگا؛ کیونکہ اللہ تعالی عدل وانصاف کرنے والا ہے وہ ظلم سے بری ہے وہ بالکل راضی نہیں ہوتا کہ کسی پر ظلم کیا جائے خواہ وہ کوئی بھی ہو خواہ بات کے ذریعے یا فعل کے ذریعے مال کا معاملہ ہو یا عزت وآبرو کا کسی بھی صورت میں کسی کے بھی ساتھ ظلم روا نہیں ہے۔

آپ اپنے قریبی رشتہ دار کے خلاف گواہی دیں خواہ وہ آپ کا باپ ہی کیوں نہ ہو، آپ انصاف کے ساتھ قائم رہیں دشمن کے حق میں گواہی دیں اگر حق اس کے ساتھ ہو خواہ دشمنی کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ حق کسی شخص کے اوپر بنتا ہے اور آپ سے گواہی طلب کی جائے تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ آپ عدل انصاف کے مطابق گواہی دیں گرچہ وہ آپ کے باپ ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔

لوگوں کے مال و دولت میں اور عزت وآبرو میں ظلم کرنا ایک ایسا دفتر ہے جو کبھی نظر انداز نہیں کیا جائے گا، ایک ایسا گناہ ہے جو کبھی معاف نہیں ہوگا، اللہ تعالی یہ بالکل پسند نہیں کرتا کہ اس کے بندے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کریں یہاں تک کہ جب مسلمان پل صراط کو پار کر رہے ہوں گے اور جو

مومن ہوں گے وہ پل صراط کو پار کر چکے ہوں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر انہیں روک لیا جائے گا وہاں پر ایک دوسرے کے حقوق کو چکتا کیا جائے گا، اللہ کی قسم! حقوق العباد کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا، قیامت کے دن ایک آدمی آئے گا جس کے پاس پہاڑوں جیسی نیکیاں ہوں گی مگر وہ مفلس ہوگا جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: " إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ، فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس کوئی درہم نہیں ہے اور نہ کسی قسم کا سامان ہے، آپ نے فرمایا: ” میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، اور زکاۃ لے کر حاضر ہوگا اور ساتھ ہی یہ صورت ہوگی، کسی کو گالی دی ہے، کسی پر بہتان باندھا ہے، کسی کا مال ہڑپ کیا ہے کسی کا خون بہایا ہے کسی کو مار پیٹا ہے تو اس کو بھی اس کی نیکیاں دے دی جائیں اور اس کو بھی نیکیاں مل جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی لیکن حقوق ادا نہیں ہوسکیں گے تو پھر ان لوگوں کے قصور اور کوتاہیاں ان سے لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی، پھر ان کی پاداش میں آگ میں پھینک دیا جائے گا۔“ (صحیح مسلم: 2581)۔

یہ ہے حقیقی مفلس اور قلاش، اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو غیبت اور چغلی، ہر طرح

کے ظلم، جھوٹی باتوں اور جھوٹی گواہیوں سے محفوظ رکھے؛ کیونکہ یہ ساری چیزیں اس عدل کے خلاف ہیں جسے اللہ تعالی نے واجب کیا ہے۔

-اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا: وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا: اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو:

اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اس تعلق سے کیا ہی عمدہ اور بہترین مثال پیش کر دی ہے! قریش کی طرف سے ایک کے بعد ایک سفیر آتے رہے یہاں تک کہ آخر میں سہیل بن عمرو نام کا سفیر آیا اور پھر دس سال کا معاہدہ ہوا اس معاہدے میں جو شروط تھے ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمان اس سال بیت اللہ نہیں جا سکتے اور نہ ہی اس سال طواف اور سعی کریں گے، ظلم پر مبنی ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ سے اگر کوئی مدینہ چلا آئے تو اسے مکہ واپس بھیجنا ضروری ہوگا لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا جائے تو اسے واپس بھیجنا ضروری نہیں ہوگا، اسی معاہدے کے دوران ابو جندل بن سہیل بیڑیوں میں بندھے ہوئے آپہنچے اور کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں ان کافروں کے پاس کیسے واپس جاؤں گا یہ تو مجھے فتنے میں ڈال دیں گے؟! لیکن سہیل اس بات پر اصرار کرتا رہا کہ انہیں واپس کرنا ضروری ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نرمی کرنے کا مطالبہ کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ انہیں چھوڑ دو لیکن سہیل کہتا رہا کہ ہم انہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے اور یہ معاہدہ اس وقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک یہ مکہ واپس نہیں جائیں گے، تو ایسی صورت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل سے کہا کہ اے ابو جندل! صبر کرو اور اللہ سے اجر کی امید رکھو، یقینا اللہ تعالی تمہارے لیے اور تمہارے دیگر کمزور ساتھیوں کے لیے کوئی نہ کوئی سبیل ضرور نکالے گا، ہم نے ان لوگوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے اور صلح مکمل بھی ہوگئی ہے اب ہم اس میں خیانت نہیں کریں گے۔ (پورا واقعہ صحیح بخاری (2731) میں موجود ہے)۔

یہ ہے معاہدے کی پاسداری، اللہ تعالی اس تعلق سے فرماتا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا

بِالْعُقُودِ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔ (المائدہ: 1)۔مزید ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا) ترجمہ: اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔ [الاسراء: 34]۔

دین اسلام کے اندر معاہدوں کی پاسداری کرنے کا معاملہ بہت ہی عظیم ہے، اس کی پاسداری اور اسے پورا کرنا ضروری ہے خواہ یہ عالمی پیمانے پر ہو یا شخصی پیمانے پر ہو، اور سب سے بڑا عہد و پیمان جسے پورا کرنا ضروری ہے وہ اللہ کا یہ عہد و پیمان ہے جسے ہم سے لیا گیا ہے: ارشاد باری تعالی ہے: (أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ [60] وَأَنِ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ) ترجمہ: کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقینا وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ [60] اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ [یس: 61]۔ یہاں پر ہم اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کریں گے اس طور پر کہ ہم دین اسلام کی پوری پوری پابندی کریں اور جو کچھ کتاب اللہ اور سنت رسول میں آیا ہے اس کی بجاوری کریں، اگر احکام وفرامین ہیں تو انہیں نافذ کریں اور ان پر عمل کریں اور اگر محرمات ہیں تو ان سے اجتناب کریں بلکہ ہر اس چیز سے اجتناب کریں جسے اللہ نے ہم پر حرام قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: (فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ) ترجمہ: جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر اپنی قدرت کے مطابق عمل کرو، اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روک دوں، تو اس سے باز رہو۔ (صحیح مسلم: 1337)۔

اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کریں اور اسی طرح سے اس عہد و پیمان کو بھی پورا کریں جو ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں شخصی پیمانے پر، اور اسی طرح ان معاہدوں کو بھی پورا کریں جو عالمی پیمانے پر ممالک ایک دوسرے سے کرتے ہیں، اگر معاہدے شخصی پیمانے پر ہوں تو اس طرح ایک

انسان ایک مسلمان کے ذمے میں آجاتا ہے چنانچہ ایک حربی کافر اگر کسی عورت یا غلام کے بھی ذمے میں آجائے اس طرح معاہدہ کر کے تو پھر تمام مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اس عورت یا اس غلام کے ذمے کو پورا کریں۔ آپ دیکھیں دین اسلام کس قدر معاہدوں کی پاسداری اور ان کا احترام کرتا ہے!!

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ: ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم یاد رکھو: یہاں پر وصیت کی تکرار آئی ہے یعنی یہ بہت ہی ضروری امر ہے جسے ہمیں پورا کرنا ہے؛ اسی لیے ہمیں اس چیز کی وصیت کی گئی ہے، یہ وصیت کی گئی ہے تا کہ ہم اسے ہمیشہ یاد رکھیں ہم اس کا احساس رکھیں اور ہم اس سے نصیحت حاصل کریں تا کہ غلط چیزوں سے بچ سکیں، یہ بہت ہی عظیم امور ہیں جن کا پورا کرنا مسلمانوں پر واجب ہے خواہ وہ افراد کی شکل میں ہوں یا سماج کی شکل میں ہوں۔

- اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا: وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ: اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی: اس صراط مستقیم کے تحت وہ سارے امور داخل ہو جائیں گے جن کی اللہ تعالی نے ہمیں وصیت کی ہے خواہ اس کا تعلق توحید سے ہو اخلاص دین سے ہو شرک سے اجتناب کرنے سے ہو والدین کے ساتھ نافرمانی سے بچنے سے ہو یا ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے سے ہو وہ تمام چیزیں جن کا ذکر ان وصیتوں میں گزر چکا ہے وہ سب اس صراط مستقیم میں شامل ہیں بس ہم پر ضروری ہے کہ ہم اس صراط مستقیم کو لازم پکڑیں، صراط مستقیم پر چلنے اور اسے لازم پکڑنے کی ہدایت بہت ساری آیتوں میں مختلف اسلوب اور طریقے سے آئی ہے جیسے کہ ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ، اور یہاں پر فرمایا کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر مت جاؤ کہ وہ تمہیں اس راستے سے جدا کر دیں۔

اس لیے ہم پر ضروری ہے کہ ہم صراط مستقیم کو لازم پکڑیں اور اسی کی اتباع کریں اپنے عقائد میں اپنی عبادات اور اپنے معاملات میں اپنے مناہج اور اپنی سیاست میں بلکہ ان تمام چیزوں میں جنہیں اللہ تعالی نے مشروع قرار دیا ہے؛ کیونکہ یہی اللہ کا راستہ ہے اور یہی اللہ کا عدل و انصاف ہے، مسلمانوں کی زندگی اسی وقت صحیح اور درست ہوسکتی ہے جب وہ اللہ کے سیدھے راستے کی پیروی کریں گے ورنہ وہ ایک منحرف اور گمراہ زندگی ہوگی، ایک حقیر اور ذلیل زندگی ہوگی جہاں پر سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا؛ کیونکہ وہاں پر صراط مستقیم کی نہ تو پابندی ہوگی اور نہ ہی اللہ کے منہج حق کی پیروی ہوگی۔

اللہ تعالی کا قول کہ دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔ یہاں پر اللہ تعالی نے اختلاف و انتشار اور گمراہی سے روکا ہے اور یہاں دوسرے راستوں سے مراد تمام ادیان باطلہ اور گمراہ فرقے اور مذاہب ہیں، اس لیے ہم پر ضروری ہے کہ ہم ان میں سے کسی کی پیروی نہ کریں؛ کیونکہ یہ بدعت اور گمراہی کے راستے ہیں، ہم پر ضروری ہے کہ ہم صرف اللہ کے صراط مستقیم پر چلیں اور اسی کی پابندی کریں جو کہ سیدھا راستہ ہے جس کے اندر کوئی کجی اور ٹیڑھ پن نہیں ہے، صراط مستقیم سے مراد وہ معتدل اور سیدھا راستہ ہے جو آپ کو اللہ اور اس کی رضا جوئی تک پہنچاتا ہے۔ اور جہاں تک دوسرے راستوں کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: خَطَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ:" هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ مُسْتَقِيمًا"، قَالَ: ثُمَّ خَطَّ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ:" هَذِهِ السُّبُلُ، وَلَيْسَ مِنْهَا سَبِيلٌ إِلَّا عَلَيْهِ شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ"، ثُمَّ قَرَأَ: وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ سورة الأنعام آية 153".

ترجمہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ "یہ اللہ کا راستہ ہے"، پھر اس کے دائیں بائیں کچھ اور لکیریں کھینچیں اور

فرمایا کہ "یہ مختلف راستے ہیں، جن میں سے ہر راستے پر شیطان بیٹھا ہے اور ان راستوں پر چلنے کی دعوت دے رہا ہے"، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾ [الأنعام:153] "یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو اس کی پیروی کرو، دوسرے راستوں کے پیچھے نہ پڑو، ورنہ تم اللہ کے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔" (مسند احمد: 1 / 435)۔

سو معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان کے بہت سارے راستے ہیں: یہودیوں کا راستہ ہے، نصاری کا راستہ ہے، بت پرستوں کا راستہ ہے، مجوسیوں کا راستہ ہے، ہندوؤں کا راستہ ہے، اس وقت کے مشرکین عرب کا راستہ ہے اور ان لوگوں کا راستہ جو شرک پر باقی رہے، روافض اور خوارج کا راستہ ہے، معتزلہ اور مرجیہ کا راستہ ہے، یہ وہ فرقے ہیں جن کا شمار 72 فرقوں میں ہوتا ہے، ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اسے مزین کرتا ہے اور ان بیوقوفوں کے لیے اسے ہموار کرتا ہے جو بے عقل اور بے بصیرت ہوتے ہیں جو نہ تو عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ نصیحت۔

-اس وصیت کے اخر میں اللہ تعالی نے فرمایا: ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ: اس کا تم کو اللہ تعالی نے تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم تقوی اور پرہیز گاری اختیار کرو:

آپ دیکھیں پہلی وصیت کے اندر اللہ تعالی نے فرمایا تھا (تا کہ تمہارے اندر عقل اور ہوش مندی آجائے) پھر اس کے بعد دوسری وصیت میں فرمایا (تا کہ تم نصیحت حاصل کرو) اور یہاں تیسری وصیت میں فرمایا (تا کہ تم تقوی اختیار کرو) اس ترتیب پر بعض علماء نے کہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ابن عطیہ ہیں کہتے ہیں کہ انسان جب عقلمندی اور ہوش مندی سے کام کرتا ہے تو وہ نصیحت حاصل کرتا ہے اور جب عقلمندی اور ہوش مندی سے نصیحت حاصل کر لیتا ہے تو اس کے اندر تقوی اور پرہیز گاری آجاتی ہے یعنی جب وہ اللہ کی وصیت کو سمجھ کر اس پر عمل کرتا ہے اور ان عظیم وصیتوں کو یاد کرتا ہے اور ان سے نصیحت حاصل

کرتا ہے تو اس سے اللہ کا تقوی اور اس کی خشیت حاصل ہوتی ہے اور پھر وہ صراط مستقیم پر گامزن ہو جاتا ہے، اللہ کی وصیتوں اور نصیحتوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے ایسی صورت میں ضروری ہے کہ وہ اللہ کے افضل متقی بندوں میں سے ہو جائے۔

ان آیتوں کے اندر شریعت کے مقاصد اور عظیم مصالح کی رعایت اور تحفظ اور بڑے مفاسد کو دور کرنا، جان و مال حسب ونسب اور دین کی حفاظت جیسے عظیم اہداف پائے جاتے ہیں انہی عظیم اہداف اور مقاصد میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

- دین اور عقیدے کی حفاظت اور اسی لیے اللہ تعالی نے جہاد کو مشروع کیا ہے تا کہ اللہ کے کلمے کو سر بلندی حاصل ہو، شرک کو حرام کیا اور توحید کو واجب کیا، جہاد کو مشروع کیا تا کہ اس مقصد کو پورا کیا جائے یعنی اللہ کی توحید کو قائم کیا جائے اور شرک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔

- انسانی جان کی حفاظت: اسی لیے اللہ تعالی نے قتل نفس کو حرام قرار دیا اور قاتل پر قصاص کو واجب کیا۔

- مال کی حفاظت جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر معروف طریقے سے۔ جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرمایا: (وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ) ترجمہ: اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کر لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو [البقرہ:188]۔ اسی طرح اور دوسری ایتیں جن کے اندر اللہ تعالی نے مال پر ظلم و زیادتی کرنے سے منع کیا ہے خواہ اس کی شکل کچھ بھی ہو اس لیے کہ مال زندگی کی بنیاد ہے اس لیے اس کی حفاظت ضروری ہے

- عزت و آبرو کی حفاظت جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ فواحش ومنکرات کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ ایسا اللہ تعالی نے عزت و آبرو کی حفاظت ہی کی وجہ سے فرمایا ہے، اگر آپ غور سے دیکھیں تو

یہ آیتیں دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، اس لیے انہیں سمجھنا اور انہیں اپنی زندگی میں لاگو کرنا ضروری ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائے اور اپنی شریعت کی پابندی کرنے کی ہمیں توفیق دے اور اس پر ہمیں ثابت قدم رکھے، اور ہم یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں تمام طرح کے معاصی اور کبیرہ گناہوں سے دور رکھے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

رحمن کے بندوں کے اوصاف

پہلی مجلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہاں پر سورہ فرقان کی ان چند آیتوں کی مختصر تفسیر کی جارہی ہے جن کا تعلق رحمان کے بندوں کے
اوصاف سے ہے؛ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:(وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى
الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا[63] وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ
سُجَّدًا وَقِيَامًا[64] وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ
غَرَامًا[65] إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا[66] وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ
يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا[67] وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ
النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا[68]
يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا[69] إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ
عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا[70]
وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا[71] وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ
وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا[72] وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا
صُمًّا وَعُمْيَانًا[73] وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ
وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا[74] أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً
وَسَلَامًا[75] خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا[76] قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي

لَوۡلَا دُعَآؤُكُمۡ فَقَدۡ كَذَّبۡتُمۡ فَسَوۡفَ يَكُونُ لِزَامًا) ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔ [63] اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔ [64] اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ بے شک اس کا عذاب ہمیشہ چمٹ جانے والا ہے۔ [65] بے شک وہ بری ٹھہرنے کی جگہ اور اقامت کی جگہ ہے۔ [66] اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔ [67] اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ [68] اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ [69] مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، کچھ نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ [70] اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔ [71] اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔ [72] اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ [73] ۔اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔ [74] یہ لوگ ہیں جنھیں جزا میں بلند و بالا محل عطا کیے جائیں گے، اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام کے ساتھ کیا جائے گا۔ [75] ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ وہ ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے۔ [76] کہہ میرا رب تمھاری پروا نہیں کرتا اگر تمھارا پکارنا نہ ہو، سو بے شک تم نے جھٹلا دیا، تو عنقریب (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا۔

[الفرقان:77]۔

ان آیات کریمہ کے اندر رحمان کے بندوں کے اچھے اوصاف، ان کے اخلاق، ان کے رب کے ساتھ ان کے تعامل اور برتاؤ اور لوگوں کے ساتھ ان کے تعلق اور برتاؤ کو بیان کیا گیا ہے، ساتھ ہی ان کے عقیدے اور مال میں تصرف کرنے کو بھی واضح کیا گیا ہے اور یہ کہ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے اللہ کی آیتوں کے ذریعے تو وہ اسے دل سے قبول کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ غور سے دیکھیں کیسے اللہ تعالی ان نیک بندوں کی چال کی ہیئت اور حالت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:(وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا) اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں۔

یعنی ان کے اندر اللہ کی خاطر تواضع اور خاکساری کی وجہ سے جو ہیئت اور شکل پیدا ہوتی ہے اس کی اللہ تعالی تعریف کر رہا ہے وہ تواضع اور خاکساری جس کا شمار تمام مذاہب اور ادیان میں اعلی اخلاق اور آداب میں ہوتا ہے، آپ دیکھیں لقمان علیہ السلام کو کیسے وہ اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زمین میں اکڑ کر نہ چلنا جیسا کہ اللہ تعالی نے نقل کیا ہے:(وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا) ترجمہ:اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے[الاسراء:37]۔

یہ تکبر اور گھمنڈ کے ساتھ اترانے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے اہانت اور رسوائی ہے، اللہ اس سے کہے گا کہ آخر تیری کیا حیثیت ہے کہ لوگوں پر تو اترا کر چل رہا ہے، تو تو پہاڑ کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتا، یہ اللہ کی طرف سے اس کی اہانت ہے تا کہ وہ تواضع اور خاک ساری اختیار کرے۔

مگر یہ رحمان کے بندے زمین پر خاکساری اور نرمی سے چلتے ہیں اللہ رب العالمین کے لیے تواضع اختیار کرتے ہیں سکینت و وقار کے ساتھ نرم چال چلتے ہیں جس میں کوئی تصنع اور بناوٹ نہیں ہوتی بلکہ وہ

اللہ کی خاطر تواضع اور خاکساری اختیار کرتے ہیں، اسی طرح انسانوں کے ساتھ بھی نرمی کا سلوک کرتے ہیں خواہ وہ اللہ کے مومن بندے ہوں یا کوئی دوسرا اور اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتے ہیں۔

-آگے اللہ تعالی فرماتا ہے: وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا: اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔

یہ ان کا کمال اخلاق ہے کہ وہ بیوقوفوں اور احمقوں کے ساتھ بے ہودہ گھٹیا بدکلامی نہیں کرتے بلکہ وہ اس سے اوپر اٹھ کر اپنی شخصیت کو بلند رکھتے ہیں اور احمق جاہلوں کے ساتھ نیچے گر کر جہالت اور بدکلامی اور فحش گوئی نہیں کرتے بلکہ سلام کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں ایسا سلام جو بد اخلاقی اور برائی سے پاک ہوتا ہے جو شرف وفضیلت کا نمونہ ہوتا ہے؛ اس لیے کہ بے وقوفوں اور احمقوں کے ساتھ نیچے اتر کر گفتگو کرنا شرفاء کی عزت کو مجروح کر دیتا ہے اس لیے وہ فحش کلامی سے دور رہتے ہیں گرچہ ان کے ساتھ جہالت اور بدکلامی کی گئی ہو گرچہ انہیں ستایا گیا ہو اور ان کے ساتھ برا سلوک کیا گیا ہو، انہیں گالی گلوچ دی گئی ہو مگر وہ صبر، حلم بردباری اور عمدہ کلام جیسے بلند اخلاق سے ان سب کا مقابلہ کرتے ہیں یہاں تک کہ جب بعض لوگوں کو گالی دی جاتی ہے تو وہ السلام علیکم کہتے ہیں جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے: (سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ) ترجمہ: سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ [القصص:55]۔

اور ایک شاعر کہتا ہے:

ولقد أمر على اللئيم يسبني

فمضيت ثمت قلت لا يعنيني

یعنی میں بد خلق کمینے شخص سے گزرتا ہوں جو مجھے گالی دے رہا ہوتا ہے لیکن میں آگے بڑھ جاتا ہوں یہ کہتے ہوئے کہ وہ مجھے مراد نہیں لے رہا ہوگا۔

یعنی وہ اس پر کان نہیں دھرتے ہیں، اس لیے آپ بھی کمینوں کے ساتھ کمینہ پنی نہ کریں بلکہ حلم و

بردباری اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے برائی کا بدلہ نیکی سے دیں؛ ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ [34] وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ) ترجمہ: اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ [34] اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔ [فصلت:35]۔

تو یہ اخلاقی سبق ہے جس کی تربیت ہمیں اللہ تعالی دے رہا ہے اور اپنے چنیدہ اور نیک صفت بندوں کے اوصاف ہمارے لیے واضح کر رہا ہے، ہمیں ان کا بلند اخلاق سکھا رہا ہے چنانچہ ہم جس طرح ان سے دین اور عقیدہ حاصل کرتے ہیں اسی طرح ہم ان سے اخلاق و آداب بھی سیکھتے ہیں، اور ان کے طریقے اور منہج پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہیں، ہم قرآن کو صرف برکت کے لیے نہیں پڑھتے ہیں بلکہ اس پر عمل کرنے کے لیے پڑھتے ہیں، اسی طرح ہم سنت کو پڑھتے ہیں اس پر عمل کرنے کے لیے علم کو ہم سیکھتے ہیں عمل کرنے کے لیے۔

اسلام ایسا دین ہے جس پر پریکٹیکلی طور پر عمل کیا جاتا ہے یہ عمل والا دین ہے یہ کوئی نظریاتی دین نہیں ہے ارشاد باری تعالی ہے: (وَالْعَصْرِ [1] إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ [2] إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) ترجمہ: زمانے کی قسم! [1] کہ بے شک ہر انسان یقینا گھاٹے میں ہے۔ [2] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ [العصر]۔

اس طرح بہت ساری ایتیں ہیں جن کے اندر اللہ تعالی جدو جہد والے عمل پر ہمیں ابھارتا ہے۔ اور

یہاں سلام سے مراد یا تو عام تحیہ (**السلام علیکم**) ہے جو ملاقات کے وقت بولا جاتا ہے یا پھر اس سے مراد ایسا کلام جو نرم اور حکیمانہ ہو جو برائی گناہ غضب اور فحش کلامی سے پاک ہو۔

- آگے اللہ تعالی فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا: اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔

پہلی آیت کے اندر اللہ کے ساتھ اور اس کے بندوں کے ساتھ تعامل اور برتاؤ کو بیان کیا گیا اور اس آیت کے اندر اللہ رب العالمین کے ساتھ تعامل اور برتاؤ کو بیان کیا گیا کہ اللہ کی نیک بندے اس سے محبت کرتے ہیں، اس کی تعظیم کرتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں قیام اللیل کرتے ہیں لیکن پوری رات قیام نہیں کرتے ہیں جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے کیونکہ ہمارا دین اور ہماری شریعت دین وسط اور اعتدال والا مذہب ہے اس کے اندر کوئی رہبانیت اور کوئی سختی نہیں ہے بلکہ یہ اعتدال والا دین ہے؛ اسی لیے جب بعض صحابہ نے سختی برتی اور ان میں سے ایک نے کہا کہ میں رات بھر قیام کروں گا کبھی نہیں سوؤں گا اور ایک نے کہا کہ میں برابر روزہ رکھوں گا اور ایک نے کہا کہ میں کبھی عورتوں سے شادی نہیں کروں گا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو گئے اور کہا: کیا ہو گیا ہے کچھ لوگوں کو جو ایسی اور ایسی باتیں کہتے ہیں؟!! میرا حال تو یہ ہے کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں قیام اللیل بھی کرتا ہوں اور رات میں سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (صحیح بخاری:5063، صحیح مسلم:1401)۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل کرتے تھے اور رات میں 11 رکعت یا 13 رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور بسا اوقات اس سے بھی کم پڑھا کرتے تھے۔ سیدنا عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما دن میں روزہ رکھتے اور رات میں قیام کرتے تھے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم

ہوئی تو آپ نے ان پر نکیر فرمائی جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَلَمْ أُنْبَأْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ، فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتِ الْعَيْنُ وَنَفِهَتِ النَّفْسُ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَذَلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ أَوْ كَصَوْمِ الدَّهْرِ، قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ بِي، قَالَ مِسْعَرٌ: يَعْنِي قُوَّةً، قَالَ: فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ”کیا میری یہ خبر صحیح ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن بھر (روزانہ) روزہ رکھتے ہو؟“ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تم اسی طرح کرتے رہے تو تمہاری آنکھیں کمزور ہو جائیں گی اور تمہارا جی اکتا جائے گا۔ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو کہ یہی (ثواب کے اعتبار سے) زندگی بھر کا روزہ ہے، یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) زندگی بھر کے روزے کی طرح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے میں محسوس کرتا ہوں، مسعر نے بیان کیا کہ آپ کی مراد قوت سے تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کے روزے کی طرح روزے رکھا کرو۔ وہ ایک دن روزے رکھا کرتے اور ایک دن بغیر روزے کے رہا کرتے تھے اور دشمن سے مقابلہ کرتے تو میدان سے بھاگا نہیں کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: 3419، صحیح مسلم: 1159)۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تعلیم دی تھی کہ وہ داؤد علیہ السلام کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے آدھی رات سوئیں اور ایک تہائی قیام کریں اور پھر اس کے بعد آخر میں سو جائیں۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں آیا ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ، سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ لِي: رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ".

ترجمہ: عمرو بن اوس ثقفی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے کا سب سے پسندیدہ طریقہ داؤد علیہ السلام کا طریقہ تھا۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بغیر روزے کے رہتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کا سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ داؤد علیہ السلام کی نماز کا طریقہ تھا' آپ آدھی رات تک سوتے اور ایک تہائی حصے میں عبادت کیا کرتے تھے' پھر بقیہ چھٹے حصے میں بھی سوتے تھے۔" (صحیح بخاری: 3420، صحیح مسلم: 1159)۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما کو یہ رہنمائی فرمائی کہ آپ داؤد علیہ السلام کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے قیام اللیل کریں اور روزہ رکھیں؛ کیونکہ ان کے قیام سے افضل کوئی قیام نہیں ہے اور ان کے روزے سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے اور اس لیے کہ جب دشمنوں سے ان کی مڈبھیڑ ہوتی تو وہ بھاگتے نہیں تھے اللہ کی راہ میں وہ مجاہد تھے آپ کی صفت میں بہادری تھی: اس طرح آپ ایک طرف عبادت میں آگے تھے تو دوسری طرف بہادری میں بھی آگے آگے تھے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم بھی قیام اللیل کریں لیکن اسی طریقے اور اسی منہاج پر جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع اور سنت قرار دیا ہے، اس لیے کہ دین کے اندر کوئی بھی جب سختی کرتا ہے تو وہ مغلوب ہو جاتا ہے: ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ, قَالَ: " دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ , فَقَالَ: مَا هَذَا الْحَبْلُ؟ , قَالُوا: هَذَا حَبْلٌ

لِزَيْنَبَ فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حُلُّوهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک رسی پر پڑی جو دوستونوں کے درمیان تنی ہوئی تھی۔ دریافت فرمایا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا نے باندھی ہے جب وہ (نماز میں کھڑی کھڑی) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹکی رہتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ رسی نہیں ہونی چاہیے اسے کھول ڈالو، تم میں ہر شخص کو چاہیے جب تک دل لگے نماز پڑھے، تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ (صحیح بخاری: 1150، صحیح مسلم: 784)۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ".

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز پڑھتے وقت تم میں سے کسی کو اونگھ آجائے، تو چاہیے کہ وہ سو رہے یہاں تک کہ نیند (کا اثر) اس سے ختم ہو جائے۔ اس لیے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے لگے اور وہ اونگھ رہا ہو تو وہ کچھ نہیں جانے گا کہ وہ (اللہ تعالیٰ سے) مغفرت طلب کر رہا ہے یا اپنے نفس کو بددعا دے رہا ہے۔ (صحیح بخاری: 212، صحیح مسلم: 786)۔

کیونکہ نیند سے انسان کے عقل میں خلل پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنا احساس اور ہوش کھو بیٹھتا ہے پھر وہ ایسی باتیں کہنے لگتا ہے جو وہ چاہتا نہیں ہے، اس لیے معلوم ہونا چاہیے کہ دین اسلام

اعتدال پسندی والا ایک متوسط دین ہے اسی طرح یہ شریعت ایک معتدل اور متوسط شریعت ہے اس کے اندر نہ تو کوئی سختی ہے اور نہ ہی یہودیت اور نصرانیت کا طریقہ پایا جاتا ہے بلکہ یہ دین وسط اور دین اعتدال ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا: اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔ یعنی وہ خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور خشوع وخضوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ ان کے اوصاف کریمہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ[1] الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ) ترجمہ: یقینا کامیاب ہو گئے مومن۔ [1] وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ [المومنون: 2] یعنی خشوع وخضوع کرنے والوں کی طرح ان کا سجدہ اور رکوع ہوتا ہے، اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا ہے: (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا) ترجمہ: محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں۔(الفتح:29)۔

اللہ تعالی نے ان صفات سے انہیں متصف کیا ہے کہ وہ کفار پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں، اسی طرح سے ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے

والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔ (المجادلہ:22)۔

جو لوگ بلاد کفر میں رہتے ہیں ان میں سے اکثر پر مجھے خوف ہے کہ ان کے اور کافروں کے درمیان دلی دوستی رہتی ہے والعیاذ باللہ! چونکہ اس طرح کی دوستی کفر ہے ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقینا وہ ان میں سے ہے۔ (المائدہ:51)۔ یہاں پر دوستی سے مراد دلی محبت اور تعاون ہے چنانچہ اگر آپ دین اسلام کے خلاف کسی کی مدد کرتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں تو یہ کفر ہے، اور کبھی اس کے علاوہ بھی موالات پائی جاتی ہیں دنیا کی خاطر تو ایسی صورت میں یہ گناہ کبیرہ ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ کوشش کرے مسلم ملک میں رہنے کی اور یہ کہ وہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے یعنی مسلم ملک میں بھی برے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرے۔

اس آیت کی شرح میں جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اس سے مراد پوری رات قیام کرنا نہیں ہے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور آپ خود بھی قیام اللیل کرتے تھے اور سوتے بھی تھے روزہ بھی رکھتے تھے اور ناغہ بھی کرتے تھے اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل میں 11 / رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، ہاں انہیں طول ضرور دیتے تھے دوسرے لوگوں کی طرح آپ کی نماز نہیں ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری:2013)۔

-آگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ: اور وہ جو کہتے

ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔

اللہ کے یہ نیک بندے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر جنت اور دوزخ پر ایمان لاتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت اور دوزخ کے بارے میں بات کرتے تو ایسا لگتا کہ لوگ اسے اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں ایسا ان کے ایمان کی طاقت سے ہوتا تھا؛ اس لیے انسان پر ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کو مضبوط کرے قرآن کی تلاوت کے ذریعے اس پر غور وفکر اور تدبر کے ذریعے زیادہ سے زیادہ حدیث رسول کو پڑھنے اور اسے سیکھنے کے ذریعے تاکہ اس کا ایمان مضبوط ہو اور اس میں اضافہ ہو، ساتھ ہی اس کے یقین میں بھی مضبوطی آئے ایسا لگے گویا وہ دوزخ کو دیکھ رہا ہے اور جب وہ اللہ کی عبادت کرے تو ایسا لگے گویا اسے دیکھ رہا ہے اور اگر وہ ایسا محسوس نہ کر سکے تو یہ یقین اور اعتقاد رکھے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

رحمان کے بندے دوزخ پر بھی ایمان لاتے ہیں اس کی شدت اور اس کے عذاب کی سختی کو جانتے ہیں اور اہل دوزخ کی رسوائی اور ذلت کو بھی جانتے ہیں اسی لیے وہ اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس سے استغاثہ کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان سے عذاب دوزخ کو دور رکھے؛ کیونکہ اس کا عذاب ہمیشہ کے لیے چمٹ جانے والا ہے، اور یہ چمٹ جانے والا عذاب کفار کو ہوگا جو ہمیشہ ہمیش کے لیے انہیں چمٹ جائے گا، اگر وہ چاہیں گے کہ ایک لمحہ کے لیے انہیں راحت مل جائے تو اس کی بھی گنجائش نہیں ہوگی، اس کے اندر انہیں نہ موت آئے گی اور نہ ہی کوئی زندگی ہوگی، وہ عذاب انہیں ہمیشہ چمٹے ہوئے ہوگا ان کے کفر اور شرک کی وجہ سے اور گناہوں نیز جرائم کے ارتکاب کی وجہ سے۔

جبکہ اللہ کے نیک بندے اچھے اعمال انجام دیتے ہیں برائیوں سے اور فواحش ومنکرات سے دور رہتے ہیں جن میں سرفہرست کفر ہے، وہ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے ہیں بلکہ اللہ کے سامنے گڑگڑاتے

ہیں تواضع اور خاکساری اختیار کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دوزخ سے نجات دے دے؛ اس لیے کہ کوئی بھی شخص اپنے لیے جنت کی ضمانت نہیں رکھتا ہے اسی لیے وہ اللہ کی پناہ میں آتا ہے اور یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ اسے عذاب دوزخ سے نجات دے۔

اور اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر نماز میں یہ دعا سکھلائی ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل ہو کہ ہم عذاب دوزخ، عذاب قبر اور زندگی وموت کے فتنے نیز مسیح الدجال کے فتنے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگیں جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

عن أَبي هُرَيْرَةَ ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الآخِرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ، مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی دوسرے تشہد سے فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے چار چیزوں سے پناہ طلب کرے، جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، موت وحیات کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔“ (صحیح مسلم:588)۔

وہ اپنے ایمان، نیک اعمال، عبادت اور قیام اللیل سے غرور میں مبتلا نہیں ہوتے تھے اور یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم یہ سب کرتے ہیں تو ہمیں جنت ضرور ملے گی جیسا کہ بعض بے وقوف اور بدعتی اور گمراہ قسم کے لوگ سمجھتے ہیں، صحابہ کرام کے بارے میں آتا ہے جیسا کہ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے 30 صحابہ کا زمانہ پایا ہے میں نے دیکھا ان میں سے ہر کوئی اپنے آپ پر نفاق سے ڈرتا تھا۔ (فتح الباری: 1 / 134)۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ کے عذاب سے مومن ہی ڈرتا ہے اور اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو ایک منافق ہی بے خوف سمجھتا ہے۔ (فتح الباری: 1 / 134)۔

حق درجہ احتیاط،فخر وغرور اور خود پسندی سے دوری اور ان کے عمل کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے آپ پر نفاق سے ڈرتے تھے،کیا ہمارا بھی یہی حال ہے؟!کیا ہم بھی ایسی ایمانی روح اور احساس وشعور کو اپنے اندر پاتے ہیں؟!اور کیا ہم بھی اپنے اوپر اس طرح کے نفاق سے خوف کھاتے ہیں؟!ارشاد باری تعالی ہے:(أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ) ترجمہ:کیا پس وہ اللہ کی اس پکڑ سے بے فکر ہو گئے۔سو اللہ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا[الاعراف:99]۔اس لیے ضروری ہے کہ آپ بھی اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھیں بلکہ یہ دعا کرتے رہیں:(ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا) اور اللہ سے کثرت سے یہ دعا کریں:(يا مقلب القلوب ثبت قلوبنا على دينك)۔

ایک مومن پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ہمیشہ خائف رہے اور وہ اس بات سے بھی خائف رہے کہ کہیں اللہ اسے واپس گمراہی کی راہ پر نہ ڈال دے،اسے یہ خوف ہو کہ کہیں اس کا دل ٹیڑھا نہ ہو جائے، کہیں وہ نفاق میں مبتلا نہ ہو جائے،وہ نفاق عملی کہیں اسے نفاق اعتقادی تک نہ پہنچا دے،والعیاذ باللہ!

چنانچہ اللہ کے محبوب بندے اعمال پر بھروسہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی اپنے عمل کی بنیاد پر جنت میں نہیں جا سکتا،صحابہ نے عرض کیا:اللہ کے رسول!کیا آپ بھی؟ تو آپ نے فرمایا:جی ہاں،میں بھی نہیں جا سکتا الا یہ کہ اللہ تعالی مجھے بھی اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

آپ نے یہ نہیں کہا کہ میں اپنے عمل کی بنیاد پر جنت میں جاؤں گا بلکہ یہ فرمایا کہ میں اللہ سے یہ دعا کروں گا کہ وہ مجھے عذاب دوزخ سے نجات دے دے اور میرے گناہوں کو معاف فرما دے،مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ مجھے اپنی رحمت سے مایوس نہیں رکھے گا۔

چنانچہ ایک طرف اللہ کے عذاب کا خوف ہونا چاہیے تو دوسری طرف اس کی رحمت کی امید بھی ہونی

چاہیے لیکن ایسا نہ ہو کہ خوف پر امید کا پہلو غالب آجائے، ایک مومن خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے؛ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہوتا اور اس کے عذاب سے اپنے آپ کو محفوظ بھی نہیں سمجھتا، بلکہ ایک مومن میانہ رو اور معتدل ہوتا ہے وہ ہمیشہ اپنے نفس کا مراقبہ کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے، اسے خوف ہوتا ہے کہ کہیں وہ منحرف اور گمراہی کا شکار نہ ہو جائے حتی کہ وہ اپنے اوپر نفاق اور ارتداد سے بھی خوف کھاتا ہے۔

اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ، پروردگار! ہدایت کے بعد تو ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر، پروردگار! عذاب جہنم سے ہمیں دور رکھ، یقینا اس کا عذاب ہمیشہ ہمیش کے لیے چمٹ جانے والا ہے، آپ بھی اللہ سے دعا کریں اس کے لیے مخلص رہیں واجبات کو ادا کریں محرمات سے اجتناب کریں نوافل اور دیگر بھلائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور ساتھ ہی اللہ کی پناہ میں رہیں اور اس سے عذاب دوزخ سے نجات طلب کریں۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو اللہ کا ولی سمجھ کر کسی بھی طرح کے انحراف اور گمراہی کا خوف نہیں کھاتے ہیں، والعیاذ باللہ!

ایسے لوگ ولایت کو وراثت سمجھتے ہیں جیسے کہ کسی گھرانے کو کسی شہر کو ولایت کا حق سمجھتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہیں کے پیدا ہونے والے ہی اللہ کے ولی ہو سکتے ہیں، یہ اس طرح اولیاء کو پیدا کرتے ہیں جیسے کھیتی سبزہ اگاتی ہے، ایسے لوگوں پر شیطان بھی ہنستا ہے اور انہیں مزید بدعت اور خرافات کی تلقین کرتا ہے، جبکہ مومنوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ خوف و امید کے بیچ میں ہوتے ہیں، یہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنی موت کے وقت کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر میرے قبضے میں پوری زمین سونے کی ہوتی تو میں اسے بھی اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ میں دے دیا ہوتا قبل اس کے کہ میں اسے دیکھتا، یہ وہ صحابی ہیں جن کے جنت کی گواہی خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس کے

باوجود یہ اپنے اوپر اس قدر سخت خوف کھا رہے ہیں جبکہ انہوں نے دنیا کو فتح کیا، ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے: اے ابوموسیٰ! کیا تم اس پر راضی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا اسلام، آپ کے ساتھ ہماری ہجرت، آپ کے ساتھ ہمارا جہاد ہمارے تمام عمل جو ہم نے آپ کی زندگی میں کئے ہیں ان کے بدلہ میں ہم اپنے ان اعمال سے نجات پا جائیں جو ہم نے آپ کے بعد کئے ہیں گو وہ نیک بھی ہوں بس برابری پر معاملہ ختم ہو جائے۔ اس پر آپ کے والد نے میرے والد سے کہا اللہ کی قسم! میں اس پر راضی نہیں ہوں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جہاد کیا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے اور بہت سے اعمال خیر کئے اور ہمارے ہاتھ پر ایک مخلوق نے اسلام قبول کیا، ہم تو اس کے ثواب کی بھی امید رکھتے ہیں اس پر میرے والد نے کہا (خیر ابھی تم سمجھو) لیکن جہاں تک میرا سوال ہے تو اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کئے ہوئے ہمارے اعمال محفوظ رہے ہوں اور جتنے اعمال ہم نے آپ کے بعد کئے ہیں ان سب سے اس کے بدلہ میں ہم نجات پا جائیں اور برابر پر معاملہ ختم ہو جائے۔ (صحیح بخاری:3915)۔

یعنی کہ جہاد اور عدل وانصاف کے بعد جس سے پوری دنیا بھر گئی تھی اور سارے اعمال کے باوجود اپ خوف کھا رہے ہیں اور سلامتی کی دعا کر رہے ہیں اور اپنی موت کے وقت کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر میرے قبضے میں پوری زمین سونے کی ہوتی تو میں اسے بھی اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ میں دے دیا ہوتا قبل اس کے کہ میں اسے دیکھتا۔ یہ دراصل اس وقت کے ہولناک موقف کی وجہ سے کہہ رہے ہیں، اور مومنوں کا حال ایسے ہی ہوتا ہے۔

-آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا: بے شک وہ بری ٹھہرنے کی جگہ اور اقامت کی جگہ ہے۔

یقیناً ٹھکانہ بنانے اور مستقل رہنے کے اعتبار سے یہ کیا ہی بری جگہ ہے! وہاں رہنے والوں کا حال نہ

گفتہ بہ ہوگا جو بیان کے قابل نہیں ہوگا اس عذاب اور ہلاکت اور بربادی اور دردناک عذاب کی وجہ سے جوان پر نازل ہوگا، اس طرح وہ ٹھہرنے اور ٹھکانے ہر اعتبار سے بہت ہی بری جگہ ہوگی، اسے بری جگہ اور برا ٹھکانہ اسی لیے کہا گیا کیونکہ یہ کافروں کا مستقل ٹھکانہ ہوگا، وہ دردناک عذاب کی جگہ ہوگی جس کا ہم تصور نہیں کرسکتے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ) ترجمہ: جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔ [التحریم:6]۔

اس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اس کی آگ دنیا کی آگ کی طرح نہیں ہوگی، دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا 70 واں حصہ ہوگا جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " نَارُكُمْ هَذِهِ الَّتِي يُوقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ "، قَالُوا: وَاللَّهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: " فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھاری دنیا کی یہ آگ جسے آدم کا بیٹا (انسان) جلاتا ہے جہنم کی گرمی کے ستر حصوں سے ایک حصہ ہے۔“ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین نے عرض کیا، واللہ! یہ کافی تھی، اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: ”دوزخ کی آگ دنیا کی آگ پر انہتر درجہ بڑھا دی گئی ہے اور ہر درجہ کی حرارت دنیا کی آگ کی حرارت کے برابر ہے۔“ (صحیح مسلم:2843)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آیا ہے:

عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "

اشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا، فَقَالَتْ: رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہنم نے اپنے رب کے حضور میں شکایت کی اور کہا کہ میرے رب! میرے ہی بعض حصے نے بعض کو کھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانسوں کی اجازت دی، ایک سانس جاڑے میں اور ایک گرمی میں۔ تم انتہائی گرمی اور انتہائی سردی جوان موسموں میں دیکھتے ہو، اس کا یہی سبب ہے۔" (صحیح بخاری:3260)۔

وہاں پر ہلاکت خیز سخت ٹھنڈی ہوگی یا پھر سخت گرمی ہوگی جسے انسان برداشت نہیں کرسکے گا؛ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ [32] كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ) ترجمہ: بلاشبہ وہ (آگ) محل جیسے شرارے پھینکے گی۔ [32] جیسے وہ زرد اونٹ ہوں۔ [المرسلات:33]۔ یا ایسی آگ ہوگی جو انتہائی گہری ہوگی اور گہرائی میں اس کے درجات ہوں گے، اور منافقین اپنی خباثت کی وجہ سے اس آگ کی گہرائیوں میں سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے؛ کیونکہ یہ کھلے کافروں سے بھی زیادہ خبیث ہوتے ہیں۔

یہ اعتقادی نفاق اس امت میں پایا گیا ہے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی پایا گیا ہے اور یہ مرور زمانہ کے ساتھ ہمیشہ اس امت میں موجود رہا ہے، بدعت وخرافات رفض وتشیع اور تصوف کی گندگی انہی منافق زندیقوں نے اس امت میں پھیلایا ہے، حلول، وحدت الوجود، بدعت وخرافات، صحابہ کی تکفیر اور ان پر طعن وتشنیع انھیں منافقین امت کی وجہ سے رائج ہوا ہے،. بہت سارے لوگ ان کے ظاہری اسلام کو دیکھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں جبکہ یہ انتہائی احمق، جاہل اور گمراہ ہوتے ہیں، انہیں حق، باطل اور ہدایت وگمراہی کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے، یہ ان منافقوں سے دھوکہ کھا

کر ان کی جال میں جلد ہی پھنس جاتے ہیں، والعیاذ باللہ!!

- پھر آگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔

یعنی انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال اللہ کی نعمت ہے اور بندے سے اس مال کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کن چیزوں میں خرچ کیا؛ اس لیے یہ اس کے اندر اعتدال، حکمت اور میانہ روی سے تصرف کرتے ہیں نہ ہی زیادہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی بخالت سے کام لیتے ہیں، اسراف حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں یعنی خرچ کرنے میں اس طرح حد سے تجاوز کرے کہ کھانے پینے میں اس مطلوبہ حد سے آگے بڑھ جائے جو اسکے لئے مناسب تھا، یعنی مال کو حرام اور گناہ کے کاموں میں صرف کرے، اس طرح یہ فضول خرچی کی یہ بدترین صورت ہوتی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: (فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں)۔

وہ بخالت سے کام نہیں لیتے یعنی مال کو اس کے مستحق جگہوں پر خرچ کرتے ہیں یعنی وہ مال میں زکوۃ ادا کرتے ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں رشتہ داروں پر فقراء ومساکین پر خرچ کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کی مدح سرائی کی ہے جو مال کو جائز جگہوں پر خرچ کرتے ہیں وہ نہ تو اسراف اور فضول خرچی سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی تنگدستی اور بخالت سے کام لیتے ہیں۔

چنانچہ ان کے اندر نہ تو اسراف اور فضول خرچی والے جذباتی احمقوں کی صفت پائی جاتی ہے اور نہ ہی بزدل بخیلوں کی صفت پائی جاتی ہے؛ بخالت اور بزدلی دونوں لازم ملزوم ہیں والعیاذ باللہ! یہ انتہائی بلند مقام اور اعتدال رویے کے حامل ہوتے ہیں، اور یہ چیز ان کے یہاں ہر جگہ پائی جاتی ہے؛ چنانچہ یہ عبادت اور بندگی میں اعتدال سے کام لیتے ہیں، اخلاق وآداب میں بھی معتدل ہوتے ہیں، مال کے

خرچ کرنے میں بھی میانہ روی اختیار کرتے ہیں؛ اس لیے کہ یہ اللہ کے مذہب اور اس کے برحق دین کو نمونہ بناتے ہیں، یہ اسلام کے اہداف و مقاصد کو سمجھتے ہیں؛ اسی لیے اسراف وفضول خرچی اور بخالت سے کام نہیں لیتے ہیں۔

اور ایسا مال کے تحفظ اور اس کے اہتمام کے لیے ضروری بھی ہے؛ کیونکہ مال بھی ان ضروریات خمسہ میں سے ہے جن کے تحفظ کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ انسانی زندگی میں مال کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی جیسی ہے؛ اس لیے مال کو شیطان کی راہ میں ضائع نہ کرے، شیطان کے بہت سارے راستے ہیں ان راستوں میں اسے خرچ نہ کریں اور نہ ہی اس میں بخالت سے کام لیں بلکہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کریں کیونکہ ایک انسان جو بھی خرچ کرتا ہے اس پر اجر پاتا ہے یہاں تک کہ اس لقمے پر بھی اجر پاتا ہے جسے وہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے، سو جو مال آپ اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے ہیں اس پر بھی اجر کی امید رکھیں، مگر ضروری ہے کہ آپ اسکی نیت کریں، اور جب نیک نیتی ہوگی اور شرعی واجب کو پورا کریں گے تو وہ آپ کے میزان حسنات میں ہوگا لیکن اگر لاپرواہی اور بغیر نیت کے خرچ کریں گے تو اس عمل کے اجر سے محروم ہوں گے، اس لئے ہمیشہ اپنے تمام تصرفات میں اللہ کی رضاجوئی کی نیت رکھیں یہاں تک کہ اس مال میں بھی اجر ملے گا جسے آپ اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس لقمے پر بھی اجر ملے گا جسے آپ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہیں۔

سو اسراف سے بچیں اور اسکے تمام دروازوں کو بند کردیں کیوں کہ یہ سب شیطانی دروازے ہیں، کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں، ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: (وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا) ترجمہ: اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے [الاسراء:29]۔ چنانچہ بخالت یہی ہے کہ ہاتھ کو باندھ کر رکھے اور خرچ نہ کرے۔ اور اسراف یہ ہیکہ آپ

مال کو ضائع کریں اور اسے شیطان کی راہ میں صرف کریں۔

مگر یہ رحمان کے بندے ایسے ہیں جن پر شیطان کیلئے کوئی سبیل نہیں ہے، یہ انہیں کبھی بھی دھوکا نہیں دے سکتے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ دھوکہ دے کر انہیں اسراف پر مجبور کریں اور نہ ہی انہیں فقر و محتاجگی کا خوف دلا سکتے ہیں؛ ارشاد باری تعالی ہے:(الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ) ترجمہ: شیطان تمھیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے اور تمھیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تمھیں اپنی طرف سے بڑی بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔[البقرہ:268]۔ والعیاذ باللہ!!

شیطان آپ سے کہتا ہے اور وسوسہ دلاتا ہے کہ آپ اگر آپ مال خرچ کریں گے تو آپ کا مال ضائع ہو جائے گا لہذا ایسا نہ کریں مال خرچ کریں گے تو فقیر ہو جائیں گے، اور اسی طرح وہ فحش کاموں کا حکم دیتا ہے انسان غلط کاری پر مجبور ہوتا ہے اس طرح کہ جو مال کا مستحق ہوتا ہے اس کے ساتھ وہ فحش کلامی کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے:(فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ[9] وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ) ترجمہ: پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر[9] اور نہ سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ[الضحی:10]۔

بسا اوقات وہ ایک مسکین شخص کو حقیر سمجھتا ہے اور اسے گھٹیا اور کمتر محسوس کرتا ہے اللہ تعالی نے فرمایا:(فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ[4] الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ[5] الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ[6] وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ) ترجمہ: پس ان نمازیوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔[4] وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔[5] وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔[6] اور عام برتنے کی چیزیں روکتے ہیں۔[الماعون:7]۔

- پھر آگے اللہ نے فرمایا: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے: اللہ نے کتنی صفات ان کے حق میں ذکر کیا ہے، انہیں شمار کیجئے کہ وہ کس

طرح خاکسار اور متواضع ہوتے ہیں، عبادت گزار ہوتے ہیں، مال خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں، اور اس طرح کی بہت ساری ان کی صفات ہیں؛ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں، اس کے سامنے گڑگڑاتے ہیں، یہ سب ان کی عمدہ صفتیں ہیں، انکی صفتوں میں سے خوف الہی بھی ہے۔

-وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے: اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں اس کا ہمسر نہیں بناتے ہیں وہ غیر اللہ سے استغاثہ نہیں کرتے ہیں، وہ غیر اللہ کے لیے نذر نہیں مانتے ہیں، غیر اللہ کے لیے ذبیحہ نہیں کرتے ہیں، غیر اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے ہیں، وہ غیر اللہ کی طرف رغبت نہیں کرتے ہیں، وہ صرف اللہ سے ڈرتے ہیں، اسے خوف العبادہ کہتے ہیں جب کہ طبعی خوف شرک نہیں ہوتا ہے جیسے کہ آپ کسی سانپ سے ڈرتے ہیں دشمن سے ڈرتے ہیں تو یہ شرک نہیں ہے، لیکن آپ غیبی خوف رکھیں کسی سے، جیسے کہ کوئی انسان مر چکا ہے قبر میں دفن ہو گیا اس سے آپ خوف کھائیں کہ وہ آپ کو نقصان پہنچائے گا تو یہ شرک ہوگا لیکن کسی کے پاس ریوالور ہے وہ آپ کو مارنا چاہتا ہے اس سے آپ خوف کھائیں اور اس سے احتیاط برتیں یا آپ اس سے قتال کریں آپ زرہ اور ہیلمٹ پہنیں تاکہ تیروں سے نیزوں سے اور تلواروں سے آپ بچ سکیں، موجودہ زمانے میں آپ گولیوں سے میزائلوں سے اور دوسرے ہتھیاروں سے خوف کھاتے ہیں جن سے بچاؤ کی صورت اپناتے ہیں یہ سب ظاہری چیزیں ہیں کہ جن سے آپ بچتے ہیں اس سے عقیدہ میں کوئی نقصان نہیں ہے لیکن یہ کہ اس میں مبالغہ سے کام نہ لیں خوف کے ساتھ بہادری اور مردانگی بھی ہونی چاہیے ورنہ اسے بزدلی کہیں گے۔

-وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے: یعنی وہ اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو ہمسر نہیں بناتے ہیں کہ اس سے محبت کریں اللہ کی محبت کی طرح، یہاں پر مومنوں کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی طرح کا کوئی بھی شرک انجام نہیں دیتے ہیں، خواہ وہ

شرک اصغر ہو یا شرک اکبر، یہی اسلامی عقیدہ ہے جس کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

اور مال کی بھی حفاظت کرنا ضروری ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:(فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ، وَأَبْشَارَكُمْ، عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا) ترجمہ: پھر تمہارا خون، تمہارے مال، تمہاری عزت اور تمہاری کھال تم پر اسی طرح حرمت والے ہیں جس طرح اس دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں ہے۔(صحیح بخاری:7078)۔

قرآن وسنت مال کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں اس لیے آپ اس میں اسراف سے کام نہ لیں؛ کیونکہ اگر آپ ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے؛ اس لیے کہ یہ شیطانی عمل ہے، مال اللہ کی ملکیت ہے آپ اس کی حفاظت کریں اور اس کے مستحق جگہوں پر خرچ کریں۔

اسی طرح آپ اپنے دین کی بھی حفاظت کریں چنانچہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کی حفاظت کرے اس کی نشر و اشاعت میں محنت کرے؛ اسی لیے اللہ تعالی نے جہاد کو مشروع کیا ہے جی ہاں! جہاد کو مشروع اسی لیے کیا گیا ہے تاکہ دین کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت ہو خواہ وہ دفاعی جہاد ہو یا ہجومی دونوں کا مقصد دین کا تحفظ ہے؛ کیونکہ دین انسانی ضروریات کا حصہ ہے جس کی حفاظت ہر ممکن طریقے سے کرنا ضروری ہے، اسی طرح سے مال بھی انسانی ضروریات کا حصہ ہے اس کی بھی حفاظت کرنا ضروری ہے اس طور پر کہ مستحق جگہوں ہی میں اسے خرچ کیا جائے اور فضول خرچی سے بچا جائے۔

-وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ : اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ: یہاں پر انسانی جان کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے اسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی جان کو مارے جسے اللہ نے حرام کیا ہے کیونکہ انسانی جان کو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے چنانچہ ارشاد

فرمایا:(مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٍ فِي الۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنۡ أَحۡيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحۡيَا النَّاسَ جَمِيعًا) ترجمہ: جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے اسے زندگی بخشی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔(المائدہ:32)۔اور اللہ تعالی نے انسانی جانوں کی حفاظت ہی کی خاطر جہاد کو واجب کیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:(وَلَكُمۡ فِي الۡقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الۡأَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ) ترجمہ: عقلمندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اس باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے[البقرہ:179]۔

یہ سب انسانی جان کے تحفظ کی خاطر ہے چنانچہ قاتل پر سخت وعید آئے گی جیسے کہ اللہ نے فرمایا ہے:(وَمَنۡ يَقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا) ترجمہ: اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے[النساء:93]۔

یہاں انسانی جان کے تحفظ کا بیان ہے کہ جو بھی کسی انسانی جان کو جان بوجھ کر مارے گا اس کا یہی بدلہ ہوگا۔اور یہاں خلود یعنی ہمیشہ رہنے سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہوگا تو وہ بھی کافروں کی طرح جہنم میں ہمیشہ رہے گا کیونکہ قتل نفس کو حلال سمجھنے کی وجہ سے وہ کافر ہوگیا لیکن اگر وہ قتل نفس کو حلال نہیں سمجھتا ہے تو پھر یہاں خلود سے مراد ایک لمبی مدت ہے، اللہ تعالی اسے ایک لمبی مدت تک عذاب دے گا لیکن آخر میں اس کی توحید کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیا جائے گا جیسا کہ اہل سنت والجماعہ کا مذہب ہے مرتکب کبیرہ کے بارے میں، چنانچہ قتل نفس بھی گناہ کبیرہ ہے، قتل کرنے پر سخت وعید آئی ہے یہ گناہ کبیرہ ہے، لیکن اس کی وجہ سے کوئی ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔قتل کرنا کچھ صورتوں میں

جائز ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی مسلمان کا خون جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ماننے والا ہو حلال نہیں ہے البتہ تین صورتوں میں جائز ہے۔ جان کے بدلہ جان لینے والا، شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور اسلام سے نکل جانے والا (مرتد) جماعت کو چھوڑ دینے والا۔“ (صحیح بخاری: 6878) یعنی شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے اسے اس گناہ عظیم کے بدلے قتل کیا جائے گا۔

- وَلَا يَزْنُونَ: اور نہ زنا کرتے ہیں۔ زنا گناہ کبیرہ ہے لوگوں کی عزتوں کو پامال کرنا ہے، اللہ کے نیک بندے زنا نہیں کرتے ہیں نہ ہی کسی مسلمان عورت سے اور نہ ہی کافرہ عورت سے۔ یہ الگ بات ہیکہ مسلمان عورت سے زنا کرنا زیادہ سنگین ہے اور پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا اس سے بھی زیادہ سنگین ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ؟ قَالَ: " أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ ". قُلْتُ: إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: " وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ ". قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: " أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ

اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے ۔میں نے عرض کیا یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے، پھر اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے ۔میں نے پوچھا اور اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرو ۔(صحیح بخاری: 4477)۔

پڑوسی کا بڑا عظیم حق ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ" قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:" الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ".

ترجمہ: سیدنا ابوشریح نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا "واللہ! وہ ایمان والا نہیں ۔واللہ! وہ ایمان والا نہیں ۔واللہ! وہ ایمان والا نہیں ۔عرض کیا گیا کون: یا رسول اللہ؟ فرمایا وہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو ۔(صحیح بخاری: 6016)۔اسکی بیوی کے ساتھ زنا کرنا بڑا ابڑا شر اور مہلک امر ہے، والعیاذ باللہ!!

اس طرح اسلام کے اندر حسب نسب کی حفاظت مال کی حفاظت جان کی حفاظت اور عزت وابرو کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے قران میں دیکھیں کس طرح نصیحتیں کی گئی ہیں اور کس طرح سے اس میں حکمت کی باتیں پائی جاتی ہیں اس کے اندر رحمت اور دینی اور اخروی ہر اعتبار سے مصلحت پائی جاتی ہے جنہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔

آپ دیکھیں کیسے فضول خرچی پر سخت تنبیہ کی گئی ہے!! شرک باللہ پر سخت وعید آئی ہے؛ کیونکہ یہ ہلاکت خیز ہے اس کے اندر اللہ کے حقوق کی پامالی ہے، اللہ سے دشمنی ہے بلکہ اللہ کے خلاف جنگ ہے، اسی طرح جان کی حفاظت کی گئی ہے آپ دیکھیں کیسے لوگ اس وقت عزت وآبرو، جان اور مال کی پامالی کرتے ہیں، سود عام ہے، چوری رشوت خیانت ان سب سے اسلام نے جنگ کیا ہے ۔

مال کی حفاظت کی خاطر جان کو مارنا آپ دیکھ لیں اس وقت کس طرح جنگ عام ہے، ہلاکت خیز اسلحے تیار کیے جاتے ہیں جنہیں کفار بناتے ہیں اور اپنے آپ کو تہذیب یافتہ کہلواتے ہیں جبکہ یہ دین و دنیا ہر اعتبار سے تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہیں، والعیاذ باللہ!!

دعا ہیکہ اللہ تعالی انہیں برباد کرے اور ان کے اسلحے کو بھی تباہ کرے کہ جو انسانیت کے لیے ہلاکت خیز ہیں، یہ خبیث بنیادیں جنہوں نے دین و اخلاق سب کو تباہ کر دیا اللہ کی قسم! اس سے بھی بری تہذیب اور کیا ہوگی جسے یہ اپنائے ہوئے ہیں؟! انسانیت پر اس سے خبیث تہذیب کا گزر نہیں ہوا ہے، یہ مغربی تہذیب اور کلچر اس وقت پورے عالم پر چھایا ہوا ہے، یہ ہلاکت خیز اسلحے تیار کرتے ہیں جس سے ملکوں پر قبضہ کرتے ہیں تباہی کے علاوہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ قوموں پر قبضہ جماتے ہیں انہیں ذلیل کرتے ہیں ان کی دولت کو لوٹتے ہیں اور جو برائی چاہتے ہیں کرتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ ثقافت و تہذیب اور جمہوریت ہے! ماشاء اللہ، وحشیت و بربریت کو یہ تہذیب کا نام دیتے ہیں!

آخر اس سے بھی خبیث تہذیب کوئی ہوسکتی ہے جو کفر باللہ اور الحاد پر قائم ہے، جو سیدھا اللہ کی شریعت سے جنگ کرتے ہیں اور مسلم ملکوں میں جمہوریت کے نام پر الحاد کو عام کرتے ہیں۔ بہت سارے مسلم ملکوں کو دیکھیں گے کہ وہ جمہوریت کا رٹ لگاتے ہیں، ایسے بہت سارے اسلام کے نام پر داعیوں کو دیکھیں گے جو کہتے ہیں کہ جمہوریت اسلام کی روح ہے حالانکہ مغربی جمہوریت کے اندر نہ تو مال اور جان کا احترام ہے اور نہ ہی عزت و آبرو کی کوئی قدر ہے، آپ سو جان بھی ماردیں پھر بھی آپ کو قتل نہیں کیا جائے گا جبکہ اللہ تعالی کا قانون ہے کہ قصاص ہی میں زندگی ہے۔

بینکوں کو قائم کیا گیا ہے تا کہ لوگوں کی دولت لوٹی جائے اس کے علاوہ اور ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیا اسی کو تہذیب کہتے ہیں؟!

دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو عافیت میں رکھے، اس وقت انسانیت جانکنی کے عالم میں ہے جو موت

وہلاکت اور تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو ان لوگوں میں شامل کرے جو اچھی بات سنتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

دوسری مجلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورہ فرقان کی بعض آیتوں کی تفسیر کی گئی جن کے اندر اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کے اوصاف کریمہ کو بیان کر کے ان پر احسان جتایا ہے اور انہیں ان اوصاف کریمہ کی توفیق دی ہے اپنی طرف سے خاص فضل و کرم کرتے ہوئے، سو اللہ تعالی جس پر چاہتا ہے اپنا خاص کرم اور فضل کرتا رہتا ہے، انہی میں سے اللہ تعالی کا یہ قول بھی ہے:(وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا[68] يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا[69] إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا[70] وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا[71] وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا[72] وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا[73] وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا[74] أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا[75] خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا[76] قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا) ترجمہ: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔[68] اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا

جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ [69] مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، کچھ نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ [70] اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔ [71] اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔ [72] اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ [73]۔ اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ [74] یہ لوگ ہیں جنھیں جزا میں بلند و بالا محل عطا کیے جائیں گے، اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام کے ساتھ کیا جائے گا۔ [75] ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ وہ ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے۔ [76] کہہ میرا رب تمھاری پروا نہیں کرتا اگر تمھارا پکارنا نہ ہو، سو بے شک تم نے جھٹلا دیا، تو عنقریب (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہو گا۔ [الفرقان: 77]۔

اللہ کے قول (والذین لا یدعون مع اللہ الٰہ آخر....) تک تفسیر کی جا چکی ہے۔

- وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا: اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ یعنی جو ان جرائم کا ارتکاب کرے گا اسے سخت گناہ ملے گا یعنی ان جرائم کے ارتکاب پر اسے سخت سزا ملے گی جیسے کی شرک باللہ، قتل النفس جو کہ زمین میں ایک بڑا فساد ہے، کیونکہ ایک جان کو مارنا تمام انسانیت کے قتل کے برابر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا) ترجمہ: جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ (المائدہ: 32)۔

زنا کاری بھی بڑا جرم اور بھیانک گناہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ

فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا) ترجمہ: خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے [الاسراء: 32] یعنی جو ان جرائم کا ارتکاب کرے گا اسے سخت گناہ ملے گا یعنی اسے سخت عذاب ملے گا والعیاذ باللہ! اگر وہ کافر ہوگا تو وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا لیکن اگر وہ مسلمان ہوگا اور شرک کے علاوہ ان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے گا تو وہ اس سزا کا مستحق ہوگا اگر اللہ معاف نہیں کرے گا تو اسے اس سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اہل کبائر اللہ کی مشیت کے تحت ہوتے ہیں، کچھ تو ایسے ہوں گے جو یقینی طور پر دوزخ میں جائیں گے اور اپنے گناہوں کے بقدر عذاب پائیں گے، پھر ان کے حق میں شفاعت کی بنیاد پر اللہ انہیں دوزخ سے نکال دے گا، لیکن اس وقت تم میں کون ہے جو سخت گرمی کے دنوں میں سورج کی گرمی کو برداشت کرے؟! اگر کوئی آپ کو سخت گرمی کے دنوں میں کسی تنگ تاریک کمرے میں ڈال دے جہاں نہ کوئی اے سی ہو اور نہ ہی کوئی پنکھا اور نہ ہی کوئی چیز اور ساتھ ہی وہاں نہ آپ کو کھانا ملے نہ پانی مسلسل تین دنوں تک، تو کیا آپ اس گرمی اور بھوک و پیاس کو برداشت کر سکتے ہیں؟! جو زکاۃ دینے سے منع کرتا ہے اسے ایک تہ خانے میں رکھا جائے گا؛ اگر اسکے پاس اونٹ ہوگا تو وہ اسے اپنے کھروں سے مارے گا اور اپنے دانتوں سے کاٹے گا، اس وقت ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ تو زکاۃ منع کرنے والے کی سزا ہے پھر کیا حال ہوگا اس کا جو نماز چھوڑتا ہے؟! پھر کیا حال ہوگا اس شخص کا ساتھ میں زنا کار بھی ہو؟!

تارک نماز کے تعلق سے علماء کا اختلاف ہے؛ جمہور صحابہ کے نزدیک وہ کفر اکبر کا مرتکب ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اور اگر کفر اصغر کہیں گے تو اسکا عذاب مانع زکاۃ کے مقابلے زیادہ سخت ہوگا، اور اگر سونا اور چاندی والا ہوگا تو اسے اس پر دہکایا جائے گا؛ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ

لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ) ترجمہ: جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔ [التوبہ:35]۔

ایک مومن وعدوں کے نصوص پر بھروسہ کر کے نہیں بیٹھتا ہے جیسا کہ مرجئہ کرتے ہیں جو گناہوں کے ارتکاب میں بڑی جرات کا مظاہرہ کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس پر ابھارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمل کا تعلق ایمان سے نہیں ہے جبکہ ان میں جو غالی مرجئہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس نے کلمہ توحید **لا الہ الا اللہ** کا اقرار کرلیا وہ جنت میں جائے گا اسے کبھی عذاب نہیں ہوگا - اللہ ان کا برا کرے - آخر ہم ان نصوص کو کہاں رکھیں گے؟! کتاب وسنت کے اندر جو وعید کے نصوص ہیں ان کا ہم کیا کریں گے؟! اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا) ترجمہ: اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے [النساء:93]۔

سود کھانا، یتیموں کا مال کھانا پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا یہ سب کبیرہ گناہ ہیں، ان نصوص کو ہم کہاں رکھیں گے؟! خوارج گناہوں کی بنیاد پر تکفیر کرتے ہیں اور گنہگاروں کو مخلد فی النار قرار دیتے ہیں اگر وہ توبہ نہ کریں لیکن اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی ان کی توبہ قبول کرلے گا۔ یہاں پر اللہ نے وعید کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ گناہ پائے گا یعنی سخت عذاب اور سزا پائے گا۔

بعض نے (اثام) کی تفسیر جہنم کی ایک وادی سے کیا ہے، جہاں پر کفار یا بڑے سرکش مجرموں کو سزا دی جائے گی، والعیاذ باللہ! آخر کون ہوگا جو عذاب دوزخ کو برداشت کرے گا؟! جو سب سے کمتر ترین عذاب میں ہوگا اسکی جوتی آگ کی ہوگی جس سے اسکا دماغ کھولے گا، وہ یہی سمجھے گا کہ اس سے زیادہ

عذاب اور کسی کو نہیں دیا جارہا ہوگا، جبکہ یہ سب سے ہلکا عذاب ہوگا اور یہ ابو طالب کا عذاب ہوگا، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: (أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ، وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ) ترجمہ: "ابو طالب کو سب دوزخیوں سے ہلکا عذاب ہوگا، اور وہ دو جوتیاں پہنے ہوگا جن سے اس کا دماغ کھولے گا۔" (صحیح مسلم: 212)۔

کچھ گنہگار ایسے ہوں گے جنہیں ان کی ایڑیوں تک آگ لگے گی اور کچھ ایسے ہوں گے جنہیں ان کی پنڈلیوں تک آگ لگے گی اور کچھ ایسے ہوں گے جنہیں ان کی کمر تک آگ لگے گی، آخر کون اسے برداشت کرے گا؟! کیا آپ سخت چلچلاتی دھوپ کو برداشت کر پاتے ہیں؟! آپ اسے بھی برداشت نہیں کرتے ہیں، اس لیے آپ وعید کے نصوص کو اپنے سامنے رکھیں ان معاصی اور گناہوں کے سامنے جن پر اللہ تعالی نے وعیدیں سنائی ہیں، اگر ان گناہوں میں سے کسی کا آپ ارتکاب کر بیٹھیں تو فورا خالص توبہ کریں اور اس گناہ کے اصرار سے بچیں گرچہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو؛ ارشاد باری تعالی ہے: (وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ) ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔ [آل عمران: 135]۔ چنانچہ ایک مومن جو سچا ہوتا ہے وہ فواحش ومنکرات اور معاصی پر اصرار نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ فورا تائب اور نادم ہو کر اللہ سے رجوع کرتا ہے اور خالص توبہ کرتا ہے، چنانچہ اگر ہم میں سے کوئی کسی معصیت کا ارتکاب کر بیٹھے خواہ وہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا؛ کیونکہ ہر کوئی خطا کار ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ توبہ کرنے میں جلدی کرے؛ ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ (التحریم: 8)۔

یہاں پر صحابہ مخاطب ہیں اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مخاطب ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نے معاف کر دیا ہے جو اللہ تعالی سے ایک دن میں 70 مرتبہ سے زیادہ توبہ اور استغفار کرتے تھے اور ایک دوسری روایت کے مطابق 100 مرتبہ سے زیادہ، بلکہ ایک ہی مجلس میں سو مرتبہ" استغفر اللہ وأتوب الیہ" کہتے تھے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:" إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةَ مَرَّةٍ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سو بار:" رب اغفر لى وتب على إنك أنت التواب الرحيم " "اے میرے رب! مجھے بخش دے، میری توبہ قبول کر، تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے" کہنے کو شمار کرتے تھے۔(سنن ابی داود:1516)۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال ہے، سو آپ بھی اسے سچائی اور اخلاص کے ساتھ کہیں اور جو کہیں اسے یاد رکھیں مجرد زبانی نہ رہے۔

-إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا: مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، کچھ نیک عمل۔ **توبہ کے کچھ شرائط ہیں:**

- جو گناہ آپ نے کیا ہے اس پر سخت شرمندگی کا اظہار کریں اور اللہ سے حیاء کریں اور دل میں سچے تائب کی طرح اپنی ملامت کریں۔

- گناہ سے جتنا جلد ہو سکے اپنے آپ کو پاک کریں۔

- یہ پختہ عزم ویقین کریں کہ دوبارہ اس گناہ کی طرف نہیں جائیں گے۔

چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالی نے یہ واضح کیا ہے کہ جب بندہ خالص توبہ کر لیتا ہے اور سچا ایمان لے

آتا ہے اور اس کے بعد نیک عمل کر لیتا ہے تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے، اور نیک عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق ہو وہ عمل بدعت پر مبنی نہ ہو، بدعتوں سے بہت دور رہنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول نہیں کرتا ہے۔

اس لیے ہم پر ضروری ہے کہ ہم ہر وقت اللہ سے خالص توبہ کریں بطور خاص جب کسی کبیرہ گناہ میں واقع ہو جائیں، اسی طرح ہم پر ضروری ہے کہ ہم نیک عمل کریں اور سچا ایمان رکھیں۔

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ: تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا۔ اس تبدیلی سے کیا مراد ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی انہیں نیک عمل کی توفیق دیتا ہے یعنی پہلے وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا تھا قتل کرتا تھا زنا اور چوری کرتا تھا اور دوسرے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا لیکن اللہ تعالی نے اب اسے نیک اعمال کی توفیق دے دی ہے اب وہ توحید پر آگیا ہے، استقامت اختیار کر لیا ہے بھلائیوں اور نیکیوں کو انجام دیتا ہے یہ پہلے کال کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالی اسے نیک عمل کی توفیق دیتا ہے یعنی پہلے وہ برے اعمال کا ارتکاب کرتا تھا لیکن اب وہ اللہ کی توفیق سے نیک عمل کرنے لگا ہے اور برائیوں سے بچنے لگا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہی برائیاں جو وہ پہلے کرتا تھا انہی کو اللہ تعالی آخرت میں نیکیوں میں بدل دے گا اور اس بارے میں کچھ احادیث اور آثار بھی وارد ہیں۔ یعنی اس پر سنت سے اور آثار سلف سے شواہد بھی موجود ہیں چنانچہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ، وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا، رَجُلٌ يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ: اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ، وَارْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَهَا، فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوبِهِ، فَيُقَالُ: عَمِلْتَ يَوْمَ. كَذَا، وَكَذَا، كَذَا، وَكَذَا، وَعَمِلْتَ يَوْمَ. كَذَا، وَكَذَا،

كَذَا، وَ كَذَا؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ، وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوبِهِ أَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ، فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً، فَيَقُولُ: رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هَا هُنَا ". فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ، حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

ترجمہ: سیدنا ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے جنتی کو جانتا ہوں، اور جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والا ہو گا، ایک آدمی ہے اسے قیامت کے دن لایا جائے گا، تو کہا جائے گا، تو کہا جائے گا: اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ اٹھا رکھو، تو اس کے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں گے اور کہا جائے گا: تو نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیے؟ اور فلاں فلاں دن تو نے فلاں فلاں کام کیے؟ وہ کہے گا: ہاں! وہ انکار نہیں کر سکے گا، اور وہ اپنے بڑے گناہوں کے پیش کیے جانے سے ڈر رہا ہو گا، تو اسے کہا جائے گا: تیرے لیے ہر بدی کے عوض نیکی ہے۔ تو وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے بہت سے ایسے کام کیے ہیں، جنھیں میں یہاں دیکھ نہیں رہا ہوں۔" (حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں) میں نے رسول اللہ کو ہنستے دیکھا، یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ (صحیح مسلم: 190)۔

یعنی قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ کہے گا تم نے ایسا ویسا کیا ہے جس کا وہ اعتراف کرے گا، پھر اس کے صغیرہ گناہوں کو ظاہر کیا جائے گا اور کبیرہ گناہوں کو چھپا دیا جائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کہے گا کہ ہم نے انہیں تمہارے لیے نیکیوں میں بدل دیا ہے تو وہ لالچ کرتے ہوئے کہے گا: میرے رب! میرے پاس کچھ ایسے اعمال ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے، اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، وہ آدمی کبیرہ گناہوں کی وجہ سے خوفزدہ تھا جنہیں چھپا دیا گیا تھا لیکن جب ان گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا گیا تو اس کے اندر لالچ پیدا ہو گئی اور وہ

کہنے لگا: میرے رب! میرے پاس دوسرے اعمال بھی ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا ہے تو اللہ اسے معاف کردے گا اور اس کے گناہوں کو درگزر کرے گا۔

یہاں شاید یہ ہے کہ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا جائے گا اور یہ حدیث صحیح ہے جسے ابن کثیر رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے مذکورہ آیت کی تفسیر کے تحت اور اسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

اہم یہ ہے کہ آپ توبہ کریں، جب توبہ کرلیں گے اور نیک عمل کریں گے سچے ایمان پر ترکیز کرتے ہوئے تو پھر اللہ کی رحمت اس کے فضل و کرم اور اس کے جود وسخا کی امید رکھیں وہ یقینا اس توبہ کی وجہ سے آپ کو فضل عظیم سے نوازے گا۔

بہت سارے کفار اللہ کے ساتھ کفر اور شرک کرتے ہیں اور جرائم کا اعتکاف کرتے ہیں لیکن جب اللہ سے توبہ کرلیتے ہیں تو وہ افضل لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور اسی خالص توبہ کی وجہ سے اللہ کے نزدیک بلند درجات پر فائز ہوتے ہیں ارشاد باری تعالی ہے: (قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ [53] وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ [54] وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ [55] أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ [56] أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ [57] أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ) ترجمہ: (میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے [53] تم

(سب) اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کیے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے [54] اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو [55] (ایسا نہ ہو کہ) کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا [56] یا کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پارسا لوگوں میں ہوتا [57] یا عذاب کو دیکھ کر کہے کاش! کہ کسی طرح میرا لوٹ جانا ہو جاتا تو میں بھی نیکو کاروں میں ہو جاتا [الزمر:58]۔

سورہ زمر کی ان آیات کے اندر اللہ تعالی اپنے بندوں کو توبہ کی طرف بلاتا ہے اور پھر ان سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے، پھر اس کے بعد اللہ کی طرف رجوع کرنے کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

اللہ کی طرف رجوع کرنا اور نیکیوں میں جلدی کرنا امر یقینی ہے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس وقت آدمی اپنی شرمندگی کا اظہار کرے گا مگر اس وقت ندامت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، حسرت وافسوس کا اظہار کرے گا جس سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر یہ ساری چیزیں اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچائیں گی، اللہ تعالی نے فرمایا: (وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) ترجمہ: اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ [النور:31]۔ اسی لیے توبہ اور فوز وفلاح کی طرف جلدی کریں۔

- آگے اللہ نے فرمایا: وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا: اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ یعنی قرآن پاک کے اندر اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ آیتوں کو اپنی ایسی صفات کریمہ کے ساتھ ختم کرتا ہے جو ان آیات کے سیاق کے مناسب ہو، چونکہ یہاں پر توبہ کا ذکر ہے جو کہ گناہوں کی بخشش اور انہیں نیکیوں میں تبدیل کرنا ہے اس لیے اللہ تعالی نے اپنی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے: وَكَانَ اللَّهُ

غَفُوۡرًا رَحِیۡمًا۔ یعنی اللہ تعالی بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے اس کی رحمت ہر چیز کو وسیع ہے، اس لیے اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے خواہ گناہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اس شرط کے ساتھ کہ اللہ سے خالص توبہ کرے اور نیک عمل کرے سچے ایمان کے ساتھ اللہ پر ایمان لائے، توبہ کرنے والوں میں یہ چیزیں ضروری ہیں، اسی خالص توبہ کے ذریعے وہ اللہ کے ان نیک بندوں میں شامل ہوں گے جو اللہ کے نزدیک قابل تعریف اور محبوب ہیں، ان بندوں کی صفوں میں شامل ہو جائیں گے جن کے بارے میں اللہ تعالی نے مذکورہ صفات بیان کیا ہے کہ رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں، اور وہ سارے اوصاف جنہیں اللہ تعالی نے بیان کیا ہے، اور یہ سب اللہ تعالی پر کوئی مشکل نہیں ہے بلکہ توبہ کرنے والا بندہ ممکن ہے بڑے افضل عبادت کرنے والے بندوں میں شامل ہو جائے؛ کیونکہ انسان سے جب گناہ سرزد ہوتے ہیں پھر وہ خالص توبہ کرتا ہے تو گناہوں کی وجہ سے ندامت اور شرمندگی اس پر مسلط ہوتی ہے، وہ اپنے آپ کو کھلا ہوا آزاد محسوس نہیں کرتا ہے بلکہ اسے حیا اور شرمندگی لاحق ہوتی ہے اس گناہ کی وجہ سے گرچہ وہ توبہ کرلے اور سچے ایمان کے ساتھ نیک عمل کرلے۔

آپ دیکھ رہے ہیں انبیاء کی طرف جن میں اول العزم رسول بھی ہیں کیسے وہ اپنی غلطیوں کو نہیں بھولیں گے قیامت کے دن وہ ہولناک منظر کہ جس وقت سورج بالکل ان کے قریب ہوگا جیسا کہ حدیث شفا کے اندر آیا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا تمہیں معلوم بھی ہے یہ کون سا دن ہوگا؟ اس دن دنیا کے شروع سے قیامت کے دن تک کی ساری خلقت ایک چٹیل میدان میں جمع ہوگی کہ ایک پکارنے والے کی آواز سب کے کانوں تک پہنچ سکے گی اور ایک نظر سب کو دیکھ سکے گی۔ سورج بالکل قریب ہو جائے گا اور لوگوں کی پریشانی اور بے قراری کی کوئی حد نہ رہے گی جو برداشت سے باہر ہو جائے گی۔ لوگ آپس میں کہیں گے، دیکھتے نہیں کہ ہماری کیا حالت ہوگئی ہے۔ کیا ایسا

کوئی مقبول بندہ نہیں ہے جو اللہ پاک کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے؟ بعض لوگ بعض سے کہیں گے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہئے۔

چنانچہ سب لوگ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے آپ انسانوں کے پردادا ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی طرف سے خصوصیت کے ساتھ آپ میں روح پھونکی۔ فرشتوں کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اس لیے آپ رب کے حضور میں ہماری شفاعت کر دیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں۔ آدم علیہ السلام کہیں گے کہ میرا رب آج انتہائی غضبناک ہے۔ اس سے پہلے اتنا غضبناک وہ کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غضب ناک ہوگا اور رب العزت نے مجھے بھی درخت سے روکا تھا لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی، پس نفسی، نفسی نفسی مجھ کو اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

چنانچہ سب لوگ نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے نوح! آپ سب سے پہلے پیغمبر ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے اور آپ کو اللہ نے "شکر گزار بندہ" (عبد شکور) کا خطاب دیا۔ آپ ہی ہمارے لیے اپنے رب کے حضور میں شفاعت کر دیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام بھی کہیں گے کہ میرا رب آج اتنا غضبناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک نہیں تھا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غضبناک ہوگا اور مجھے ایک دعا کی قبولیت کا یقین دلایا گیا تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ نفسی، نفسی، نفسی آج مجھ کو اپنے ہی نفس کی فکر ہے تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

چنانچہ وہ بھی اپنے گناہوں کو یاد کریں گے حالانکہ وہ گناہ نہیں ہوں گے، اور کہیں گے: آج میرا رب بہت غضبناک ہے؟ اتنا غضبناک نہ وہ پہلے ہوا تھا اور نہ آج کے بعد ہوگا اور میں نے تین جھوٹ بولے تھے (راوی) ابوحیان نے اپنی روایت میں تینوں کا ذکر کیا ہے۔ نفسی، نفسی، نفسی مجھ کو اپنے نفس کی

فکر ہے۔میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں موسیٰ علیہ السلام پاس کے جاؤ۔

موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ بہت غضبناک ہے، اتنا غضبناک کہ وہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ اللہ کی طرف سے مجھے اس کا کوئی حکم نہیں ملا تھا۔ نفسی، نفسی، نفسی بس مجھ کو آج اپنی فکر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔(صحیح بخاری:4712)۔

ان انبیاء نے اپنی غلطیوں پر شرمندگی کا اظہار کیا، جبکہ ہمارے پاس بڑے بڑے گناہ ہوتے ہیں، کیا ہم میں کوئی ہے جو اپنے گناہوں کا محاسبہ کرتا ہے، اگر یہ غلطیاں ہمارے پاس ہوتیں تو ہم انہیں نیکیاں شمار کرتے۔

اسلئے ضروری ہے کہ انسان اپنے رب سے حیا کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قریب ہے تمام حرکات سے واقف ہے، حتی کہ دلوں کے وسوسوں سے بھی واقف ہے۔اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اگر آپ ہزاروں کلو میٹر زمین کی گہرائیوں میں بھی جا کر وہاں کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ برابر برا عمل کریں تو اسے بھی اللہ دیکھ لے گا، جبکہ آپ کھلے بندوں معاصی کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اللہ سے کوئی حیا نہیں ہے اور نہ کوئی پرواہ ہے، آپ بعض لوگوں کو دیکھیں گے جو دھڑلے سے جھوٹ بولتے ہیں، تہمتیں لگاتے ہیں اور افترا پردازی کرتے ہیں، غیبت اور چغلی کرتے ہیں مگر اپنے ضمیر میں ذرا بھی احساس نہیں پاتے ہیں، آخر ایمانی روح کہاں چلی گئی؟! اچھے شعور کہاں مفقود ہو گئے؟!

اس لیے میرے بھائیو! میں اللہ واسطے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے حیا کرو، دینی تعلیم کا احترام کرو، کتاب اللہ کی طرف متوجہ ہو، اس کے اندر غور وفکر کرو اور جو بھی اس میں عقائد پائے جاتے ہیں ان پر یقین کرو اور جو اس میں اعمال پائے جاتے ہیں انہیں انجام دو، اسی طرح سے معاملہ سنت رسول کے ساتھ بھی ہے؛ کیونکہ سلف صالحین کتاب وسنت کو سیکھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم صحابہ کرام کو علم وعمل کی بنیاد پر تربیت کرتے تھے؛ انہیں قران کی 10 / آیتوں کی تعلیم دیتے تھے ان سے آگے وہ لوگ نہیں بڑھتے تھے جب تک کہ ان کے معانی کو سیکھ کر ان پر عمل نہیں کر لیتے، اس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں علم اور عمل دونوں ایک ساتھ سکھاتے تھے۔

سو مسلمان پر واجب ہے کہ وہ قرآن کو سچی روح سے پڑھے اور اس کے سیکھنے کا عزم وحوصلہ رکھے، قرآن کے مقاصد اور اہداف کا ادراک رکھے تا کہ اس پر عمل کر سکے اور اس علم اور عمل پر سنت رسول سے مدد حاصل کرے؛ کیونکہ قرآن کے اکثر اہداف ومقاصد سنت رسول ہی سے واضح ہوتے ہیں، قرآن کی عمومیت کو سنت کے ذریعے تخصیص کی جاتی ہے، اس کے مطلق امور کو مقید کیا جاتا ہے اور مبہم کو واضح کیا جاتا ہے؛ اس لیے کتاب وسنت کو ایک دوسرے سے مربوط کرنا ضروری ہے، پھر اس کے بعد عمل کرنے کی ضرورت ہے، ساتھ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیسے عمل کرتے تھے؟! آپ کیسے نماز پڑھتے تھے؟! آپ نے فرمایا کہ تم ایسے ہی نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے روزہ رکھتے تھے؟! ماہ رمضان میں آپ کیا کرتے تھے؟! ماہ رمضان کے آخری عشرے میں آپ عبادت میں بڑی محنت کرتے تھے اور اپنے اہل وعیال کو بھی رات میں جگاتے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ فرد ہیں جن کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ اللہ نے معاف کر دیے ہیں اس کے باوجود آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور تقوی اختیار کرنے والے تھے، اس کے باوجود کچھ لوگ آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ہلکا محسوس کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اللہ نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے اس لیے آپ کو زیادہ عمل کی ضرورت نہیں ہے، دراصل وہ راتوں میں مسلسل جاگنے اور دن میں مسلسل روزہ رکھنے کیلئے عہدو پیمان کر رہے تھے چنانچہ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تقوی اختیار کرنے والا ہوں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب

سے زیادہ اپنے رب سے ڈرنے والے اور لوگوں میں سب سے زیادہ تقوی والے تھے اور اللہ کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں آیا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو پڑھیں، قرآن، سنت اور سیرت کا مطالعہ کریں اور عمل کریں، خلفائے راشدین کی سیرت کا مطالعہ کریں، یہ ساری چیزیں ہمارے لیے معاون ثابت ہوں گی اس بات کے لیے کہ ہم باعمل عالم بن سکیں، دعا ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو اپنے مخلص بندوں اور باعمل علماء میں شامل کرے، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

تیسری مجلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزشتہ دونوں راتوں میں ہم نے سورہ فرقان کی آیات کریمہ کی تفسیر کی، یہ وہ آیتیں ہیں جن کے اندر اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کے اوصاف بیان کیے ہیں، اور یہ وہ اوصاف ہیں جنہیں اپنانا ہمارے لیے واجب ہے تا کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے؛ ان میں سے کچھ واجب ہیں اور کچھ مستحب ہیں، سو ضروری ہے کہ ہم واجب صفات کو واجبی طور پر اپنائیں اور جو مستحب ہیں ان کو بھی اپنائیں، اور ان تمام صفات سے بچنے کی کوشش کریں جو ان کے منافی ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :(وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا [63] وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا [64] وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا [65] إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا [66] وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا [67] وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا [68] يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا [69] إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا [70] وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا) ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔ [63] اور وہ جو اپنے رب کے لیے

سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔ [64] اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ بے شک اس کا عذاب ہمیشہ چمٹ جانے والا ہے۔ [65] بے شک وہ بری ٹھہرنے کی جگہ اور اقامت کی جگہ ہے۔ [66] اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔ [67] اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ [68] اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ [69] مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، کچھ نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ [70] اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناوہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔ [الفرقان:71]۔

یہاں تک ہم نے ان آیتوں کی شرح کی ہے، ہم دوبارہ انکی تلاوت کرتے ہیں تاکہ آپ کو یاد دلا سکیں۔

-اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا: اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقینا وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔ یعنی اللہ اسکی توبہ قبول کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ سے خوش ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے حتی کہ ایک ماں جس طرح اپنے بچے پر رحم کرتی ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، اور بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالی کو بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَهُوَ عَمُّهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ، فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ. فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ، إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ: مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللّٰهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ."

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" یقیناً جب اللہ کا کوئی بندہ اس کی طرف لوٹ آتا ہے تو اس کو اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو اس وقت ہوتی ہے کہ وہ بیاباں جنگل میں اپنی سواری پر تھا تو وہ اس سے چھوٹ گئی جبکہ اس کا کھانا اور پینا اسی پر تھا تو وہ اس سے سواری سے ناامید ہو کر ایک درخت کے پاس آیا اور اس کے سایہ میں لیٹ گیا وہ اپنی سواری سے مایوس ہو چکا تھا وہ اس حالت میں تھا کہ وہ اپنی سواری کو اپنے پاس کھڑی ہوئی پاتا ہے سو وہ اس کی مہار پکڑ لیتا ہے پھر مسرت کی شدت میں مدہوش ہو کر کہتا ہے اے میرے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں مسرت کے بے پایاں ہونے کی بنا پر وہ چوک گیا (الفاظ الٹ دیئے)" (صحیح مسلم:2747)۔

یہ ایسی خوشی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کرنے پر اس سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے توبہ کرنے پر خوش ہوتا ہے اور آپ پر رحم کرتا ہے، آپ کی توبہ کو قبول کرتا ہے اس کے باوجود دیکھتے ہیں آپ توبہ نہیں کرتے ہیں یعنی آپ کا اپنے رب کے ساتھ بہت ہی برا برتاؤ ہے؛ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے رب کے ساتھ ویسا ہی تعامل اور برتاؤ کریں جیسے ایک اچھا غلام اپنے اچھے آقا کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے، دنیاوی اعتبار سے آپ لوگوں کے خیالات واحساسات کا بڑا خیال کرتے ہیں اور ان کی بہت ساری برائیوں کو نظر انداز کہتے ہیں پھر آخر اللہ کے حرام کردہ معاصی سے کیوں نہیں بچتے ہیں جب کہ وہ آپ پر اس قدر رحم کرتا ہے اور آپ کی توبہ سے وہ

اس قدر خوش ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے بہکا رکھا ہے جس کی وجہ سے آپ غلطی پر غلطی اور گناہ پر گناہ کرتے جاتے ہیں خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ، اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالی سے توبہ کرنے میں جلدی کریں اور خالص توبہ کریں۔

اللہ سے توبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے گناہوں پر شدید ندامت کا اظہار کریں، ان پر حسرت وافسوس کا اظہار کریں، اللہ کے عذاب کا خوف کھائیں، اللہ کی عظمت و جلال کا احساس کریں جس کی آپ نافرمانی کر رہے ہیں؛ کیونکہ یہی احساسات آپ کو گناہوں سے دور کرنے کا سبب بنیں گے اور یہی دوسری شرط ہے کہ آپ ان گناہوں سے پوری طرح دور ہو جائیں اور ان سے اپنے آپ کو پاک کرلیں، اور تیسری شرط یہ ہے کہ دوبارہ ان گناہوں کی طرف نہ جانے کا پختہ عزم کرلیں، اس طرح توبہ کی تین شرطیں ہیں کہ پہلے ندامت کا اظہار کریں پھر ان گناہوں سے پوری طرح پاک ہو جائیں پھر اس کے بعد ان گناہوں کی طرف واپس نہ جانے کا پختہ عزم کریں۔

لیکن اگر یہ معصیت کسی مخلوق سے متعلق ہو تو پھر ان تین شرطوں کے علاوہ بھی ضروری ہے کہ آپ اس سے معافی تلافی کرا لیں؛ اگر کسی کی عزت و آبرو سے متعلق ہے تو اس سے معافی کرا کر حلال ہو جائیں اور اگر کسی کا مال ناحق لے لیا ہے تو اس مال کو اسے واپس کر دیں یا اس سے معافی تلافی کرا لیں۔

-آگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا: اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔ یقیناً یہ باعزت اور شریف لوگ ہیں یہ بری جگہوں پر نہیں جاتے ہیں، جہاں پر" شہادت زور" کی تفسیر غلط جگہوں پر جانے سے کیا گیا ہے اسی طرح بت پرستی کفر بغاوت اور دیگر معاصی سے بھی کیا گیا ہے، گانے کی مجلس سے بھی اس کی تفسیر کی گئی ہے، اسی طرح دیگر بری مجلسوں میں جانے سے بھی اس کی

تفسیر کی گئی ہے جیسے کہ شراب پینے کی مجلس جوا اور اسی طرح دیگر غلط مجالس۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت ان تمام چیزوں کو شامل ہے، اسی طرح اس کی تفسیر دوسروں کے خلاف جھوٹ اور بہتان باندھنے سے بھی کی گئی ہے یعنی اللہ کے ان باعزت اور شریف بندوں کا ایسی چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت زور کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، یہ جھوٹی گواہی بسا اوقات خون بہانے اور عزت کی پامالی تک لے جا سکتی ہے، اسکے اور دیگر نقصانات اور سنگین نتائج مرتب ہو سکتے ہیں اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے :(فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ)

ترجمہ: پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔ [الحج:30]۔

جھوٹی گواہی ہو یا جھوٹی بات ہو، کفر شرک بغاوت ہو یا ظلم وستم ہو، غیبت چغل خوری ہو یا اس طرح کے دوسرے کبیرہ گناہ ہوں اس کے اندر سب آجائیں گے۔ یہاں پر جھوٹی گواہی اور جھوٹی بات کو بت پرستی سے روکنے کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے اس کی سنگینی کی وجہ سے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟" قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ:" الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ" وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ:" أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ" فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْتُ: لَا يَسْكُتُ.

ترجمہ: سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتائیے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے اب آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی (سب سے بڑے

گناہ ہیں) آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے مسلسل دہراتے رہے اور میں نے سوچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش نہیں ہوں گے۔ (صحیح بخاری:5976)۔

ایسا آپ نے اس کی سنگینی کی وجہ سے فرمایا ہے، اور آیت کی تفسیر بھی انہی امور سے کی گئی ہے اور اسی طریقے سے اس کی تفسیر میں دیگر اقوال بھی ذکر کر دیے گئے ہیں؛ چنانچہ اللہ کے جو نیک بندے ہیں وہ ان امور سے بہت دور رہتے ہیں اس لیے کہ یہ باعزت شریف لوگ ہیں، یہ اس طرح کے جھوٹے امور میں نہیں پڑتے ہیں؛ کیونکہ یہ رحمان کے بندے ہیں ان کے بہت عمدہ صفات ہیں جن کی وجہ سے اللہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ سو اللہ کے بندے بن کر رہو آپس میں اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے بھائی چارگی کا مظاہرہ کرو، اللہ کی عبادت اس کی اطاعت اور اس کی مرضی کی خاطر اپنی زندگی گزارو۔

-اللہ تعالی نے فرمایا: وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا: اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ یعنی وہ جب جاہل قسم کے لوگوں سے بے ہودہ باتیں، سب وشتم گالی گلوچ اور دوسری لغو باتیں سنتے ہیں تو وہ بزرگانہ اور شریفانہ طور پر وہاں سے گزر جاتے ہیں ایسا لگتا ہے گویا ان کی باتوں کو انہوں نے سنا ہی نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جب جاہلوں سے ان کا سامنا ہوتا ہے تو وہ سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں، جیسا کہ شروع آیتوں میں آیا ہے یعنی جب وہ لہو ولعب سے گزرتے ہیں تو شریفانہ انداز میں گزر جاتے ہیں؛ اگر وہ ان پر نکیر کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں تو اسے بدلنے اور مٹانے کی کوشش کرتے ہیں اپنے ہاتھ کے ذریعے سے یا اپنی زبان کے ذریعے سے یا اپنے دل میں، یہ اللہ کے نیک بندوں کی صفات ہیں جن سے وہ متصف ہیں۔ معلوم ہوا کہ اگر آپ اور لغو باتوں اور بے ہودہ چیزوں کو سنیں تو ایسی چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھیں وہاں پہ بے وقوفوں اور احمقوں اور جاہلوں کے ساتھ کھیل کود میں شرکت نہ کریں اور نہ ہی گالی گلوچ میں ان کا ساتھ دیں، کیونکہ آپ رحمان کے بندوں کے قریب ہیں، یہ ایک عظیم نسبت ہے جس کی حفاظت ضروری ہے۔

- آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا: اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

ایک کافر اور ایک بدعتی نفس پرست جب اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے تو وہ تکبر کرتے ہوئے ان پر کان نہیں دھرتا ہے ایسا لگتا ہے کہ گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں، اس طرح کافر کافر ہی رہ جاتا ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دے دے، اور ایک بدعتی بدعت میں اس قدر غرق ہوتا ہے کہ اسے اللہ کی آیتوں اور حدیثوں کو اور علماء امت کے کلام کو سنایا جاتا ہے مگر وہ ہٹ دھرمی دکھاتا ہے، وہ بھی گونگا بہرہ بنا رہتا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ سنتا ہی نہیں ہے ایسا لگتا ہے گویا وہ دیکھتا ہی نہیں ہے سارے حواس اس سے چھین لیے گئے ہیں، وہ نہ تو سمجھ پاتا ہے اور نہ ہی نصیحت کو قبول کرتا ہے، جبکہ اللہ کے نیک بندے ایسا نہیں ہوتے ہیں چنانچہ انکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ[2] الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ[3] أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ) ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتیں ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں [2] جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں [3] سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے [الانفال:4]۔

یہ بھی رحمان کے بندوں کے اوصاف ہیں جو کامل ایمان والے مومن بندے ہیں جب ان پر اللہ

کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے توان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے وہ اندھے بہرے ہو کران پرنہیں گر جاتے ہیں جیسا کہ ہٹ دھرم کفاراورکٹراہل بدعت کرتے ہیں، چنانچہ بہت سارے بدعتی ایسے ہوتے ہیں جن پرایسی آیتیں پڑھی جاتی ہیں جن کا تعلق توحید، احکام دین اورحلال وحرام سے ہوتا ہے جن کی مخالفت ان کے یہاں پائی جاتی ہے، وعدووعید کی آیتیں ہوتی ہیں مگر یہ ان کی طرف ذرا بھی دھیان نہیں دیتے اور نہ ہی ان سے استفادہ کرتے ہیں حالانکہ اگراہل بدعت ان لوگوں میں سے ہوتے کہ جب اللہ کی آیتوں کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی تو وہ نصیحت حاصل کرتے اوران کے ایمان میں اضافہ ہوتا تو پھر یہ بدعتیں باقی ہی نہیں رہتیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معتزلی اپنے اعتدال پر باقی ہے، ایک رافضی اپنے رفض وتشیع پر باقی ہے، یہ خارجی اپنی خارجیت پر باقی ہے، ایک غالی صوفی اپنے غلو میں مست ہے، یہ اہل بدعت .بہت ساری گمراہیوں میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں اسی طرح ایک مرجی اپنے ارجاء پر اور ایک قبر پرست اپنی قبر پرستی پر قائم رہتا ہے، ان پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھی جاتی ہیں اورعلماء کے اقوال بیان کیے جاتے ہیں مگر یہ اپنی بدعتوں پر قائم رہتے ہیں آخراس کی کیا وجہ ہے؟! یہ اندھے بہرے ہو کر بیٹھے رہتے ہیں، یہ رحمان بندوں میں آخر کیوں نہیں ہوتے کہ جنہیں اللہ کی آیتوں کے ذریعے جب نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت پکڑتے ہیں اورجب اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے توان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اوروہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، اوروہ سارے نیک اعمال انجام دیتے ہیں جن کا ذکر سورہ انفال کی ان آیتوں کے اندر آیا ہے، اسی طرح قرآن کریم کی اور دیگر آیات میں ان کا ذکر آیا ہے جن میں سے سورہ فرقان کی یہ آیتیں بھی ہیں جن پرہم گفتگو کررہے ہیں؛ اس لیے آپ کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ شریعت اسلامیہ کے سامنے سرتسلیم خم کردیں اورمومنوں کی صفات سے متصف ہوجائیں، چنانچہ اگرغلطی سرزد ہو جائے تو توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کریں اوراگرخیر وبھلائی اورنیکی پرہوں تو اس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جیسا

کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جب مومنوں پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور آپ کو چاہیے کہ ہٹ دھرم کافروں کی مشابہت یا گمراہ ہٹ دھرم بدعتیوں کی مشابہت بالکل اختیار نہ کریں بلکہ صرف مومنوں کے اوصاف حمیدہ کو اختیار کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ کی قسم! بعض سلفی یا سلفیت کے دعویدار ایسی پائے جاتے ہیں کہ جو کسی جزیے یا کلیے میں منحرف ہوتے ہیں ان پر بھی اللہ کی آیتوں حدیثوں اور علماء کے اقوال پڑھے جاتے ہیں مگر وہ بھی اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹتے ہیں اس طرح یہ اہل بدعت سے بھی زیادہ برے ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ ان کے اندر مرتدین کی مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اسلام کی حقیقت کو سمجھتا ہے حق کو جانتا ہے اس کے باوجود وہ منحرف ہو کر دین اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے اس طرح یہ اصلی کافر سے بھی زیادہ سنگین اور خبیث ہوتا ہے اسی طرح ایک سلفی کا حال ہوتا ہے جو منحرف ہو جائے تو وہ اصلی بدعتی سے بھی زیادہ قبیح اور ہٹ دھرم ہوتا ہے، نیز حق اور اہل حق سے دشمنی کرنے اور لڑنے میں جھوٹ اور بہتان تراشی کرنے میں آگے ہوتا ہے۔

ہم تو سالوں سے ایسے لوگوں کے ساتھ رہ رہے ہیں جو سلفیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں مگر وہ اہل بدعت سے بھی زیادہ جھوٹے اور برے ہوتے ہیں، والعیاذ باللہ! اور اس قدر جھوٹ بولتے ہیں کہ جس سے یہود و نصاری بھی شرما جائیں، یقیناً ان کے اندر ان مرتدین کی مشابہت پائی جاتی ہے جو حق کو جاننے کے بعد بھی اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اہل حق سے لڑتے ہیں، اور مجھے خوف ہے کہ ان میں سے کچھ تو ارتداد کا شکار ہو چکے ہیں، والعیاذ باللہ! کیونکہ اسے حق کے بارے میں اچھی طرح معلوم ہے اس کے باوجود اس سے لڑائی کر رہا ہے اور بغض رکھتا ہے اہل حق سے بھی لڑائی میں رہتا ہے اور ان سے بغض رکھتا ہے، اس طرح بہت سارے لوگ پائے جاتے ہیں جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ سلفی ہیں جبکہ وہ بدعتیوں سے بھی زیادہ برے ہوتے ہیں اور اخلاق میں گرے ہوئے ہوتے ہیں، ایسے لوگوں سے دور رہنے اور دوسروں کو آگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

آپ انہیں حق کی طرف رجوع کرنے کی نصیحت کریں گے اور علماء کے اقوال اور دلائل و براہین کو پیش کریں گے مگر یہ ان پر طعن و تشنیع کرنے لگیں گے، حق اور اہل حق کو گرانے کی کوشش کریں گے، واضح نصوص اور دلائل و براہین کو ٹھکرا کر اپنے باطل پر اڑے رہیں گے، ایسے لوگوں سے اہل بدعت کے مقابلے میں بھی زیادہ محتاط رہنے اور لوگوں کو ڈرانے کی ضرورت ہے کیونکہ اہل بدعت سے ایسے لوگ کہیں زیادہ سنگین خطرناک ہوتے ہیں یاذ باللہ۔!

میں بعض ان لوگوں سے مطالبہ کرتا ہوں جو اس طرح کے برے لوگوں سے دھوکہ کھائے ہوئے ہیں کہ وہ اللہ سے ڈریں اور مومنوں کے اخلاق اور اللہ کے بندوں کے اوصاف حمیدہ کو اختیار کریں حق بات سے منہ نہ موڑیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ) ترجمہ: وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، انہیں عقل نہیں [البقرہ: 171]۔

سو یہ دھوکے میں پڑے ہوئے لوگ اندھے مقلد ہیں یہ ایسی تقلید کرتے ہیں جو بڑا ہی مذموم اور قبیح ہے، یہ بالکل معذور نہیں ہیں؛ اس لیے کہ یہ حق بات کو سنتے ہیں اس کی دلیلوں کو بھی جانتے ہیں لیکن پھر بھی وہ ایسی باطل تقلید میں پڑے ہوئے ہیں جو کفار کی تقلید کے مشابہ ہے یہی لوگ قیامت کے دن کہیں گے جیسا کہ اللہ نے نقل کیا ہے: (وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا [67] رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا) ترجمہ: اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ [67] اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔ [الاحزاب: 68]۔ اس طرح خبیث تقلید کے رد اور اسکی مذمت میں بہت ساری آیات اور احادیث موجود ہیں۔

تقلید کی ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں جاہل معذور ہوتا ہے وہ جو حق کا متلاشی ہوتا ہے مگر

اسے نہیں جانتا اسی لیے وہ کسی اچھے نیک عالم کی تقلید کرتا ہے وہ بروں کی تقلید نہیں کرتا ہے کہ جس میں کوئی عذر نہیں ہوتا بلکہ وہ اچھے عالم کی تلاش کرتا ہے اور اللہ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے اس سے دین کے بارے میں سوال کرتا ہے: (فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) ترجمہ: سو ذکر والوں سے پوچھلو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔ [النحل: 43]۔

اس طرح وہ حق کے جاننے کا حریص ہوتا ہے اور اچھے لوگوں کی تلاش کرتا ہے تاکہ وہ سوال کرے، کسی رافضی خارجی یا فاسق و فاجر کے پاس جا کر دین کے بارے میں نہیں پوچھتا ہے بلکہ وہ ایسے عالم کے پاس جاتا ہے جو اسے کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں جواب دے؛ اس لیے کہ یہ حق کا متلاشی ہوتا ہے چنانچہ ایسے ہی شخص کی اسے تلاش ہوتی ہے جو اسے کتاب و سنت سے ماخوذ دلائل کی روشنی میں جواب دے۔ یا وہ اپنی استطاعت اور طاقت بھر اجتہاد کرے تو ایسی صورت میں وہ معذور ہوگا لیکن جو اپنی خواہشات نفس کے مطابق جس کی چاہے تقلید کرے تو وہ معذور نہیں مانا جائے گا۔

یہ رحمان کے بندوں کی صفت ہے کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کو یاد دلایا جاتا ہے تو وہ اندھے بہرے ہو کر گر نہیں جاتے ہیں بلکہ اسے قبول کرتے ہیں اور تلاوت کے وقت وہ روتے ہیں اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان اور سکون ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ) ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔ [الرعد: 28]۔ انکا سینہ چوڑا ہو جاتا ہے، دل مطمئن ہو جاتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ) ترجمہ: پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ (الزمر: 23)۔

اس لیے آپ اللہ کے ان اچھے اور عمدہ اخلاق کے حامل بندوں میں سے ہو جائیں؛ کیونکہ اللہ نے

آپ کو اسلام کی دولت سے نوازا ہے سو آپ شریف اور باخلاق بن کر رہیں لوگوں کے ساتھ اور اسی طرح رب العالمین کے ساتھ بھی، اللہ کا اطاعت گزار بندہ بن کر رہیں۔ کافروں اور ہٹ دھرم بدعتیوں کی یہ صفت ہے کہ جب وہ اللہ کی آیتوں کو حدیثوں اور مواعظ حسنہ کو سنتے ہیں تو اندھے بہرے ہو کر گر پڑتے ہیں یعنی انہیں وہ قبول نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں دل سے سنتے ہیں۔

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ: اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما: یعنی وہ انہی کامل عمدہ صفات کے حامل ہوتے ہیں اور ان اخلاق عالیہ سے متصف ہوتے ہیں اور دوسروں سے بھی ایسے ہی اخلاق کا مطالبہ کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ خیر اور بھلائی عام ہو جائے اور یہ خیر و بھلائی خود ان کے خاندان سے شروع ہو، وہ یہ بالکل نہیں چاہتے کہ ان کا خاندان انحراف بدعقیدگی اور برائیوں میں واقع ہو بلکہ وہ اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے: وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ: اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

یعنی رحمان کے ان نیک مومن بندوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک اسی شخص سے پہنچتی ہے جو اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہو اللہ کے دین پر عقیدے و منہج کے اعتبار سے صحیح راستے پر قائم ہو، کبھی بھی ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک نہیں پہنچے گا اور نہ ہی وہ راحت محسوس کرتے ہیں جب وہ اپنے اہل خانہ میں سے کسی کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے یا اس کے عقیدے اور منہج میں انحراف ہوتا ہے تو پھر وہ کسی طرح چین وسکون محسوس نہیں کرتا ہے، اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک اسی وقت ملتی ہے جب اللہ کی مرضی اور اس کی رضا جوئی میں لوگ کام کریں؛ اسی لیے وہ اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ اس کے خاندان میں ایسے لوگوں کو نصیب کرے جو جن کے ایمان اور استقامت سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے، اس کے لیے وہ اللہ سے برابر

دعا کرتے ہیں چنانچہ ہم بھی انہی کی صفات کو حاصل کریں صرف انہی آیتوں ہی سے نہیں بلکہ پورے قرآن اور سنت رسول سے؛ کیونکہ ان کے صفات بہت عظیم ہیں ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ[33] وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ) ترجمہ: اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں [33] نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست [فصلت: 34]۔ چنانچہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے، اور اس سے بہتر کوئی نہیں ہوسکتا جو اللہ کی طرف دعوت دے، اور اللہ کی طرف دعوت وہی دے گا جو اللہ کے سچے مخلص اور نیک بندے ہوں گے، انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ) ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران:110)۔

یہ ان کے صفات ہیں اور یہ اللہ کے نیک بندوں کی صفات ہیں جو کامل مومن ہوتے ہیں وہ منکرات اور برائیوں کو باقی نہیں رہنے دیتے ہیں بلکہ وہ اسے اپنی طاقت بھر مٹانے کی کوشش کرتے ہیں؛ اس لیے کہ جو منکرات اور برائیوں کو باقی رکھتا ہے وہ یہود ہیں اور وہ لوگ جو ان کے مشابہ ہیں اسی لیے وہ اللہ کی طرف سے لعنتوں کے مستحق ٹھہرے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ[78] كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ)

ترجمہ: وہ لوگ جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا، ان پر داؤد اور مسیح ابن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔ [78] وہ ایک دوسرے کو کسی برائی سے، جو انھوں نے کی ہوتی، روکتے نہ تھے، بے شک برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ [المائدہ: 79]۔

مذکورہ دونوں نبیوں کی زبانی وہ اللہ کی طرف سے لعنت کے مستحق ہوئے، ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں نبیوں کی مخالفت بعد میں آنے والے کسی بھی نبی نے نہیں کی ہے، سو آپ بھی جب کسی منکر کو دیکھیں تو اسے مٹانے کی کوشش کریں جیسا کہ نبی کا حکم ہے، چنانچہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عن أَبِي سَعِيدٍ قال سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ؐ فرمارہے تھے: ”تم میں سے جو شخص منکر کام دیکھے اس پر لازم ہے اگر طاقت رکھتا ہے تو اسے اپنے ہاتھ سے (یعنی زور وقوت) سے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو پھر اپنی زبان ہی سے اس کو بدلنے کی سعی کرے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو، تو اپنے دل میں سے اس کے بدلنے کی تدبیر سوچے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔“ (صحیح مسلم:49)۔

اسی طرح دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي، إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ، وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ، يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ،

وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الإِيمَانِ، حَبَّةُ خَرْدَلٍ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا:" اللہ نے جو نبی بھی مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا، تو اس کے کچھ حواری اور لائق ساتھی ہوتے تھے جو اس کے طریقے اور حکم پر چلتے تھے، پھر ایسا ہوتا تھا کہ ان کے نالائق پسماندگان، ان کے جانشین ہوتے تھے، جو ایسی بات کہتے تھے جو خود نہیں کرتے تھے (لوگوں کو اچھا کام کرنے کو کہتے تھے اور خود وہ کام نہیں کرتے تھے یا کرنے کے جو کام، وہ نہیں کرتے تھے۔ ان کے متعلق لوگوں کو کہتے تھے کہ ہم کرتے ہیں، گویا اپنا تقدس اور اپنی بزرگی قائم رکھنے کے لیے جھوٹ بھی بولتے تھے) اور جن کاموں کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا ان کو کرتے تھے (یعنی اپنے نبی کی سنتوں اور اس کے اوامر واحکام پر تو عمل پیرا نہ تھے مگر معصیات اور بدعات جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا ان کے (دلدادہ تھے، ان کو خوب کرتے تھے)، تو جس نے ان کے خلاف اپنے دست و بازو سے جہاد کیا وہ مومن ہے، اور جس نے (بدرجۂ مجبوری) ان کے خلاف صرف زبان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے، اور جس نے (زبان سے عاجز رہ کر) صرف دل سے ان کے خلاف جہاد کیا، یعنی دل میں ان سے نفرت کی اور ان کے خلاف غیظ وغضب رکھا، تو وہ بھی ایمان دار ہے، لیکن اس کے بغیر رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (صحیح مسلم:50)۔

جہاد کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تلوار ہی کے ذریعے ہو؛ کیونکہ جہاد زبان وقلم اور حجت و بیان سے بھی ہوتا ہے، اور انبیاء کرام کا یہی جہاد رہا ہے، ایک شخص جب منکر کو بزور قوت ختم کر دیتا ہے تو یہ جہاد ہوتا ہے، اور ساتھ میں اگر اقتدار وطاقت بھی ہے تو ان سے اسی طرح جہاد کرے گا جیسے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تاتاریوں اور باطنی اسماعیلیوں سے جہاد کیا تھا اعمور ساتھ ہی تلوار کے ذریعے بھی جہاد کیا تھا، اور اگر

مخالف مرتد ہے تو اسے طاقت کی صورت میں قتل کیا جائے گا جیسا کہ فرمان نبوی ہے۔

اسی طرح اگر زکات روزہ اور نماز کا انکار کرتے ہیں تو ان سے بھی جہاد کیا جائے گا، کیونکہ یہ اجماع ہیکہ اگر کوئی اسلام کے کسی شعیرے کا انکار کرے تو صاحب قوت سلطان اسے جہاد کرے، یہ بھی تبدیلی منکر میں شامل ہے، اور یہ ان مومنوں کی صفات میں سے ہے جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

بہت سارے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو برائی کے پاس سے گزرتے ہیں مگر ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتا، اور بسا اوقات وہ برائی کرنے والوں سے محبت بھی کرتا ہے اور بسا اوقات وہ اس برائی میں شامل بھی ہو جاتا ہے، والعیاذ باللہ! سو آپ ایسے لوگوں سے دور رہیں۔

- آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا: یہ لوگ ہیں جنھیں جزا میں بلند و بالا محل عطا کیے جائیں گے، اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام کے ساتھ کیا جائے گا۔

یہاں پر غرفہ مفرد ہے مگر اس سے جنس مراد ہے، اس سے ما قبل متقیوں کے امام کو ذکر آیا ہے جس سے داعی دین مراد ہے جو کہ متقیوں کا امام ہوگا، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسکی تفسیر کی ہے یہ کہتے ہوئے کہ ہمیں ایسا امام بنا کہ ہم دوسروں کی اقتدا کریں اور دوسرے بھی ہماری اقتدا کریں یعنی ہم سلف کی اقتدا کریں کیونکہ وہی مسلمانوں کی اصل جماعت ہیں۔

سو ایک مومن کو دعا کرنا چاہیے کہ اللہ اسے علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور اسے اپنے ان مخلص سچے بندوں میں شامل کرے جنہیں اللہ نے مذکورہ صفات سے نوازا ہے، اور وہ یہ تمنا کرے کہ وہ خیر و بھلائی میں امام بنے برائی میں نہیں، لوگوں کے لیے اچھا نمونہ بنے کہ وہ ان کے درمیان صحیح عقیدے اور صحیح منہج کو عام کرے، انہیں بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور اس راہ میں آنے

والی تکلیفوں پر صبر کرے، کیونکہ اس راہ اس قدر تکلیفوں کا سامنا ہوتا ہے کہ جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس طرح وہ تکلیفوں پر صبر کرنے میں بھی امام ہوتا ہے، حق کی پابندی کرنے اور باطل ومنکرات کا سامنا کرنے میں بھی امام ہوتا ہے، منکرات میں شرک وگمراہی بھی ہوتی ہے اور بے حیائی وانحراف بھی ہوتا ہے، اس طرح وہ خیر وبھلائی کے ہر میدان میں امام ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا [74] أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا) ترجمہ: اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ [74] یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند و بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا [الفرقان: 75]۔ یہاں غرفہ سے مراد جنت ہے، یعنی کے بالا خانے۔

اور جنت میں جنتیوں کیلئے بالا خانے ہوں گے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا يَتَرَاءَيُونَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ، أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ، لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ. قَالَ: بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ رِجَالٌ آمَنُوا بِاللَّهِ، وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنتی لوگ اپنے سے بلند کمرے والوں کو اوپر اسی طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ستارے کو جو صبح کے وقت رہ گیا ہو، آسمان کے کنارے پورب یا پچھم میں دیکھتے ہیں۔ ان میں ایک دوسرے سے افضل ہو گا۔“ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو انبیاء کے محل ہوں گے جنہیں ان کے سوا اور کوئی نہ پاسکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہوں

گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انبیاء کی تصدیق کی۔(صحیح بخاری:3656)۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مذکورہ صفات سے متصف کیا ہے اور انکے اچھے اعمال کی بنیاد پر انکے بہتر جزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:(ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ) ترجمہ: جنت میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔[النحل:32]۔مزید فرمایا:(وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ[73] وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ) ترجمہ: اور جولوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آجائیں گے اور دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم خوش حال رہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ[73] یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے[الزمر:74]۔

ان کے علاوہ بھی دیگر بہت ساری آیتیں ہیں جن کے اندر اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں کے اچھے بدلے کا ذکر کیا ہے؛ ان میں سے یہ بھی ہے کہ فرشتے ان سے بشارت دیتے ہوئے ان پر سلامتی بھیجتے ہوئے اور ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے ان سے ملاقات کریں گے جیسا کہ سورہ زمر کی مذکورہ آیت میں آیا ہے، اور اسی طرح دوسری آیتوں میں بھی اس کا ذکر ہے چنانچہ یہ جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:(جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ[23] سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ) ترجمہ: ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی

بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ [23] سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔ [الرعد: 24]۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کو سلام کریں گے، فرشتے بھی ان پر سلام بھیجیں گے اور اللہ انہیں بالا خانوں میں رکھے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے کیونکہ یہ سب اسکے محبوب بندے ہوں گے۔

اس لئے اس بات کے حریص ہوں کہ آپ رحمن کے ان نیک بندوں میں شامل رہیں اللہ نے جنکی مذکورہ نیک صفات بیان کی ہے اور جنکی بنیاد پر اللہ نے ان سے جزائے عظیم کا بیان کیا ہے، ساتھ ہی ایسی نعمتوں کا بھی ذکر کیا ہے جنکے بارے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔ [السجدہ: 17]۔ جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، يَقُولُ: شَهِدْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَصَفَ فِيهِ الْجَنَّةَ حَتَّى انْتَهَى، ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ: " فِيهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، ثُمَّ اقْتَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ {16} فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ {17} سورة السجدة آية 16-17 ".

ترجمہ: سیدنا سہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی مجلس میں حاضر ہوا، جس میں آپ نے جنت کے بارے میں بتایا جنت کی نعمتوں کے بارے میں بیان کرنے کے بعد فرمایا: ” اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں، جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہے نہ کسی

کان نے سنا ہے، اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی" ان کے پہلو، بستروں سے الگ رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے، اس سے خرچ کرتے ہیں، کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا چیزیں ان کے لیے چھپا رکھی گئی ہیں، یہ ان عملوں کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔اس حدیث اور آیت مبارکہ سے معلوم ہوا جنت میں صرف وہی نعمتیں نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے بلکہ ان کے سوا بھی بے شمار نعمتیں جن کا علم جنت میں داخلہ کے بعد ہوگا۔(صحیح مسلم:2825)۔

سو آپ کا ٹارگٹ اور ہدف اللہ کی رضا جوئی ہو، اور آپ کے نزدیک سب سے اہم یہ ہو کہ آپ رحمن کے ان نیک بندوں میں شامل ہونے کی کوشش کریں جو مذکورہ نیک صفات اور خصوصیات کے حامل ہیں تو ضرور اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان نعمتوں سے نوازے گا جنکا وعدہ اللہ نے اپنے مومن بندوں سے کیا ہے، انہیں میں سے وہ نعمتیں بھی ہیں جنکا ذکر مذکورہ آیات میں آیا ہے۔

دعا ہیکہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ان نیک بندوں میں شامل کرے جو تواضع اور خاکساری اختیار کرتے ہیں، اسکی فرمانبرداری کرتے ہیں اور انہیں اخلاق و اعمال کے حامل ہوتے ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے اور ان سے راضی ہوتا ہے، یقینا ہمارا رب ساری دعاؤں کو سنتا ہے۔ وفقنا اللہ وایاکم لما یحبہ ویرضاہ۔

لقمان الحکیم کی وصیت اپنے بیٹے کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ [13] وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ [14] وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ [15] يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ [16] يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ [17] وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ [18] وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ) ترجمہ: اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے [13] ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے [14] اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا

میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کروں گا[15]۔ پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے[16] اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا (یقین مانو) کہ یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے[17] لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا[18] اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے[لقمان: 19]۔

میں چاہتا ہوں کہ ان عظیم آیات میں غور وفکر کریں جن میں عقائد واخلاق، عبادات سے لیکر امر بالمعروف اور نہی المنکر تک سب کچھ جمع ہے، اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان آیات میں غور وفکر کریں، اور عقیدہ، عبادت اور اخلاق ہر اعتبار سے ان سے استفادہ کریں؛ کیونکہ ہم علم سیکھتے ہیں ان پر عمل کرنے کیلئے اور کتاب وسنت اور سیرت النبی کے علوم ومعرفت کی روشنی میں اخلاق حسنہ سے متصف ہونے کیلئے۔

اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو لقمان الحکیم پر بیان کر رہا ہے، آپ اسی وصف (لقمان الحکیم) سے معروف ہیں، چنانچہ آپ کو یہی کہا جائے گا؛ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں گواہی دی ہے کہ انہیں حکمت سے نوازا گیا ہے، اور چونکہ للہ تعالیٰ نے انہیں حکمت سے نوازا ہے اس لیے ان پر اللہ کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے اور اسکے لئے اللہ نے ایک قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: (جو شکریہ ادا کرتا ہے وہ دراصل اپنے لیے شکریہ ادا کر رہا ہوتا ہے)؛ کیونکہ اسکا فائدہ اسی کی طرف جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز تعریف والا ہے، چنانچہ لوگ اگر اسکا شکریہ ادا کرتے ہیں تو اسکا فائدہ انہیں کو ہوتا ہے اور اگر ناشکری کرتے ہیں تو

اسکا وبال انہیں پر آتا ہے، اللہ کو نا تو انکے شکریے کا کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ ہی انکی ناشکری کا اسے کوئی نقصان ہوتا ہے جیسا کہ بارہا یہ بات گزر چکی ہے چنانچہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! تم اس مقام تک کبھی نہیں پہونچ سکتے کہ میرا کچھ نقصان ہو جائے اور اس مقام تک پہونچ سکتے کہ میرا کچھ فائدہ ہو جائے۔ (صحیح بخاری: 2577)۔

یہ قاعدہ کتاب وسنت میں موجود ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ) ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لیے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال اسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں [فصلت: 46]۔

اللہ تعالیٰ نے لقمان الحکیم کی تعریف کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہیں اللہ نے انہیں حکمت سے نوازا ہے، اس عظیم قاعدے کو بیان کرنے کے بعد لقمان الحکیم کی بعض حکمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے: (وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے [لقمان: 13]۔

حکمت کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اسی کی جگہ پر رکھنا، چنانچہ یہ لقمان الحکیم کی حکمتوں سے ہے کہ ہر حکیم داعی تمام امور کو انکی اصلی جگہوں پر رکھے، سارے انبیاء عالم کے ساتھ ساتھ حکیم بھی تھے جو چیزوں کو انکی اصلی جگہوں پر رکھتے تھے، اور اسی حکمت کی بنیاد پر وہ اپنی دعوت میں چلتے تھے، اور اسی حکمت کی بنیاد پر وہ لوگوں کی تربیت کرتے تھے۔

اسلئے حکمت اسی میں ہے کہ آپ دعوت کے میدان میں جو سب سے اہم ہو اسی سے آغاز کریں جیسا کہ حدیث معاذ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت الی اللہ کا منہج واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے

کہ تم اہل کتاب کی طرف جارہے ہو سوانہیں سب سے پہلے توحید کی دعوت دینا۔(صحیح بخاری:1395)۔
پھر اسکے بعد آپ نے نماز اور زکات کا ذکر کیا، اسی طرح لقمان نے بھی کیا ہے کہ اپنے بیٹے کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا پھر اسکے بعد نماز اور امر بالمعروف اور نہی المنکر کا ذکر کیا، یہ آپ کی حکمت پر دلیل ہے۔

چنانچہ حکمت کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ انبیائی منہج کی روشنی میں لوگوں کو دین کی طرف بلائیں اور انکی دینی تربیت کریں، یعنی ترجیحات کا قاعدہ استعمال کریں۔ بلاشبہ عقیدہ توحید اور انسانی عقلوں اور معاشروں کی شرک سے تطہیر ہی وہ پہلی چیز ہے کہ اس پر کسی دوسری چیز کو فوقیت نہیں دی جاسکتی، سو جو اس منہج سے تجاوز کرتے ہوئے کوئی ایسا منہج اختیار کرے گا جو اس انبیائی منہج کے مخالف ہو تو وہ دور کی گمراہی میں ہوگا۔

-لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے [لقمان:13]۔

شرک باللہ سے سنگین گناہ اور کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ یہ ناقابل معافی جرم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے :(إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا (النساء: 48)۔ مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے :(وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ) ترجمہ: اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے۔ سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی (الحج:31)۔ مزید لقمان

الحکیم نے کہا کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ سورة الأنعام آية 82، شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالُوا: أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَيْسَ كَمَا تَظُنُّونَ، إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ لا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ سورة لقمان آية 13".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "الذین آمنوا ولم یلبسوا إیمانهم بظلم" "وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملایا" تو صحابہ کو یہ معاملہ بہت مشکل نظر آیا اور انہوں نے کہا ہم میں کون ہو گا جو ظلم نہ کرتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو بلکہ اس کا مطلب لقمان علیہ السلام کے اس ارشاد میں ہے جو انہوں نے اپنے لڑکے سے کہا تھا: "یا بنی لا تشرك بالله إن الشرك لظلم عظیم" کہ "اے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بلاشبہ شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔" (صحیح بخاری: 6947)۔

یہاں پر یہ واضح کیا کہ اگر شرک کا ذکر مطلق طور پر آئے تو اس سے شرک اکبر اور کفر اکبر مراد ہو گا کہ جسکا مرتکب اللہ کے سخت غضب اور ہمیشگی والے عذاب کا مستحق ہوگا، کیونکہ یہ ناقابل معافی جرم ہے اسی لئے لقمان الحکیم نے کہا کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

پھر اسکے بعد لقمان الحکیم کے کلام کے درمیان اللہ تعالیٰ معترضہ کلام کے طور پر اپنے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: (وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ: ہم نے انسان کو

اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے:

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کی ہے اور ان اسباب کو بیان کیا ہے جنکی وجہ سے والدین کا شکریہ ادا کرنا اور انکے حقوق کو جاننا واجب ہے، ساتھ ہی اللہ تعالی نے ان پریشانیوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جنہیں ایک ماں جھیلتی ہے؛ اسی لیے اللہ تعالی نے ماں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنے کی وصیت کی ہے؛ کیونکہ وہ اپنی اولاد کو نو مہینے پیٹ میں رکھ کر ہر طرح کی پریشانیوں کو برداشت کرتی ہے؛ ایک طرف اس کے جسمانی بناوٹ میں کمزور ہوتی ہے تو دوسری طرف حمل کی مشقتیں ہوتی ہیں، اور آخر میں سب سے بڑی مشقت وضع حمل کی شکل میں ہوتی ہے جس میں موت تک کا خطرہ ہوتا ہے، پھر اس کے بعد تربیت کا مرحلہ آتا ہے جس میں راتوں کو جاگ کر دن میں پریشان ہو کر ایک ماں اولاد کی تربیت کرتی ہے، اللہ تعالی اس کے خون کو دودھ میں تبدیل کر دیتا ہے تا کہ اس سے اپنی اولاد کے لیے خوراک مہیا کرے اور اولاد کی تربیت میں اور اس کے جسم کی عمدہ نمو کے لیے ماں کے دودھ کو بہتر بتایا گیا ہے، یہ حمل اور ولادت سب کچھ پریشانیوں اور کمزوریوں پر مشتمل ہے، ساتھ ہی تربیت کے مرحلے میں بھی پریشانیاں کم نہیں ہیں، اس کی دیکھ بھال کرنا، کھلانا پلانا نہلانا، اس کے لیے راتوں کو جاگنا، دودھ پلانا، اس کے لیے پریشان ہونا، تھکنا رونا اور بہت ساری تکلیفوں کو جھیلنا، کیا اولاد اس کا بدلہ چکا سکتی ہے؟! یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے شکریہ کے ساتھ والدین کے شکریہ کو بھی ملا لیا ہے اور فرمایا کہ میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا تم سب کو میری طرف آنا ہے۔

اگر آپ اللہ کے حق کو ادا نہیں کریں گے، اس کا اور اپنے والدین کا شکر گزار نہیں ہوں گے تو ان حقوق کے ادا نہ کرنے یا ان میں سے کسی میں بھی کوتاہی کرنے کی وجہ سے اللہ آپ کو سزا دے گا۔

اور اللہ تعالی نے جو یہ فرمایا کہ (میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے) اس کے اندر سخت وعید ہے کہ جو کچھ آپ نے اس دنیاوی زندگی میں کیا ہے اللہ تعالی اس کا سخت حساب لے گا: اللہ پوچھے گا کیا تم نے اللہ کا شکریہ ادا کیا؟! کیا ان واجبات کو تم نے پورا کیا جنہیں اللہ نے کرنے کا حکم دیا تھا؟! اور جن میں سے سب سے اہم یہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے حق کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، ان کے حقوق کو ادا کرو، اللہ کی قسم! اگر آپ نے والدین کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا اور اللہ کے حق کو اور والدین کے حق کو پورا نہیں کیا جن میں سے ایک اہم حق ان کا شکر گزار ہونا ہے تو اللہ تعالی اس کا ضرور حساب لے گا، کیونکہ اللہ تعالی نے آپ کو بیکار میں پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ آپ اس کی عبادت کریں اور اس کے احکامات کی بجاآوری کریں اور اس کے منع کردہ معاصی سے دور رہیں، اس کے احکامات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اللہ کے حقوق کو ادا کرنے کے بعد اپنے والدین کے حقوق کو ادا کریں اور ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آئیں، اللہ تعالی ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کو ضائع نہیں کرے گا اور نہ ہی ایک ذرہ کے برابر کسی پر ظلم کرے گا۔

- اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا: وَإِنۡ جَاهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَن تُشۡرِكَ بِي مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٞ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِي ٱلدُّنۡيَا مَعۡرُوفٗا وَٱتَّبِعۡ سَبِيلَ مَنۡ أَنَابَ إِلَيَّ : اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو: یعنی اگر وہ آپ کو اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں، گناہ کے ارتکاب کا حکم دیں خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور ان میں سر فہرست شرک باللہ ہے تو ایسی صورت میں ان کی بات نہ سننا؛ کیونکہ انہیں یہ بالکل حق نہیں ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی معصیت کا حکم دیں خواہ وہ شرک ہو یا کوئی دوسرا گناہ ہو اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خالق یعنی اللہ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ دونوں اللہ کی

اطاعت میں آپ کا تعاون کرتے ہیں آپ کی صحیح رہنمائی کرتے ہیں اور آپ کی صحیح تربیت کرتے ہیں تو ایسی صورت میں ان دونوں کی اطاعت واجب ہے اور اگر وہ دونوں منحرف ہو جائیں اور یہ کوشش کریں کہ آپ بھی ان کی طرح شرک کریں تو ایسی صورت میں ان کی اطاعت نہیں ہے البتہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کی خدمت اور بھلائی کرنا یہ ساقط نہیں ہوگا اگرچہ وہ آپ کو تکلیف دیں اور مجبور کریں کہ آپ کفر کریں، بس ان کے دنیاوی حق کو نہیں بھولنا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آؤ یعنی ان کے ساتھ احسان کرو ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ ان کی خدمت کرو، ان پر خرچ کرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں یعنی غیر معصیت میں ان کی بات سننا ہے ان کی خدمت کرنا ہے، ان کی ضروریات اور مطالبات کو پورا کرنا ہے یہ سب نیکی میں شمار ہوگا یعنی ان کے وہ سارے مطالبات جو معصیت نہ ہوں انہیں پورا کرنا واجب ہے، گویا والدین کا حق کبھی بھی ساقط نہیں ہوگا اگرچہ وہ بدعت میں واقع ہوں شرک میں واقع ہوں ہر حال میں دنیاوی اعتبار سے ان کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان لوگوں کے راستے پر چلو جو میری طرف جھکتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں، اللہ کی اطاعت کرو اس کی عبادت کرو ان نیک لوگوں کے راستے کی پیروی کرتے ہوئے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں جیسے کہ انبیاء اور ان کے پیروکار جیسے کہ خیر خواہ علماء اور اللہ کے نیک بندے چنانچہ آپ اللہ کے حق کو ادا کریں بندوں کے حق کو ادا کریں یہی ان کا منہج اور راستہ ہے بلکہ ہر اس شخص کا یہ منہج ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے کہ وہ اللہ کے حقوق کو اور بندوں کے حقوق کو ادا کرے لوگوں کو بھلائی کا حکم دے برائی سے روکے، اللہ کے دین کی طرف دعوت دے اور وہ سارے دوسرے امور جنہیں بہتر سمجھتا ہو۔

یعنی توحید میں عبادت میں اور اخلاق میں اور ان تمام بھلائیوں اور نیکیوں میں جنہیں اللہ کی

شریعتیں لے کر آتی ہیں اور ان تمام برائیوں سے جنہیں شریعتوں نے روکا ہے جیسے کہ شرک باللہ، رسولوں سے دشمنی کرنا اور ان کی مخالفت کرنا ان تمام امور میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا بندہ ہی شریعت کی پابندی کرسکتا ہے کہ اگر اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ فورا اللہ سے خالص توبہ کرتا ہے اور جو اچھی بات ہوتی ہے اس کی پیروی کرتا ہے یعنی رسولوں کی لائی ہوئی شریعت کی پابندی کرتا ہے جس کے اندر توحید، شرک سے لڑائی کرنا، اللہ رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ان تمام چیزوں میں جن کے کرنے کا اللہ حکم دیتا ہے اور جن سے رکنے کا حکم دیتا ہے۔

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ: تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کروں گا: یعنی سب کو اللہ کی طرف جانا ہے وہ ہر چیز میں ان کا حساب لے گا اور انہیں ان سے خبردار کرے گا انہی میں سے یہ بھی ہے کہ کیا اولاد نے اپنی والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا؟! اور کیا والدین اللہ کے دین حق پر قائم تھے اللہ تعالی ان دونوں سے بھی حساب لے گا اور اگر اپنی اولاد کو وہ شرک کی طرف بلائیں گے تو اس کا بھی حساب لے گا۔

سو یہ یاد رہے کہ سب کو اللہ کی طرف لوٹ کے جانا ہے وہاں اللہ تعالی تمام بندوں کو خبردار کرے گا ساری مخلوق کا ٹھکانہ اللہ کے پاس ہے اور سب سے اللہ تعالی سوال کرے گا تمام بنی آدم بلکہ تمام انس و جن سے اللہ تعالی سوال کرے گا جیسا کہ فرمایا: (فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ [6] فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ) ترجمہ: پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے [6] پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے۔ اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے [الاعراف: 7]۔

وہاں پر اللہ تعالی میزان قائم کرے گا جہاں پر بندوں کے اعمال کو وزن کیا جائے گا اگر کسی نے نیکی کی ہوگی تو اس کے لیے خیر ہوگا اور اگر کسی نے برائی کی ہوگی تو اس کے لیے برا ہوگا، ذرے ذرے کا

وہاں پر حساب ہوگا تمام نیکیوں اور بدیوں کا بھی حساب کر دیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ میں ان تمام چیزوں سے تمہیں باخبر کر دوں گا جو تم دنیا میں کرتے تھے یعنی چاہے ان کا تعلق اعمال سے ہو یا عقائد سے، اچھے عقائد نیکیوں کے پلڑے میں ہوں گے جبکہ برے عقائد بدیوں کے پلڑے میں ہوں گے اسی طرح اچھے اعمال نیکیوں کے پلڑے میں ہوں گے اور برے اعمال بدیوں کے پلڑے میں ہوں گے۔

وہاں پر اللہ تعالی ہر ایک کو اس کا نامہ اعمال دے گا یا تو اس کے بائیں ہاتھ میں یا اس کے دائیں ہاتھ میں جیسا کہ فرمایا ہے :(فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا
كِتَابِيَهْ[19] إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ[20] فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ[21] فِي جَنَّةٍ
عَالِيَةٍ[22] قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ[23] كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ
الْخَالِيَةِ[24] وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ[25]
وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ[26] يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ[27] مَا أَغْنَى عَنِّي مَالِيَهْ[28]
هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ[29] خُذُوهُ فَغُلُّوهُ[30] ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ[31] ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ
ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ) ترجمہ: سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لو پکڑو، میرا اعمال نامہ پڑھو۔[19] یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔[20] پس وہ ایک خوشی والی زندگی میں ہوگا۔[21] ایک بلند جنت میں۔[22] جس کے میوے قریب ہوں گے۔[23] کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کی وجہ سے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔[24] اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔[25] اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔[26] اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔[27] میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔[28] میری

حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔ [29] اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنادو۔ [30] پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ [31] پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کردو۔ [الحاقہ: 32]۔

اس کے بعد اللہ تعالی نے لقمان الحکیم کی وصیت کو اور ان کی اپنے بیٹے کی نصیحت کو پورا کرتے ہوئے فرماتا ہے: (يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ: پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبر دار ہے۔

یعنی انہوں نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی اور واضح کیا کہ اللہ تعالی ہر چیز سے باخبر ہے وہ بڑا عظیم ہے قدرت والا ہے اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں ہو، اللہ تعالی سے کوئی بھی چیز اوجھل نہیں ہے حتی کہ ایک ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں ہے خواہ اس سے کوئی چیز بڑی ہو یا چھوٹی ہو ساری چیزیں لوح محفوظ کے اندر لکھی ہوئی ہیں اس چیز کی جانکاری تمام انبیاء نے دی ہے، تمام عقائد کی باتوں کو انہوں نے لوگوں تک پہنچائی ہے، یہ ساری چیزیں لقمان الحکیم نے نبوتوں ہی سے حاصل کی ہے، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کے زمانے میں تھے یعنی نوح علیہ السلام، ھود اور صالح علیہما السلام ابراہیم اور موسی علیہما السلام اور موسی علیہ السلام کے بعد داؤد علیہ السلام تک جتنے انبیاء تھے ان سب کی نبوتیں رسالتیں اور ان کی باتیں ان کے پاس موجود تھیں بطور خاص توحید باری تعالی اور اللہ تعالی کو صفات کمال سے متصف کرنا، ان میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر رہے زمین وآسمان کی بلکہ پوری کائنات کی کوئی بھی چیز اسے عاجز نہیں کرسکتی ہے خواہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی اللہ رب العالمین جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے بارے میں کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ چیز ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالی کا علم ہر چیز کو محیط ہے بندے اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ چاہے، کائنات کا کوئی ذرہ کوئی قطرہ اورکوئی پتہ بلکہ کوئی بھی چیز ہو ہر چیز سے اللہ تعالی باخبر ہے اس پر کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: (وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ) ترجمہ: اوراسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتّا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ [الانعام:59]۔ان سب کا علم اللہ کے پاس ہے اور اللہ نے سب کو لوح محفوظ کے اندر ریکارڈ کر رکھا ہے، سب کے اعمال کو صحیفوں میں ریکارڈ کر رکھا ہے جنہیں فرشتے لکھتے رہتے ہیں بندے خواہ اچھے کام کریں یا برے سب کچھ ریکارڈ کیا جارہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! یہ ساری چیزیں اس لیے ریکارڈ نہیں کی جارہی ہیں کہ اللہ تعالی انہیں بھول جائے گا کیونکہ اللہ تعالی تو ان کے ریکارڈ سے پہلے ہی ان کے بارے میں جانتا تھا اور لکھنے کے بعد بھی اللہ تعالی جانتا ہے بلکہ اس زمین و آسمان کی کوئی بھی چیز ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ سے اوجھل نہیں ہے؛ یہ پہاڑ یہ ریت یہ قطرے یہ دریا اپنی موجوں اور قطروں کے ساتھ اور اس کائنات میں جو حیوانات اور دیگر مخلوقات ہیں اللہ تعالی سب کے بارے میں جانتا ہے جزئی اور کلی ہر اعتبار سے خواہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی اللہ تعالی کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

آپ دیکھیں اسی عقیدے کو لقمان الحکیم اپنے بیٹے کو کیسے تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے بیٹے! ایک رائی کے دانے کے برابر بھی اگر کوئی چیز ہے تو اللہ تعالی اسے جانتا ہے خواہ وہ کسی چٹان کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔یعنی ایک مضبوط چٹان کہ جس کے اندر کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی وہاں بھی اگر کوئی دانا رائی

کے برابر موجود ہے تو اللہ تعالی اس کے بھی بارے میں جانتا ہے اور اسے بھی نکال کر اس کا حساب لے گا؛ اگر وہ برائی ہے تو اس کا بدلہ دے گا اور اگر وہ نیکی ہے تو وہ اللہ کے یہاں کبھی بھی ضائع نہیں جائے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:(إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا) ترجمہ: بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔ [النساء:40]۔

یہاں پر لقمان الحکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک رائی کے دانے کے برابر بھی اگر کوئی چیز ہوگی تو اسے بھی اللہ جانتا ہے، یہاں باریک اور ہلکی چیز مراد ہے ایسی چیز جس کا کوئی وزن نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالی اس کا وزن اور اس کی مقدار کا بھی علم رکھتا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو آسمان میں ہو سمندروں کی گہرائی میں ہو یا کسی چٹان کے اندر ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں اس چٹان سے مراد وہ چٹان ہے جو زمین کے نیچے ہوتا ہے لیکن بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہاں عام چٹان مراد ہے خواہ وہ کوئی بھی چٹان ہو، یہ بہت ہی بلیغ انداز میں واضح کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کا علم اور اس کی قدرت کس قدر ہر چیز کو محیط ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور اس پر ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

یہ بڑا ہی عظیم عقیدہ ہے ضروری ہے کہ ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر ہر پل اور لمحے میں اسے اپنے ذہن میں رکھے اور یاد رکھے کہ اللہ تعالی اس سے باخبر ہے اس کی نگرانی کرتا ہے اس کی ہر چیز کو جانتا ہے اس پر وہ قادر ہے بلکہ ہر چیز پر وہ قادر ہے یہ بڑا ہی عظیم عقیدہ ہے ضروری ہے کہ ایک مسلمان ہمیشہ اسے یاد رکھے۔

اسی لیے دیکھیں گے کہ لقمان الحکیم نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلے ترک شرک کی دعوت دی اور اس سے روکا، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹے کو توحید کا حکم دے رہے ہیں اور اس کے سامنے شرک

باللہ کی سنگینی واضح کر رہے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے، اس کے بعد آپ نے اللہ کی عظمت کو واضح کیا تا کہ بے وقوف اور احمق قسم کے لوگ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ یہ تھے بعض اوصاف کمال جن سے اللہ تعالی متصف ہے ورنہ اللہ تعالی کے بہت سارے اچھے نام ہیں جنہیں کوئی بھی شمار نہیں کرسکتا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے میرے رب! میں تیری تعریف اس قدر نہیں کرسکتا جتنے کا تو مستحق ہے یقینا تو ویسا ہی ہے جس طرح تو نے اپنی تعریف کی ہے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعاؤں میں اور مناجات باری میں یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ تعالی کے دوسرے بہت سارے نام ہیں جن میں سے اپنے بعض بندوں کو کچھ کے بارے میں خبر دے دی ہے اور باقی کو اپنے پاس محفوظ رکھا ہے: (أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ) ترجمہ: میں آپ کو آپ کے ہر اس نام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جو آپ نے اپنے لئے خود تجویز کیا، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ نام سکھایا، یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا اپنے پاس علم غیب میں ہی اسے محفوظ رکھا۔ (مسند احمد: 3712)۔

یہ دونوں اللہ کے اہم اوصاف میں سے ہیں؛ ایک یہ کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے؛ اس لیے مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ ان دونوں صفتوں سے غافل نہ رہے اور ان دونوں کے ساتھ باقی دیگر اسماء اور صفات کو بھی ذہن میں بٹھائے رکھے؛ کیونکہ جس قدر وہ اللہ تعالی کے کامل اسماء اور صفات کو اپنے ذہن میں حاضر رکھے گا اسی اعتبار سے وہ اللہ کا ڈر اور اس کی تعظیم و اجلال اپنے دل میں پائے گا یعنی جس قدر اسمائے حسنی اور صفات علیا کا وہ استحضار کرے گا اسی اعتبار سے وہ ان معانی اور اس کے عمدہ اثرات کو اپنے نفس پر پائے گا، اور یہ اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے؛ اللہ جسے توفیق دیتا ہے وہی ایسے اچھے اور عمدہ اثرات اور پاک جذبات کا حامل ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَلَا تُطِعْ

مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا) ترجمہ: اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے [الکہف: 28]۔ سو ہم غفلت اور بھول سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ذکر الٰہی صرف زبان ہی سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ کی عظمت اور اس کی جلالت شان اور اس کی قدرت و علم، اس کے عدل و انصاف اس کے احسان و کرم اور دیگر عمدہ صفات کو ذہن میں بٹھانے سے بھی ہے۔

لقمان الحکیم نے اپنے بیٹے کو جس قدر وعظ و تلقین اور نصیحت کی ہے اور یہ عظیم تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالی کا علم ہر چیز کو محیط ہے، اس کے اندر خبر دار کیا گیا ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے بچو کیونکہ اللہ تعالی ہر چیز سے مطلع اور باخبر ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، آپ سے متعلق ہر چیز کو وہ شمار کر کے رکھتا ہے اگر اللہ آپ کو معاف نہ کرنا چاہے تو آپ ہلاک ہو جائیں گے، اور اگر وہ شرک ہو گا تو پھر ہلاکت کا ہونا طے ہے۔

-آگے اللہ نے فرمایا: (يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ: اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا۔

یہاں پر یہ نہیں کہا کہ نماز پڑھو بلکہ یہ کہا کہ نماز کو قائم کرو اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ نماز کو مکمل طریقے سے اس کے ارکان کی پابندی کرتے ہوئے اسی طرح پڑھو جیسے اللہ نے مشروع قرار دیا ہے طہارت سے لے کر آخری سلام تک، وہ طہارت کہ جس کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی ہے اور ضروری ہے کہ طہارت حدث اصغر کے ساتھ حدث اکبر سے بھی ہو؛ کیونکہ اللہ تعالی بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا ہے؛ اس لیے حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے طہارت حاصل کرنا ضروری ہے اور ساتھ میں ستر کا ڈھکنا بھی واجب ہے اور استقبال قبلہ بھی ضروری ہے اور اس کے علاوہ بھی کچھ ارکان ہیں جن کا ادا کرنا ضروری ہے تکبیر سے لے کر تسلیم تک تمام ارکان نماز کی ادائیگی ضروری ہے، چنانچہ اللہ کی بڑائی اور تعظیم بیان کرتے ہوئے آپ اپنی نماز کا آغاز کریں گے چنانچہ اس کی تعظیم بیان کرتے ہوئے اللہ اکبر کہیں گے پھر اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھیں گے اور یہ واجب ہے؛ کیونکہ کوئی بھی نماز جس کے اندر سورہ فاتحہ نہ

پڑھی گئی ہو وہ باطل ہوتی ہے، پھر اس کے بعد رکوع کریں گے یہاں تک کہ رکوع کی حالت میں اطمینان ہو جائے پھر اس کے بعد رکوع سے سر اٹھائیں گے یہاں تک کہ اطمینان سے کھڑے ہو جائیں اور سارے اعضاء اپنی جگہ واپس آجائیں جلدی بالکل نہیں کریں گے بلکہ اطمینان حاصل کرنا ضروری ہے، اس کے بعد پورے اطمینان کے ساتھ سجدے کے لیے جھک جائیں گے اور پہلا سجدہ کریں گے یہاں تک کہ سجدے کی حالت میں اطمینان حاصل ہو جائے پھر اس کے بعد اپنا سر اٹھائیں گے اور بیٹھ کر دونوں سجدوں کے درمیان اللہ کا ذکر کریں گے پھر اس کے بعد دوسرا سجدہ کریں گے یہاں تک کہ سجدے میں اطمینان ہو جائے، پھر اسی طرح آپ اپنی ساری نماز میں کریں گے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو نماز سکھائی تھی جو غلط پڑھ رہا تھا جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ وَقَالَ: ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي، فَقَالَ: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ اس نے نماز پڑھی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ شخص واپس گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھی اور پھر آ کر سلام کیا۔ لیکن آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ واپس جا اور دوبارہ نماز

پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے اس طرح تین مرتبہ کیا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں اس کے علاوہ اور کوئی اچھا طریقہ نہیں جانتا، اس لیے آپ مجھے نماز سکھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو پہلے تکبیر تحریمہ کہہ۔ پھر آسانی کے ساتھ جتنا قرآن تجھ کو یاد ہو اس کی تلاوت کر۔ اس کے بعد رکوع کر، اچھی طرح سے رکوع ہو لے تو پھر سر اٹھا کر پوری طرح کھڑا ہو جا۔ اس کے بعد سجدہ کر پورے اطمینان کے ساتھ۔ پھر سر اٹھا اور اچھی طرح بیٹھ جا۔ اسی طرح اپنی تمام نماز پوری کر۔ (صحیح بخاری: 757)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ قرآن سے جو میسر ہو اسے پڑھ لو یہ دراصل اس حدیث کی وضاحت کرتی ہے جس کے اندر آپ نے فرمایا ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو وہ نماز باطل ہوتی ہے، بعض مذاہب جیسے کہ حنفی اللہ کے رسول کے اس قول سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نمازی اگر ایک آیت ہی پڑھ لے جیسے کہ (مدھامتان) تو یہ کافی ہوگا حالانکہ یہ غلط ہے؛ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے اس قول کی وضاحت ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جائے گی وہ نماز باطل ہوگی اور اسی طرح سے ایک جگہ فرمایا ہے کہ جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو وہ ناقص ہوگی، تین بار آپ نے فرمایا۔

اور آپ نماز کو خشوع اور خضوع سے ادا کریں گے اللہ کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے جیسا کہ اللہ تعالی نے مومنوں کی صفت میں یہ بیان کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ [1] الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ) ترجمہ: یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی [1] جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں [المومنون: 2]۔ یہاں پر شاہد یہ ہے کہ وہ نماز میں خشوع اور خضوع اختیار کرتے ہیں، اور خشوع ہی نماز کی اصل روح ہے جس نماز میں خشوع نہ ہو اور عظمت الہی کا استحضار نہ ہو اور غور و تدبر نہ ہو تو گویا اس میں بڑا خلل پایا جاتا ہے، اس نماز کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں خضوع اور خشوع پایا

جاتا ہے وہ اس تعریف سے محروم ہوگا جس تعلق سے اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں خشوع اور خضوع اختیار کرتے ہیں۔

اس لیے اپنی نماز میں خشوع اور خضوع اختیار کریں اس طور پر کہ جب آپ نماز میں ہوں تو پوری دنیا کو بھول جائیں، مال و دولت تجارت اور اہل وعیال سب کو بھول بیٹھیں، ساری چیزوں سے غافل ہو جائیں اور آپ کے ذہن میں صرف اللہ کی عظمت پائی جائے اور جو کچھ قرآن کی آیات پڑھ رہے ہوں ان میں غور وفکر کریں کہ جس سے آپ کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے پھر اس کے بعد آپ تشہد پڑھیں اور سلام پھیر دیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ تکبیر سے نماز میں ساری چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اور سلام سے ساری چیزیں حلال ہو جاتی ہیں چنانچہ آپ نماز سے سلام پھیر کر ہی فارغ ہو سکتے ہیں۔

یہ سلامتی آپ پر ہوتی ہے فرشتوں پر ہوتی ہے اور ان تمام نیک بندوں پر ہوتی ہے جو آسمان یا زمین میں ہیں، یہ سلامتی اللہ کے تمام بندوں تک پہنچتی ہے اس میں فرشتے بھی شامل ہیں جن وانس کے تمام مومن بندے بھی شامل ہیں وہ آسمان میں رہتے ہیں یا زمین میں، یہ دعا سب کو شامل ہے جس طرح ایک شخص اپنے لیے اور اپنے بھائیوں کے لیے دعا کرتا ہے وہ ساتھ میں فرشتوں کے لیے بھی دعا کرتا ہے اسی طرح سے فرشتے بھی اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور اس طرح وہ بدلہ چکا دیتے ہیں، چنانچہ ہم اپنے دل میں یہ یاد رکھیں کہ یہ سلام ہر نیک بندے کے لیے ہے اور اس سے آپ اجر عظیم حاصل کرتے ہیں کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، بسا اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی انسان سلام پھیرے لیکن اسے نہ معلوم ہو کہ کس پر سلام پڑھ رہا ہے اسے یہ گمان ہو کہ یہ مجرد حکایت ہے!

اس لیے ضروری ہے کہ اس عظیم امر کو اپنے دل میں بیٹھا کر رکھیں جس پر کہ اللہ کے رسول نے تنبیہ کی ہے یہی اقامت صلوۃ کا مفہوم ہے یعنی آپ اسی طرح نماز پڑھیں جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اس طرح نہ پڑھیں جیسے آپ کی مرضی ہو اور نہ ہی کسی دوسرے مذہب کے مطابق پڑھیں

اپنی مرضی سے بلکہ اس طرح پڑھیں جیسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔آپ سوال کریں تعلیم حاصل کریں اور معلوم کریں کہ کیسے اللہ کے رسول نماز پڑھتے تھے چنانچہ آپ کی پوری کوشش ہو کہ آپ کی نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح سے ہو ایسے آپ نماز پڑھیں گویا وہ آپ کے سامنے کھڑے ہیں اور قراءت کر رہے ہیں رکوع اور سجدہ کر رہے ہیں آخری نماز تک، آپ دیکھ رہے ہیں ان کو نماز پڑھتے ہوئے، یقیناً صحابہ کرام نے بڑی دقت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو ہمارے لیے محفوظ رکھا ہے اور نماز کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حرکات کو نقل کر دیا ہے؛ اس لیے ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہم اسے اچھی طرح یاد رکھیں اور اسی طرح نماز کو پڑھیں جیسا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے بہتر نماز کو قائم کرنے والے ہیں اس لیے ہم آپ ہی کو اپنا اسوہ اور نمونہ بنائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پر ابھارا ہے: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا) ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے [الاحزاب:21]۔

- اس کے بعد لقمان الحکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا جیسا کہ اللہ تعالی نے نقل کیا ہے:

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ:

اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا (یقین مانو) کہ یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے۔یعنی یہ ایسے امور میں سے ہیں جو یقینی طور پر واجب ہیں، انبیاء کی دعوت میں یہی اصل منہج ہے کہ نماز کو قائم کیا جائے اور زکوۃ کو ادا کیا جائے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جائے اور اس راہ میں آنے والی تکلیفوں پر صبر کیا جائے، یہ واجب امور میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالی نے بندوں پر واجب کیا ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ ہم امر بالمعروف اور نہی عن

المنکر کا فریضہ انجام دیں نماز قائم کریں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

اور صبر کرنا ضروری ہے یعنی جو بھی تکلیف پہنچے اس پر صبر کیا جائے، یہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ صبر کرے اور اس پر اللہ سے اجر کی امید رکھے، بھلائی کا حکم دے یعنی توحید کا حکم دے، شرک سے روکے، نماز کا حکم دے زکوۃ کا حکم دے، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دے، اللہ کے ذکر کا حکم دے نیکیوں کا حکم دے یہاں تک کہ مستحب چیزوں کا بھی حکم دے؛ کیونکہ یہ بھی معروف میں سے ہے یعنی لوگوں کو مستحب امور کی تعلیم دے ان کی طرف رغبت دلائے اور ان کی طرف دعوت دے اور برے آثار اور ان تمام غلط چیزوں کو ان کے لیے واضح کرے جن کے اندر وہ لاپرواہی برتتے ہیں، برائی سے روکنے میں یہ شامل ہے کہ آپ شرک سے روکیں دیگر معاصی اور گناہوں سے روکیں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے روکیں ہر قسم کے فسق وفجور سے روکیں تمام قسم کے گناہوں سے روکیں یہی منکر ہے۔

منکرات میں سب سے پہلے شرک داخل ہے اس میں بدعتیں بھی شامل ہیں اور دیگر معاصی خواہ صغیرہ گناہ ہوں یا کبیرہ سب اس میں شامل ہے اور یہ منکر معروف کا ضد ہے۔

اور معروف کہتے ہیں جو شریعت میں معروف ہو اور جس کی طرف دعوت دی گئی ہو، اور منکر کہتے ہیں جو شریعت میں منکر ہو اور جسے برا سمجھا گیا ہو اور جس سے خبردار کیا گیا ہو اور اس سے روکا گیا ہو؛ چنانچہ آپ تمام بھلائیوں کا حکم دیں جن میں سب سے پہلے توحید شامل ہے یہاں تک کہ چھوٹی سی چھوٹی نیکی کی طرف بھی دعوت دیں جیسے کہ راستے سے تکلیف دی چیز کو ہٹا دینا؛ کیونکہ ایمان کے بہت سارے شعبے ہیں بلکہ 70 سے زائد شعبے ہیں ان میں سب سے اعلی شعبہ کلمہ توحید ہے اور سب سے ادنی شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے؛ چنانچہ آپ ہر طرح کے معروف کا حکم دیں جن میں سب سے پہلے کلمہ توحید کی طرف دعوت دینا ہے اور پھر نماز زکوۃ روزہ حج والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان تمام نیک اخلاق کی طرف حکم دینا ہے جن کی طرف اسلام نے رغبت دلائی ہے یہاں تک کہ ایمان کے ادنی سے ادنی

مراتب کی طرف لوگوں کو بلانا ہے جیسے کہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا یہ سب ایمان میں شامل ہے اور یہ سب اس معروف میں شامل ہے جس کا پورا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

اور منکر میں شرک و بدعت صغیرہ کبیرہ گناہ اور بد اخلاقی سب شامل ہیں یعنی ہر وہ چیز جسے شریعت اور عقل برا سمجھے، عقل سے مراد عقل سلیم ہے جو شریعت کے موافق ہو، ہر وہ منکر اور بری چیز برے رسم و رواج دشمنان اسلام کی تقلید اور ان کی مشابہت اختیار کرنا وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

آپ دیکھیں بہت سارے نوجوان کیسے سروں کو کھول کر گھومتے ہیں یہ عادت کہاں سے آئی ہے؟! مغرب سے آئی ہے، سو ضروری ہے کہ ہم ان کی مخالفت کریں اور بالکل بھی ان کی مشابہت اختیار نہ کریں؛ کیونکہ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک سر کا کھولنا بد اخلاقی میں شمار ہوتا ہے یعنی جو بازاروں میں سر کو کھول کر گھومتا ہے وہ مسلمانوں کے نزدیک بد اخلاق سمجھا جاتا ہے چنانچہ ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کی جاتی ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ مغرب کی تقلید کرنے سے دور رہیں اللہ کے دشمنوں کی تقلید نہ کریں، ہمارے پاس بھلائیاں ہیں نیکیاں ہیں اخلاق ہیں اعلی اسلامی آداب ہیں۔ جبکہ ان کے پاس بد اخلاقی ہے برائی ہے بے حیائی ہے، وہ خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں حرام چیزوں کو حلال کرتے ہیں بد اخلاقی بے حیائی اور دیوثیت کا شکار ہیں اور بہت ساری برائیاں اور بے حیائیاں ان کے یہاں پائی جاتی ہیں پھر ہم کیسے ان کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جو کہ اللہ کے نزدیک سب سے گھٹیا شمار کیے جاتے ہوں؟! یقیناً ہم کبھی بھی ان کی مشابہت اختیار نہیں کریں گے، یہی وہ اخلاق ہے جس کے بارے میں ہم گفتگو کریں گے ان شاء اللہ۔

- پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ: لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا: یعنی تکبر اور گھمنڈ نہ کرو جب کوئی آپ سے بات کرے تو اپنے گال کو تکبر سے دوسری طرف نہ پھیر لو اور اس سے اعراض نہ کرو اس سے بے توجہی اور بے رخی اختیار نہ کرو کہ وہ سمجھے کہ آپ گھمنڈ کر رہے ہیں، کسی

طرح سے ناراضگی اور اظہار نہ کریں!

یہاں تکبر سے منع کیا گیا ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ادمی اپنی گردن کو موڑتا ہے اپنے گال کو کھلاتا ہے لوگوں کے سامنے اپنے چہرے کو بسورتا ہے یہ ایسی بیماری ہے جو اونٹ میں لگتی ہے جس سے اس کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے اس طرح تکبر اور گھمنڈ کرنے پر سخت وعید ہے اس لیے ضروری ہے کہ اپ تواضع اختیار کریں اللہ رب العالمین کے لیے خاک ساری اختیار کریں اللہ کے مومن بندوں کے لیے تواضع اور خاکساری اختیار کریں لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش ائیں تکبر یہ بہت ہی بری صفت ہے اس کی وجہ سے بہت سارے لوگ کفر تک پہنچ جاتے ہیں تکبر کرتے ہیں یہاں تک کہ گھمنڈ میں چور ہو کر رسولوں کی بات نہیں مانتے اور نہ ہی اللہ کی ایتوں کو سنتے ہیں ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ) ترجمہ: اور جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔ [لقمان:7]۔

چنانچہ تکبر اور گھمنڈ کرنا یہ بہت بڑا اسبب ہے کفر و شرک اور رسولوں کی لائی ہوئی شریعت کے انکار کرنے کا؛ چنانچہ تکبر کہتے ہی ہیں حق کے انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کو، اس میں حق کو ٹھکرا دیا جاتا ہے خواہ اس کا تعلق توحید سے ہو یا دیگر حقوق سے ہو، حق آئے گا آپ کے پاس مگر آپ اسے نہیں مانیں گے اسے انکار کر دیں گے اور جو لے کر آئے گا اسے حقیر سمجھیں گے۔

اس لیے کسی بھی حالت میں تکبر کرنا جائز نہیں ہے، یہ بہت ہی بری صفت ہے ایسی صفت ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے اللہ نے فرمایا کہ کبریائی میری چادر اور عظمت میرا ازار ہے جو اسے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے دوزخ میں ڈال دوں گا اور ایک دوسری روایت کے مطابق میں اسے توڑ کر رکھ

دوں گا۔(مسند احمد:2/414)۔

یعنی اللہ اسے ہلاک و برباد کردے گا اس لیے تکبر اور گھمنڈ کبھی نہ کریں کیونکہ جنت میں وہ شخص کبھی نہیں جاسکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔اگر آپ کے اندر تکبر جیسی کوئی چیز پائی جاتی ہو تو اس سے لڑیں یہ بہت ہی خبیث عادت ہے کفر اور شرک تک پہنچانے والی ہے لوگوں کو حقیر سمجھنے اور حق کو ٹھکرا دینے تک لے جاسکتی ہے؛ اسی لیے لقمان حکیم نے اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی کہ اپنے گال کو نہ پھلاؤ لوگوں کے سامنے تکبر نہ کرو اگر کوئی تم سے گفتگو کرے تو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ؛ کیونکہ تم ایک خاکسار مسکین انسان ہو کمزور ہو مٹی سے پیدا کیے گئے ہو ایک بدبودار منی سے پیدا کیے گئے ہو تم روزانہ بیت الخلا میں جاتے ہو بار بار جاتے ہو گندگی کو نکالنے کے لیے پھر کس بنیاد پر تکبر کرتے ہو؟! لوگوں کے ساتھ گھمنڈ سے کیسے پیش آتے ہو جب کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ گندگی کو اپنے پیٹ میں لے کر گھومتے ہو اور اسے صاف کرنے کے لیے دن میں کئی بار بیت الخلا کی زیارت کرتے ہو؟! اگر تمہارے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو رونے لگتے ہو پھر کیسے لوگوں پر تکبر کرتے ہو؟!

اس لیے انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو کمزور اور ذلیل سمجھے، اگر دل میں تکبر آ بھی جائے تو فوراً اپنی حقارت اور کمزوری کو یاد کرلیں، اللہ کے نزدیک سب سے حقیر بندہ وہ ہوگا جو تکبر کرنے والا ہے، اللہ کی قسم! میں بھی انہی لوگوں کو حقیر سمجھتا ہوں جو تکبر کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں، اللہ کی قسم! میرے نزدیک ایسے لوگ سب سے کمزور ہیں، تکبر کرنے والا خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو میرے نزدیک بہت ہی معمولی گھٹیا اور حقیر انسان ہوتا ہے، ایک متکبر سے زیادہ حقیر انسان میرے نزدیک اور کوئی نہیں ہے، کیونکہ تکبر وہی کرتا ہے جس کے اندر رزالت گھٹیا پن بداخلاقی اور خود پسندی پائی جاتی ہو۔

- اس کے بعد اللہ تعالی نے آگے فرمایا: وَلَا تَمۡشِ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَرَحًا إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُورٍ: اور زمین پر اترا کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا: یعنی

اترا کرنا چلو اور اور فخر وغرور سے باز آجاؤ؛ کیونکہ یہ تکبر کی نشانی ہے، اترا کر چلنا فخر مباہات کرنا ان سب سے اللہ نے منع کیا ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالی تکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے وہ شخص جو اپنے حسب نسب اپنے جاہ ومقام اپنے مال و دولت اقتدار وسلطنت اور اپنے علم کی وجہ سے لوگوں پر فخر کرتا ہے یا وہ کسی بھی چیز پر لوگوں کے سامنے اتراتا ہے، اللہ تعالی ایسے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے یہ لوگ اللہ کی نگاہ میں مبغوض ہیں حقیر ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالی سخت عذاب دے گا۔

ظاہر سی بات ہے اگر اللہ آپ سے محبت نہیں کرتا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ آپ اللہ کے دشمن ہیں کیونکہ آپ تکبر اور غرور میں مبتلا ہیں فخر ومباہات کرتے ہیں لوگوں پر اتراتے ہیں ایسی کسی بھی چیز کی بنیاد پر جو آپ کو حاصل ہے ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے: (وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا) ترجمہ: اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے [الاسراء: 37]۔آپ کون ہوتے ہیں گرچہ آپ پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ جائیں تو بھی جائز نہیں ہے کہ آپ تکبر کریں یہاں تک کہ آپ ساتوں زمینوں کو چیرتے ہوئے اس کی تہہ تک پہنچ جائیں تب بھی جائز نہیں ہے کہ آپ تکبر کریں کیونکہ آپ ایک مسکین اور کمزور مخلوق ہیں اللہ کا حق اس قدر بلند ہے کہ آپ پر واجب ہیکہ اس کے سامنے تواضع اور خاکساری اختیار کریں، اللہ نے اپ پر تواضع اور خاکساری واجب کیا ہے تکبر کو حرام کیا ہے اس لیے کہ دین اسلام برے اخلاق کے سخت خلاف ہے تمام برے اخلاق سے اور بداخلاقیوں سے اسلام نبرد آزما ہوتا ہے ہر طرح کے فساد جھوٹ خیانت دھوکہ تکبر یہ سارے ایسے عادات ہیں جن سے اسلام حالت جنگ میں رہتا ہے اس لیے واجب ہے کہ ہم ان تمام بداخلاقیوں کو چھوڑ دیں اور لوگوں کو اچھے اخلاق کی تربیت کریں ایسے عمدہ اور نیک اخلاق جنہیں اللہ پسند کرتا ہے اور ان سے راضی ہوتا ہے اور اسے یہ پسند ہے کہ ہم انہی اخلاق عالیہ سے متصف رہیں؛ کیونکہ اچھے اخلاق قیامت کے دن

نامہ اعمال میں سب سے بھاری ہوں گے اور حدیث میں آیا ہے کہ سب سے کامل ایمان والا مومن وہ ہوگا جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہی اسی وجہ سے ہوئی ہے تاکہ آپ اچھے اخلاق کو پورا کردیں، یہ اخلاق پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے یہاں موجود تھے انہی میں سے حیا بھی ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ "ترجمہ:"اگلے پیغمبروں کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیاء نہ ہو پھر جو جی چاہے کر۔"(صحیح بخاری 3484)۔

میرے بھائیو! حیا اور شرم ایک عظیم اخلاق ہے اور ایمان کا ایک شعبہ ہے حیا کرنے والے کو حیا اللہ کی نافرمانی سے روکتی ہے، حیا اسے بداخلاقی سے روکتی ہے حیا ایک عمدہ اخلاق ہے ایک عظیم صفت ہے، ضروری ہے کہ انسان اس سے متصف ہو؛ کیونکہ اس کی وجہ سے انسان برائیوں کے ارتکاب سے یا کسی بھی گھٹیا عمل سے دور رہتا ہے؛ اسی لیے پہلے کے انبیاء نے کہا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (اگلے پیغمبروں کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیاء نہ ہو پھر جو جی چاہے کر)، چنانچہ جو شرک میں واقع ہوتا ہے وہ اللہ سے حیا نہیں کرتا ہے، ایک بدعتی اللہ سے حیا نہیں کرتا ہے اور نہ ہی وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا احترام کرتا ہے، ایک فاسق کے پاس بداخلاقی ہوتی ہے وہ اللہ سے حیا نہیں کرتا ہے۔

اس لیے حیا بہت ہی ضروری ہے اور برے اخلاق سے دور ہونا ایک مسلمان کے لیے ازحد ضروری ہے، ان تمام چیزوں کو سیکھ لیں اور اپنی زندگی میں انہیں لاگو کریں، اللہ ضرور برکتوں سے نوازے گا، یہاں پر میں قبیلہ عبد القیس کے وفد والی معروف حدیث بیان کررہا ہوں:

عَنْ زَارِعٍ , وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ , قَالَ:" لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ , فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا , فَنُقَبِّلُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهُ , قَالَ:

وَانْتَظَرَ الْمُنْذِرُ الْأَشَجُّ حَتَّى أَتَى عَيْبَتَهُ، فَلَبِسَ ثَوْبَيْهِ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّ فِيكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا أَتَخَلَّقُ بِهِمَا أَمِ اللَّهُ جَبَلَنِي عَلَيْهِمَا؟ قَالَ: بَلِ اللَّهُ جَبَلَكَ عَلَيْهِمَا، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ".

ترجمہ: زارع سے روایت ہے، وہ وفد عبدالقیس میں تھے وہ کہتے ہیں جب ہم مدینہ پہنچے تو اپنے اونٹوں سے جلدی جلدی اترنے لگے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ لینے لگے، اور منذر اشج انتظار میں رہے یہاں تک کہ وہ اپنے کپڑے کے صندوق کے پاس آئے اور دو کپڑے نکال کر پہن لیے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: ”تم میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں: ایک بردباری اور دوسری وقار و متانت“ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! کیا یہ دونوں خصلتیں جو مجھ میں ہیں میں نے اختیار کیا ہے؟ (کسبی ہیں) (یا وہبی) اللہ نے مجھ میں پیدائش سے یہ خصلتیں رکھی ہیں، آپ نے فرمایا: بلکہ اللہ نے پیدائش سے ہی تم میں یہ خصلتیں رکھی ہیں، اس پر انہوں نے کہا: اللہ تیرا شکر ہے جس نے مجھے دو ایسی خصلتوں کے ساتھ پیدا کیا جن دونوں کو اللہ اور اس کے رسول پسند فرماتے ہیں۔ (سنن ابی داود: 5225)۔

اللہ تعالی حلم و بردباری اور سنجیدگی و متانت کو پسند کرتا ہے اور عجلت پسندی اور غیض و طیش کو ناپسند کرتا ہے اور ان تمام صفات کو بھی ناپسند کرتا ہے جو ان دونوں صفات کے منافی ہوں؛ اس لیے ضرور ان دونوں اخلاق اور ان دونوں عمدہ صفات کو اختیار کریں جنہیں اللہ تعالی پسند کرتا ہے۔

اس حدیث کو ہمیشہ یاد رکھیں جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے؛ ایک حلم و بردباری اور دوسرا متانت و سنجیدگی، انسان جب اس طرح کی عظیم چیزوں کو کھو بیٹھتا ہے تو وہ ضرور اپنے نفس کو ان پر تربیت کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا

ہے: (مَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ، وَلَنْ تُعْطَوْا عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ) ترجمہ: جوتم میں (سوال سے) بچتا رہے گا اللہ بھی اسے غیب سے دے گا اور جو شخص دل پر زور ڈال کر صبر کرے گا اللہ بھی اسے صبر دے گا اور جو بے پرواہ رہنا اختیار کرے گا اللہ بھی اسے بے پرواہ کر دے گا اور اللہ کی کوئی نعمت صبر سے بڑھ کر تم کو نہیں ملی۔ (صحیح بخاری:6470)۔

اس لیے ضرور آپ اپنے آپ کو صبر کی عادت ڈالیں، حلم و بردباری، حکمت اور اخلاق عالیہ کو اختیار کریں۔ جب آپ اپنے نفس سے جہاد کریں گے تو ضرور ان شاء اللہ ان عمدہ صفات کے حامل ہو جائیں گے، اور حدیث اسی جانب اشارہ کرتی ہے کہ ان دونوں اخلاق سے آپ ضرور متصف ہوں؛ کیونکہ حلم و بردباری اور متانت وسنجیدگی اس وقت پیدا ہو جاتی ہے جب انسان اپنے نفس کو اچھے اخلاق پر تربیت کرتا ہے؛ کیونکہ انسانی نفس اس قابل ہوتی ہے کہ جب اس کی تربیت خیر و بھلائی پر کی جاتی ہے تو وہ نیک ہو جاتی ہے اور جب برائی پر کی جاتی ہے تو بری ہو جاتی ہے، اس کا تعلق انسانی طبیعت اور ماحول سے ہے کہ جب اس کی تربیت آپ عمدہ اخلاق پر کریں گے تو وہ اسی کو عادت بنالے گی اور وہی اس کی صفت ہو جائے گی۔

اس لیے ضرور آپ ان وصیتوں کو محفوظ رکھیں یعنی توحید کی دعوت دینا، شرک سے لڑائی کرنا، نماز کو قائم کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا، اخلاق عالیہ سے متصف ہونا، تکبر فخر اور غرور و گھمنڈ اور اس طرح کے دیگر برے اخلاق سے جنگ کرنا اور اسی طرح ضروری ہے کہ ہم حلم و بردباری اور متانت وسنجیدگی کو سیکھیں اور ان جیسے تمام اخلاق کریمہ کو حاصل کریں، کتاب اللہ اور سنت رسول کی تعلیم حاصل کریں؛ کیونکہ یہ سارے اخلاق دین اسلام اور سلفی دعوت کا ایک اہم پہلو ہیں۔ اسی سے آپ کی دعوت عام ہوگی اور اللہ تعالی لوگوں کے دلوں میں آپ کے مقام کو بلند کرے گا جبکہ اس کے برخلاف یہ

دعوت کمزور ہوگی اور آپ لوگوں کے سامنے برے مانے جائیں گے؛ اس لیے ضروری ہے کہ دین کی دعوت اچھے طریقے سے انجام دیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ) ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔(النحل:125)۔

جھگڑا نہ کریں گرچہ کوئی کافر بھی کیوں نہ ہو، اس سے بھی اچھے اخلاق اور ایسے طریقے سے پیش آئیں جو بہتر ہو، نہ سب وشتم ہو نہ گالی گلوچ، نہ کسی کو حقیر سمجھیں نہ ہی کمزور نہ طعن و تشنیع کریں نہ شور وشغب اور اس طرح کی گھٹیا حرکت سے باز رہیں۔

- پھر آگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ: اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے: آواز کو پست رکھیں یعنی آواز کو بلند نہ کریں مگر اتنا ہی جتنی ضرورت ہو۔

یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے: یعنی جب اپ اپنی آواز کو بلا ضرورت بلند کریں گے تو ایسی صورت میں آپ گدھے کے مشابہ ہوں گے، علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ آواز کا بلند کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ ایسی صورت میں اللہ تعالی نے بہت ہی گھٹیا جانور سے مشابہت قرار دیا ہے اور ہم انسانوں کے لیے بری مثال کا اپنانا جائز نہیں ہے اس لیے بلا ضرورت آواز کو بلند نہیں کرنا چاہیے یعنی اگر آپ کے سامنے کوئی ایک فرد ہو یا دو ہوں پھر بھی آپ چیخ رہے ہوں اور اپنی آواز کو بلند کر رہے ہوں تو اس کا کیا مطلب رہ جاتا ہے؟! یہ تو گدھوں کی آواز کے مشابہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ آواز کو ضرورت کے مطابق ہی رکھا جائے۔

یہی معاملہ چال میں بھی ہے یعنی متوسط اور معتدل چال چلنا چاہیے، ایسا بھی نہ چلیں جیسے کی مریل

چال چلی جاتی ہے اور طیش وغضب والوں کی طرح تیز چال بھی نہ چلیں بلکہ متوسط اور معتدل چال چلیں، آپ کی چال میں میانہ روی ہو یہی اللہ کے مومن بندوں کی چال ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: (رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جب جاہلوں سے ان کا سامنا ہوتا ہے تو وہ سلام کہتے ہیں) یعنی جب بیوقوف اور احمق قسم کے لوگوں سے ان کا سامنا ہوتا ہے تو وہ ان سے اچھی بات کہہ کر آگے نکل جاتے ہیں، اس سے پتہ چلا کہ برائی کو احسن طریقے سے دفع کرنا چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو علم نافع، عمل صالح اور ایسے اخلاق حمیدہ کی توفیق عطا فرمائے جنہیں اللہ پسند فرماتا ہے، میرے بھائیو! مجھے امید ہے کہ ان عمدہ اسباق کو ہم نے یاد کر لیا ہوگا آخر یومیہ دروس میں حاضر ہونے کا کیا فائدہ ہوگا اگر ہم انہیں یاد نہ کریں اور ان پر عمل نہ کریں؟! اس سے تو ہماری دعوت پر برا اثر پڑے گا اس کا آخر کیا فائدہ ہوگا؟! دعا ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو ان لوگوں میں شامل کرے جو علم وعمل اور اچھے اخلاق والے ہیں، یقینا ہمارا رب دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

سورہ زمر کے سائے میں چند لمحات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} [آل عمران:١٠٢].

{يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا} [النساء:١].

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا} [الأحزاب:٧٠-٧١].

أما بعد، فإن أصدق الحديث كلام الله، وخير الهدي هدي محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة بالنار.

اما بعد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے :(وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ
لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ[65] بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ
الشَّاكِرِينَ[66]وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ[67]وَنُفِخَ فِي الصُّورِ
فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا
هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ[68] وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ
بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ[69] وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ
مَا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ[70]وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّى
إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ
عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ
الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ[71] قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ
مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ[72]وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا
وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا
خَالِدِينَ[73] وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ
الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ) ترجمہ: یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلا شبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا[65] بلکہ تو اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا [66] ۔اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیئے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس

کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں[67]۔اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے[68]اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی، نامۂ اعمال حاضر کیے جائیں گے نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کر دیے جائیں گے، اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے[69]اور جس شخص نے جو کچھ کیا ہے بھرپور دے دیا جائے گا، جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ بخوبی جاننے والا ہے[70]۔کافروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے، جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں گے، اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں درست ہے لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا[71] کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشہ رہیں گے، پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے[72]۔اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آجائیں گے اور دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم خوش حال رہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ[73] یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے[الزمر:74]۔

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، وعلى آله وصحبه ومن اتبع هداه۔

میں کہتا ہوں کہ جو مذکورہ آیتوں کو اچھی طرح سمجھ لے تو یہ اس کے لیے کافی ہو جائیں گی، کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے

ان آیتوں کے اندر اللہ تعالی نے شرک سے خبردار کیا ہے؛ کیونکہ یہ سب سے عظیم گناہ اور سب سے عظیم ظلم ہے، اللہ تعالی اپنے بندوں کو دھمکی دے رہا ہے کہ اگر وہ شرک میں واقع ہو جائیں گے تو وہ ان کے اعمال کو برباد کر دے گا، یہ دھمکی اللہ تعالی اپنے نبیوں کو دے رہا ہے، جب یہ دھمکی نبیوں کو ہے تو پھر دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا؟! چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ: یقیناً تمہاری طرف بھی اور تم سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو بلاشبہ تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تم زیاں کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔

یہاں پر اللہ کی عظمت اور اس کی جلالت شان ظاہر ہو رہی ہے اور اس کے سامنے ہر چیز کمتر نظر آتی ہے، انبیاء کہ جن کا مقام بہت بلند ہے انہیں اللہ تعالی دھمکی دے رہا ہے جس طرح سے کہ اس نے فرشتوں کو بھی دھمکی دی ہے بلکہ اللہ تعالی ہر اس شخص کو دھمکی دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے؛ کیونکہ اس کی ذات بڑی طاقت والی ہر چیز کو پکڑنے والی اور ہر چیز اس کی عظمت اور جلالت شان کے سامنے کمزور ہے، اس کے آگے ہر کوئی حقیر اور کمتر ہے کوئی بھی اس کے سامنے اپنی عظمت کا اظہار نہیں کر سکتا، شرک سے عمل باطل ہو جاتا ہے گرچہ پہاڑوں جیسے ہی اعمال کیوں نہ ہوں، اگر اللہ کے ساتھ شرک کریں گے تو سب کو گرد و غبار بن کر اڑا دیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا) ترجمہ: اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہو گا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔ [الفرقان: 23]۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم شرک سے آگاہ رہیں

خواہ وہ شرک اکبر ہو یا اصغر ظاہر ہو یا باطن، ہم اللہ رب العالمین کے دین کے لیے مخلص بن کر رہیں، توحید کو تفصیل کے ساتھ جانیں ساتھ ہی شرک کی بھی تفصیل کے ساتھ معرفت رکھیں تا کہ ہم اس کا ارتکاب نہ کریں اور توحید کی معرفت اس لیے رکھیں تا کہ اللہ کی ذات میں ہم کوتاہی نہ کریں؛ کیونکہ اس باب میں کوتاہی کرنے سے سارے اعمال برباد ہو سکتے ہیں اور شرک کا انجام دوزخ میں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ) ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ (النساء: 48)۔ مزید اللہ تعالی نے لقمان الحکیم کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا: (وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے [لقمان: 13]۔ یقینا شرک بڑا ظلم ہے یہ کسی انسانی عقل میں بات نہیں آسکتی اور نہ ہی کوئی سوچ سکتا ہے کہ شرک کا معاملہ کس قدر سنگین ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ ہمیش کے لیے دوزخ میں چلا جائے گا!! سو ہم ہر طرح کے شرک سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

- آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ: بلکہ تو اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا: یعنی صرف اللہ کے دین کے ساتھ خالص رہیں، صرف اسی کی عبادت کریں جیسے کہ سورہ فاتحہ کے اندر اللہ نے فرمایا ہے: ایاک نعبد، وہی معنی یہاں بھی ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ ٹھہرائیں؛ نہ تو فرشتوں میں سے کسی کو اور نہ ہی انسانوں اور جناتوں میں سے کسی کو اور نہ ہی شجر و حجر کو، بلکہ عبادت کو صرف اللہ کے لیے خالص رکھیں اور اس عبادت کی اچھی طرح معرفت حاصل کریں تا کہ علم و معرفت کی بنیاد پر اللہ کی عبادت کریں جہالت اور گمراہی کی بنیاد پر نہیں، کتاب وسنت سے عبادت کا صحیح طریقہ سیکھیں اور اچھی طرح اسے سمجھیں اور پھر اس کے ذریعے اللہ

رب العالمین کا تقرب حاصل کریں؛ تو یہ اللہ نے آپ کو اسی کی خاطر پیدا کیا ہے، اسی عبادت کے انجام دینے کیلئے آپ کو مکلف بنایا ہے صرف دنیا کی خاطر آپ کو پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس دنیا کو بھی اللہ تعالی نے امتحان اور آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے، اللہ تعالی آپ کو دیکھ رہا ہے کہ آپ اس کی عبادت کر رہے ہیں اس کی شکرگزاری کر رہے ہیں یا نہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا) ترجمہ: وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ (الملک :2) یعنی لوگوں میں عمل کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو یعنی وہ مخلص اور موحد ہو یہی سب سے بہتر عمل والا ہوگا جو اللہ کے احکامات کی بجاآوری کرتا ہو اور اس کے منع کردہ موروں سے بچتا ہو۔

اللہ تعالی کا یہ کہنا کہ شکرگزار بن جاؤ۔ شکر کی تعریف ہم نے بیان کردی ہے، شکر کے اندر اللہ کے احکامات کی پابندی کرنا اس کی تعریف کرنا اس کی حمد و ثنا کرنا اس کے فضل و کرم اور اس کے احسانات کا اعتراف کرنا اور یہ اعتراف کرنا کہ اگر آپ نے اپنی زندگی کو اس کی عبادت میں ختم کردیا تو بھی اس کی ایک ادنی نعمت کا شکریہ نہیں ہوسکتا اس لیے واجب ہے کہ آپ اپنے دل اپنی زبان اور اپنے تمام اعضاء و جوارح سے اللہ کا شکریہ ادا کریں۔

-اس کے بعد اللہ تعالی نے ان کفار کے بارے میں فرمایا جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں اور اسی طرح نافرمانی کرنے والوں کے بارے میں بھی: (وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ): اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہئے تھی نہیں کی۔ یعنی اللہ جل شانہ کی اگر انہوں نے کما حقہ قدر کی ہوتی تو کبھی بھی غیر اللہ کی عبادت نہ کی ہوتی، اور نہ ہی اسکے ساتھ دوسروں کو ساجھی ٹھہراتے، بلکہ وہ سرے سے اسکی نافرمانی ہی نہ کرتے، کیونکہ غیر اللہ کی عبادت یا اسکی نافرمانی وہی کرے گا جو اسکی کما حقہ تعظیم اور قدر نہیں کرتا ہے۔

- آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کو مبرہن کرتے ہوئے کہتا ہے : وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ: ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے: تصور کریں! وہ ذات جو زمین و آسمان کو اپنے ہاتھ میں پکڑے ہو اسکی نافرمانی کیونکر کی جائے! جسکی عظمت، قدرت، ربوبیت، الوہیت اور جلالت شان کا یہ عالم ہو کہ تمام آسمان اور زمین اسکی نظر ویسا ہی ہو جیسے ہمارے ہاتھوں میں ریت کا ایک دانہ، ساری کائنات اسکے ہاتھ میں ہو! ساری چیزیں اسکی عظمت و جلال کے سامنے حقیر ہوں اس ذات کی نافرمانی کیسے کی جا سکتی ہے؟! آپ کو پیدا کیا ہے اپنی عبادت کیلئے، پوری کائنات کا خالق ہے، یہ اسکی قدرت اور عظمت ہے، یہ اسکی جلالت شان ہے، پھر آخر کیسے اسکی نافرمانی کر سکتے ہیں؟! آپ دیکھتے ہیں کہ ایک انسان اپنے جیسے دوسرے انسان سے ڈرتا ہے، ایک فوجی افسر سے وہ اس قدر ڈرتا ہے کہ اسکی نافرمانی کرنے کی جراءت نہیں کرسکتا ہے، حالانکہ وہ افسر آپ کی طرح ایک انسان ہے جو پیشاب و پاخانہ کرتا ہے اور بیماری سے بھی دوچار ہوتا ہے پھر بھی آپ اسکی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ اس سے ڈرتے ہیں مگر اللہ سے نہیں ڈرتے، جسکی شان بڑی عظیم ہے، جس نے اس کائنات کی تخلیق کی اور اسے چلا رہا ہے، تمام آسمان وزمین اسکے ہاتھ میں ہوں گے پھر آخر کیسے اسکی نافرمانی کرتے ہیں؟!

- آگے اللہ نے فرمایا: سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ: وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں: اللہ نے اپنی ذات کو سب چیزوں سے پاک کردیا پھر کیسے اسکے ساتھ ایسے بتوں کو ساجھی ٹھہراتے ہو جنہیں خود اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو جن میں پتھر بھی ہوتے ہیں، حیوانات بھی ہوتے ہیں، کچھ تو ایسے ہیں جو بندروں اور خنزیروں وغیرہ تک کی پرستش کرتے ہیں! فرمان باری تعالیٰ ہے: (قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ) ترجمہ: اللہ کی مار انسان پر کیسا ناشکرا ہے [عبس: 17]۔ مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ) ترجمہ: بلاشبہ انسان یقینا بڑا ظالم، بہت ناشکرا

ہے۔[ابراہیم:34]۔

- سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ: یہاں شرک سے مراد شرک الوہیت اور شرک ربوبیت دونوں ہے؛ کیونکہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں مگر اس کے باوجود اپنے جیسے لوگوں کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں اور کائنات میں تصرف کا حق رکھتے ہیں اور مصیبتوں کو ٹالتے ہیں، یہ حال ہے اسلام کی طرف اپنی نسبت کرنے والوں کا! تو پھر کیا حال ہوگا یہود و نصاری اور بت پرستوں کا؟! حقیقت میں انہوں نے اللہ کی کما حقہ قدر نہیں کی!!

- آگے اللہ تعالی اس کائنات کے انجام اور اس کے انتہا کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ: اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے: یہ بھی اللہ کی ایک مخلوق ہے مگر اس قدر طاقت اور قوت حاصل ہے کہ وہ ایک ہی بار صور میں پھونکیں گے تو اس سے کائنات کے سارے لوگ ہلاک ہو جائیں گے سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، کس قدر کمزور ہے یہ انسان! اللہ کی عظمت کے سامنے یہ مخلوق کس قدر کمزور ہے! جبکہ دوسری طرف اسرافیل جیسی طاقتور مخلوق بھی ہے جو صور کے اندر پھونک ماریں گے کہ اچانک سارے لوگ ہلاک ہو جائیں گے، یہ بے ہوشی والا پھونک ہوگا جبکہ اس سے پہلے گھبراہٹ والا صور پھونکا جائے گا پھر اس کے بعد تیسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا جس سے سارے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے؛ اس طرح کل تین بار صور پھونکا جائے گا، گھبراہٹ والے صور کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ) ترجمہ: اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، گھبرا جائے گا مگر جسے اللہ نے چاہا۔(النمل: 87)۔اور بیہوشی والے صور کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا :(وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ) ترجمہ:

اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے ۔ سارے لوگ مر جائیں؛ فرشتے انسان اور جنات سب لوگ سوائے ان کے جنہیں اللہ چاہے گا، کہتے ہیں کہ یہاں شہداء مراد ہیں؛ کیونکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں؛ اس لیے کہ انہوں نے اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا تو اللہ تعالی انہیں اس زندگی سے بدلہ دے گا۔

- پھر اس کے بعد آخر میں دوبارہ اٹھائے جانے کے لیے صور پھونکا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ: پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے: بے ہوش ہو کر سب ہلاک ہو جائیں گے پھر اس کے بعد اللہ تعالی بارش نازل کرے گا شبنم کی طرح 40 سال تک یا اسی طرح کی مدت میں، پھر اس کے بعد جب سارے جسم کامل ہو جائیں گے تو اللہ تعالی صور پھونکنے کا حکم دے گا تو ایک ہی صور میں روحیں اپنے جسموں کی طرف واپس آجائیں گی، یہ صور اللہ کی ایک مخلوق پھونکے گی جس سے سارے لوگ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے یہ اللہ تعالی کی عظمت اور اس کی قدرت پر دلیل ہے۔

جب روحیں اپنی جسموں میں واپس آجائیں گی تو پھر فیصلہ کرنے کا وقت قریب آجائے گا جیسا کہ آگے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا: اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی: یعنی یہ زمین اللہ کے نور اور اس کی عظمت جلال سے منور ہو جائے گی، پھر اللہ تعالی بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا؛ انبیاء اور گواہی دینے والوں کو لائے گا، انبیاء اپنی امتوں پر گواہی دیں گے، گواہی دینے والے فرشتوں کو لائے گا جو ان لوگوں پر گواہی دیں گے جنہوں نے دنیا کے اندر یا تو اچھے اعمال انجام دیئے ہوں گے یا برے اعمال، کسی پر ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، اس وقت سورج لوگوں سے قریب آجائے گا، لوگ اس وقت میدان محشر میں ہوں گے یہاں تک کہ سورج ایک میل کے برابر ہو جائے گا، راوی نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہاں میل سے مراد سرمہ دانی کی سلائی ہے یا مسافت

والی میل ہے، اس وقت لوگ اس قدر گھبراہٹ میں ہوں گے جسے صرف اللہ ہی جانتا ہے، پھر اللہ تعالی فیصلہ کے لیے آئے گا؛ چنانچہ وہ اپنے بندوں کا حساب لے گا اور میزان نصب کرے گا ارشاد باری تعالی ہے: (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ [7] وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) ترجمہ: تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ [7] اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ [الزلزال :8]۔ پھر اس کے بعد کافروں کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا) ترجمہ: کافروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ یعنی ہر گروہ کا شخص اپنی گروہ کے ساتھ ہوگا؛ یہودی یہودی کے ساتھ اور عیسائی عیسائی کے ساتھ ہوگا، ایسے ہی تمام ادیان والے اپنے دین کے ساتھ ہوں گے؛ حدیث شفاعہ کے اندر آیا ہے: (إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِيَتَّبِعْ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الأَصْنَامِ، وَالأَنْصَابِ، إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ مِنْ بَرٍّ، وَفَاجِرٍ، وَغُبَّرِ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَيُدْعَى الْيَهُودُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا: كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللَّهِ، فَيُقَالُ: كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ، وَلَا وَلَدٍ، فَمَاذَا تَبْغُونَ؟ قَالُوا: عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا، فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ أَلَا تَرِدُونَ، فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ، كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ، ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا: كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللَّهِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ، وَلَا وَلَدٍ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَاذَا تَبْغُونَ؟ فَيَقُولُونَ: عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ، أَلَا تَرِدُونَ، فَيُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ، كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ) ترجمہ: قیامت کے روز اللہ تبارک وتعالیٰ کے

دیکھنے میں اتنی ہی کلفت ہوگی، جتنی ان دونوں میں سے کسی ایک کو دیکھنے میں ہوتی ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا، ایک اعلان کرنے والا منادی کرے گا: ہر امت اپنے معبود کے ساتھ ہو جائے۔ جس قدر لوگ اللہ کے سوا بتوں، آستانوں کو پوجتے تھے، سب آگ میں جا گریں گے، اور صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو اللہ کی بندگی کرتے تھے۔ نیک ہوں یا بد۔ اور کچھ اہلِ کتاب کے بقایا لوگ (جو اپنے اصل دین پر قائم رہے) پھر یہود کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: تم کس چیز کی عبادت کرتے تھے؟ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی بندگی کرتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا ہے، تم کیا چاہتے ہو؟ کہیں گے: ہمیں پیاس لگی ہے، اے ہمارے رب ہمیں پانی پلا! تو ان کو اشارہ کیا جائے گا، تم پانی پر کیوں نہیں جاتے؟ پھر انھیں جہنم کی طرف ہانک دیا جائے گا۔ وہ انھیں سراب کی طرح دکھائی دے گی، اور اس کا بعض حصہ دوسرے حصے کو تباہ کر رہا ہوگا، تو وہ سب جہنم میں گر جائیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلا کر پوچھا جائے گا: تم کس چیز کی بندگی کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ کی کوئی بیوی ہے نہ کوئی اولاد۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا: اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم کو پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا!" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کو اشارہ کیا جائے گا، تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے؟ پھر انھیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، گویا کہ وہ سراب ہے۔ بعض بعض کو کھا رہا ہوگا (شدتِ اشتعال سے ایک دوسرے کو توڑ رہا ہوگا)، تو وہ سب آگ میں گر جائیں گے۔ (صحیح مسلم:183)۔

-اللہ نے فرمایا: (وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا) ترجمہ: کافروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: (يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا) ترجمہ: جس دن وہ دھکے دے دے کر آتش جہنم کی طرف لائیں جائیں گے (الطور:13)۔

ان کو فرشتے ہانک کر لے جائیں گے جس طرح سے گدھوں کو ہانکا جاتا ہے انہیں انتہائی ذلیل و

خوار کر کے دوزخ کی طرف لے جائیں گے، والعیاذ باللہ!

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا: جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں گے: یعنی دوزخ کے دروازے پہلے بند ہوں گے اور جب انہیں لایا جائے گا تو اچانک ان کے دروازے کھولے جائیں گے سو اس کے اندر وہ جس گرمی اور ہولناکی کا سامنا کریں گے اس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا ہے، فرشتے ان کا کس طرح سے استقبال کریں گے؟! ذلت اور رسوائی ڈانٹ پھٹکار اور رسوا کر کے ان کا استقبال کریں گے۔

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا: اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے: یعنی وہ فرشتے عذاب دینے پر مقرر ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے: (غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ) ترجمہ: اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔ [التحریم:6]۔

- یہ دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے: أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا بَلَىٰ: کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں درست ہے: یعنی وہ اعتراف کریں گے، جہاں تک دنیا کی زندگی کا تعلق ہے تو وہاں پر انہوں نے رسولوں کی تکذیب کر دی ان کا مذاق اڑایا ان کا استہزا کیا حالانکہ وہ ان پر اللہ کی واضح آیات کو پڑھ کر سناتے تھے اور اللہ کی طرف سے کھلی معجزات کا اظہار کرتے تھے، جو اللہ کی عظمت اسکی الوہیت، اس کے انبیاء اور رسولوں کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں مگر ان لوگوں نے رسولوں کا مذاق اڑایا انہیں جھٹلا دیا اور بہت سارے نبیوں کا انہوں نے قتل کیا، اللہ کے دین سے لوگوں کو ہر ممکن کوشش کر

کے روکا ایسے لوگوں کو جہنم کے داروغے ڈانٹیں گے اور کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس ایسے رسول نہیں آئے جو تمہارے اوپر تمہارے رب کی آیتوں کو تلاوت کرتے تھے؟! ان آیتوں سے اللہ تعالی کی الوہیت اور اس کی توحید کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ تم اس کے بندے ہو، ضروری ہے کہ اس کی عبادت کرو اور ضروری ہے کہ اس کی شریعت پر ایمان لاؤ اور اس کے احکامات کی تابعداری کرو۔

اور مزید وہ فرشتے کہیں گے کہ کیا تمہیں وہ رسول اس دن کی ملاقات سے نہیں ڈراتے تھے؟! یعنی وہ تمہارے پاس آئے تھے یہ واضح کرنے کے لیے کہ جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرے گا اس کا انجام دوزخ ہوگا اور پھر انہوں نے انہیں دوزخ کی صفت بیان کرتے ہوئے اس کی ہولناکی کو بیان کیا، اس کے بعد جنت کی صفت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی نعمتوں کو بیان کیا، اور یہ کہ جو اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرے گا اس کا یہ بدلہ ہوگا اور جو اس کے ساتھ شرک کرے گا اور اس کی نافرمانی کرے گا اس کا وہ بدلہ ہوگا، کیا انہوں نے تمہارے لیے یہ واضح نہیں کر دیا یہاں تک کہ تم اپنے اس ہلاکت خیز انجام کے مستحق ٹھہرے؟! اس وقت وہ اعتراف کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کریں گے اور اپنے کیے پر شرمندہ ہوں گے جب کہ وہاں پر یہ ندامت اور شرمندگی کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، اس وقت ایمان بھی لے آئیں، اعتراف بھی کرلیں اور ہر چیز کی تصدیق بھی کرلیں پھر بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا؛ کیونکہ حقیقی مومن تو وہ ہے جو غیب پر ایمان لاتا ہے رسولوں کی پیروی کرتا ہے ہر چیز میں ان کی تصدیق کرتا ہے، جو لوگ رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کے معجزات کا انکار کرتے تھے ان پر حقائق و معجزات ظاہر کیے جاتے تھے مگر ان کا انکار کرتے تھے لیکن اب وہ ایمان لاتے ہیں جب کہ اس وقت تمہارا ایمان کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ: لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہوگیا: یہ آخری جملہ میں سمجھتا ہوں یہی لوگ کہیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ فرشتوں کا قول

ہو۔اور یہاں عذاب کے حکم سے مراد اللہ کا یہ حکم ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ میں جہنم کو جنا توں سے اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ اللہ تعالی نے دو طرح کے لوگوں کو پیدا کیا ہے؛ کچھ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور کچھ لوگ جنت میں جائیں گے جسے اللہ تعالی چاہتا ہے کہ وہ بدبخت ہو اور دوزخیوں میں سے ہو تو وہ دوزخیوں والا عمل ہی کرتا ہے اور ان کے اوپر اللہ کا حکم اور اس کا وعدہ سچا ہوتا ہے اور جس کے لیے اللہ تعالی سعادت اور بھلائی چاہتا ہے اس کے لیے سعادت مندوں والا عمل آسان کر دیتا ہے پھر وہ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں، اللہ فرماتا ہے: (لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ) ترجمہ: اس سے نہیں پوچھا جاتا اس کے متعلق جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جاتا ہے۔ [الانبیاء:23] یعنی اللہ تعالی نے بندوں کو پیدا کر کے انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے؛ ایک بدبختوں والی قسم اور دوسرا نیک بختوں والی، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں نیک بختوں میں بنائے اور گمراہی اور بدبختی کے راستوں سے بچائے۔

- آگے اللہ تعالی نے فرمایا: قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ: کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشہ رہیں گے، پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے: کل یہ بات گزر چکی ہے کہ تمام گمراہیوں کی جڑ اور بنیاد تکبر اور جھوٹ ہے - ہم اللہ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں- تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ کیا ہی برا ہو گا! کیا ہی یہ برا انجام ہے! اس متکبر کا یہ انجام ہے، اللہ کے نزدیک یہ سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر بندہ ہو گا خواہ وہ دنیا کے اندر کتنا ہی بڑا مقام کیوں نہ رکھتا ہو اور اس کے پاس کتنی بڑی بادشاہت کیوں نہ رہی ہو آخرت میں اس کا انجام اور ٹھکانہ بہت ہی برا ہو گا، اس سے زیادہ ہلاکت خیز بھیانک اور برا انجام اور کسی کا نہیں ہو گا اسے ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے۔ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشہ رہیں گے، پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔

- آگے اللہ نے فرمایا: وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا: اور جولوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے۔ یہاں گروہ سے مراد یہ ہے کہ انبیاء انبیاء کے ساتھ، صدیقین صدیقین کے ساتھ اور شہداء شہداء کے ساتھ ہوں گے، اسی طرح ہر گروہ اپنی ہم شکل گروہ کے ساتھ ہوگا، ان کی عزت کی جائے گی اور سب کے سب عمدہ اونٹنیوں پر سوار ہوں گے۔

- آگے اللہ نے فرمایا: حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا: یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیے جائیں گے: یعنی اسے پہلے ہی کھلا پائیں گے، یہاں یہ نہیں کہا (فتحت ابوابها) یعنی اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے جیسا کہ دوزخ کے دروازوں کے بارے میں کہا گیا کہ اچانک اس کے دروازے کھولے جائیں گے، بلکہ واؤ کے ساتھ کہا گیا (وفتحت) یعنی اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے یہاں پر واو حالیہ ہے یعنی اس کے دروازوں کو یہ لوگ کھلا ہوا پائیں گے، اور یہ ان کے لیے بطور تکریم اور عزت کے کیا جائے گا کہ پہلے سے دروازہ کھول کر ان کا انتظار کیا جائے گا۔

- آگے اللہ نے فرمایا: وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ: اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو: یعنی وہاں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں ہوگا بلکہ سلامتی کے کلمات کہے جائیں گے وہاں پر استقبال کیا جائے گا عزت و اکرام سے پیش آیا جائے گا اور سلامتی کی خوشخبری دی جائے گی۔

- اللہ نے آگے فرمایا: طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ: تم خوش حال رہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ: اس لیے کہ انہوں نے دنیا کے اندر اچھے اعمال کیے تھے، ان کی زندگی بڑی عمدہ تھی توحید ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعے، وہ اللہ سے محبت کرتے تھے اس پر بھروسہ کرتے تھے، اس کے بندوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے نیکی کرتے تھے اور وہ سارے نیک اعمال کرتے تھے جنہیں اللہ نے مشروع کیا ہے، اس طرح ان کی دنیاوی زندگی بڑی عمدہ اور نیک تھی تو اللہ تعالی آخرت

میں بھی اس کا اچھا بدلہ دے گا اور انہیں پاک زندگی عطا کرے گا جب کہ ان نافرمانوں کے اعمال برے تھے اسی لیے ان کا ٹھکانہ بھی یہاں پر بہت برا ہو گا۔

- آگے اللہ نے فرمایا: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ: یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا: یعنی جب وہ ایمان لائے، اچھے اعمال کیے، رسولوں کی اتباع کی، اس کے فرامین کی بجا آوری کی اور اس کے منع کردہ چیزوں سے اجتناب کیا تو اللہ تعالی نے انہیں جنت میں داخل کیا، یہ لوگ یہ بات اس وقت کہیں گے جب وہ جنت کو دیکھ لیں گے اس کا مشاہدہ کر لیں گے اور اس میں داخل ہو جائیں گے اور اس کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو جائیں گے۔

- آگے فرمایا: وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ: اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں: چنانچہ ان میں جو ادنی شخص ہو گا اس کا مقام اس قدر بلند ہو گا کہ وہ اپنی مملکت میں ہزار سال کی مسافت کو دیکھے گا، اور جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکال کر جنت میں ڈال دیا جائے گا اسے جنت میں دنیا اور اسکے دس گنا کے برابر نعمتیں ملیں گی۔ اللہ کی بادشاہت بہت وسیع ہے اسی طرح اس کا فضل و کرم بھی بہت وسیع ہے، آخر انسان کے عمل کی کیا حیثیت ہے! دراصل اللہ کا کرم اور اس کا فضل بہت وسیع ہے، اسی لیے انبیاء کی عزت اور احترام کریں، حق کا احترام کریں اللہ تعالی بھی آپ کی اکرام کرے گا آپ کو عزت دے گا، سو انبیاء کا احترام کریں اور وہ جو شریعت لے کے آئے ہیں اس شریعت کا احترام کریں اللہ تعالی کی تعظیم کریں اس کے مقام اور مرتبے کو پہچانیں اور اس کی عظمت کو جانیں اس کا بدلہ آپ اس قدر بلند پائیں گے جس کا کبھی آپ نے تصور اور خیال بھی نہیں کیا ہو گا: اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔ [السجدہ: 17]۔ وہاں کس قدر حوریں ہوں گی! کس

قدر محلات ہوں گے! اس قدر باغات ہوں گے! کس قدر نہریں ہوں گی؛ شراب کی دودھ کی شہد کی اور دوسری بہت سی! خدمت کرنے والے آتے جاتے رہیں گے، ان خادموں کے بارے میں اللہ نے فرمایا: (وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا) ترجمہ: اوران کے ارد گرد گھومتے پھرتے ہوں گے وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں [19] تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا[الانسان:20]۔

ان کا لباس عمدہ ریشم کا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا[20] عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا) ترجمہ: تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا[20] ان کے جسموں پر سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا۔ اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا[الانسان:21]۔ وہاں شراب تو ملے گا مگر وہ پاک ہوگا جبکہ دنیا کی شراب نجس اور ناپاک ہے مگر جنت کی شراب پاک ہوگی، بہت ہی عظیم بدلہ ہوگا جو کسی انسان کے خیال میں بھی نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کہ آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے! بھائیو! اس دن کیلئے اچھی تیاری کرو تاکہ اس دن اللہ آپ کی اکرام کرتے ہوئے وہ عظیم بدلہ دے جسکا وعدہ اس نے اپنے نبیوں کی زبانی کی ہے، دعا ہیکہ اللہ ہم سب کو دخول جنت اور اسکے کام کرنے اور یہ کہنے کی توفیق عطا فرمائے: (الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ) ترجمہ: اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے[الزمر:74]۔

- پھر اسکے بعد اللہ نے فرمایا: وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: اور تو فرشتوں کو اللہ کے عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد وتسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا اور ان میں انصاف کا فیصلہ کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ساری خوبی اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے [الزمر: 75]۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا: (تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَلَا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ) ترجمہ: قریب ہے آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور تمام فرشتے اپنے رب کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور زمین والوں کے لیے استغفار کر رہے ہیں۔ خوب سمجھ رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمانے والا رحمت والا ہے [الشوریٰ:5]۔

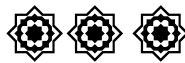
یہ دنیا کا معاملہ ہے جہاں تک اخرت کی بات ہے وہاں پر فرشتے عرش کو چاروں طرف سے گھیرے ہوں گے اپنے رب کی پاکی بیان کر رہے ہوں گے رب العالمین جو بڑی عظمت والا اور جلیل القدر ہے دنیا اور آخرت سب کچھ اسی کا ہے پوری کائنات کا وہ مالک اور اس کا خالق ہے اس کی تدبیر بھی وہی کرتا ہے اور جو کچھ اس کائنات کے اندر ہے سب اسی کی عظمت وجلال کے تابع اور فرمانبردار ہے: (إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْدًا [93] لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا [94] وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا) ترجمہ: آسمان وزمین میں جو بھی ہیں سب کے سب اللہ کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں [93] ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے [94] یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں [مریم:95]۔

دعا ہیکہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رب ذوالجلال کی تعظیم وتوقیر اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق

بخشے؛ کیونکہ ہم اس کی ادنی نعمت کے بھی شکرادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں چہ جائیکہ ہم اس کی تمام نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے لگ جائیں البتہ اس کا دامن عفو بہت وسیع ہے اور اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے بس اس کی رحمت کی امید ہے اس لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہم سب کو اپنی رحمت میں ڈھاپ لے اور اپنی نعمتوں اور اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو نواز دے، ہمارا رب تمام دعاؤں کو سننے والا ہے، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۔

رحمۃ اللہ علیہ حفظہ اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہما رضی اللہ عنہم علیہ السلام مزید اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: { } ترجمہ: ☆ ۞

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ( ) ۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:



مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

الشرح: